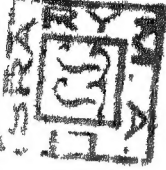


COLLECTOR GENERAL

بعوضہ تعالیٰ شانہ



خطوط منشی امیر احمد

۱۳۲۸ھ

جس میں

حضرت امیر مہتابی مرحوم کے سوانح ان کے کلام پر درویش مولانا میر دوان

شامل ہے

مولفہ

محمد احسن اللہ خاں قلی

ابن

لوی محمد نصر اللہ خان صاحب بہادر صدر الصدور مرحوم دہلوی ثم اکبر آبادی

حسب فرمائش جناب سید کاظم علی صاحب شوکت بلگرامی

سید فضل الحسن حضرت مہتابی بنی مکہ نے اپنے

اردو پریس علی گڑھ میں چھاپا۔ شائع کیا

رسالہ اردو سے معلی علی کن

مکتبہ دینی سنیہ لکھنؤ چھاپائی پندرہ چھاپہ خانہ
 قیامت کا لایق حاصل صرف اللہ تعالیٰ کے
 تین متفرق پرچوں کا مجموعہ ہر حصہ حاصل ایک
 و تین و پلو میں روانہ کیا جاتا ہے ۔
 مکتبہ احمدیہ لکھنؤ اور پائیکس و درخواست فرمادی
 شہام سید فضل الحسن موہانی بی بی نے
 ڈیڑھ ارادے سے ملے بیگناہ
 انوشہ اردو سے علی کے ساتھ دیکھو فیہ ہر ماہ
 اساتذہ قدیم و جدید کے اور اپنی سے ایک کا
 انتخاب خالص ہوتا ہے ۔ سال کی قیمت
 دو روپے کا سالانہ حاصل ہے ۔
 رخصت ہونے والے وقتہ یکمشت دیکھو شخص روٹی ملی
 یا بیکوٹ سنی سے پندرہ روٹی نہ وارین سکنا رکھ

قیمت بی بی چار
 مع حصول ایک مجموعہ صرف
 ۴ روپے

شہری سراپا سوز کا منی مجھ نہ ہوں نہ رخصتہ
 و فتویٰ بسماعلیٰ نہ بسماعلیٰ خاں محبت
 طلعتا شمس سید آغا علی شمس لکھنؤی مع ختم
 حالات آخر و محبت و شمس مرزہ ہر سہرت
 موہانی بی بی نے ڈیڑھ ارادے سے ملے بیگناہ

اردو کی پہلی جلد دوم و تیسری جلد
 ۱۰ روپے ۲۰ روپے ۳۰ روپے ۴۰ روپے ۵۰ روپے

یعنی کتبہ چھاپہ سے و سہرت لکھنؤ کے چھاپہ خانہ
 محبت قابل پر مجموعہ ہر حصہ ہر حصہ
 خالص ہو گا

دیوان غالب

از سید فضل الحسن موہانی بی بی نے
 جسکی خوبی کا سب سے بڑا ثبوت جس کا کہ تو نے
 بی بی نور میں اس کے دو اور فیض چھپکڑ و ختم
 ہو گئے اور اب ہر ماہ ان میں وہ سید کا خیر
 و خیر اور سب سے چھپکڑ آخری ہی ایک پر جو باجگیا
 انوشہ خیر جاری بہت بلند نامہ خیر و خیر
 انوشہ نے نور میں مضامین اور اب جس وقت
 الف غالب کے حالات (بہ غالب کی
 شادی و ۱۸۷۱ دیوان حسنہ ۱۸۷۱ فیہ ہر ماہ
 تو میں اور اساتذہ جو اب تک طلبہ و اہل
 غالب میں موجود نہ تھے۔
 فوت آخری ایک و ختم سہرت کو نہ تھے
 حصول ایک و تین و پلو میں یہ جے گا۔

قیمت بی بی چار
 مع حصول ایک مجموعہ صرف
 ۴ روپے

اردو کی پہلی جلد دوم و تیسری جلد
 ۱۰ روپے ۲۰ روپے ۳۰ روپے ۴۰ روپے ۵۰ روپے
 اس جلدوں کے تین مضامین ہر حصہ ایک کو اب
 جسکی نسبت جو سے سب سے بڑا ثبوت جس کا کہ تو نے
 و محبت مجموعہ کسی دوسری جگہ میں جسکی نسبت
 اردو کی پہلی جلد دوم و تیسری جلد
 ۱۰ روپے ۲۰ روپے ۳۰ روپے ۴۰ روپے ۵۰ روپے

اردو کی پہلی جلد دوم و تیسری جلد
 ۱۰ روپے ۲۰ روپے ۳۰ روپے ۴۰ روپے ۵۰ روپے
 دیوان حسنہ سہرت ہر حصہ
 دیوان حسنہ سہرت ہر حصہ
 مع ہر حصہ و ختم
 و ختم



روپو

از شمس العلام حضرت خواجہ الطان حسین صاحب حالی

مکتوبات امیر

کتاب مندرجہ عنوان کا مسودہ جو میرے لایق دوست خواجہ محمد احسن اللہ خاں
 شاقب مدیر رسالہ مرحوم قندپاری نے مرتب کیا ہے میری نظر سے گذرا۔ خواجہ
 صاحب موصوف جناب منشی امیر احمد صاحب مغفور سے نسبت تلمذ رکھتے ہیں
 انکا شاگردانہ خلوص اس بات کا مقتضی تھا کہ اپنے واجب التعظیم استاد کا حق
 شاگردی کسی مناصب پر اسے میں ادا کریں۔ اول انہوں نے ان کی سوانح عمری
 لکھنے کا ارادہ کیا مگر بعض اسباب سے جن کا ذکر انہوں نے دریا چڑھیں کیا ہے
 یہ مشرہل بہت کم میسر آیا۔ پھر ان کے مکتوبات جمع کرنے کی طرف توجہ کی لیکن با
 وجود اسکے کہ ایک عالم سے جناب ممدوح کی خط کتابت بھی خطوط بھی بقدر
 ترقی ہم نہ پہنچے۔ بائیں ہمہ ایک معتد بہ مقدار میر کا تب کی جمع ہو گئی۔
 اگرچہ ایک ایسے نامور بزرگ کے حالات لکھنے کے لیے یہ مختصر ذخیرہ کا
 نہ تھا لیکن اس خیال سے کہ شاید آئندہ کوئی صاحب اس عمارت کے
 پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوں اور پھر تالیف اس عمارت کے لیے ایک بنیاد
 کا کام دے سکے خواجہ صاحب موصوف نے مشرہل کی کمی سے ہمت

نہیں ہاری اور اپنی خوش سلیقگی سے اسی مختصر ذخیرہ کو ترتیب دیکر ایک دلکش پیرائے میں ظاہر کیا ہے۔

انہوں نے اس کتاب میں اول جناب مروج کی مختصر لائف تلمیذ کی پھر ان کے کلام پر نہایت آزادی کے ساتھ ویو کیا ہے اور ان کے دونوں دیوانوں کا مقابلہ فصیح الملک مرحوم کے دیوانوں سے کر کے دونوں استادوں کے کلام میں جو فرق دیکھا ہے وہیں کسی قسم کے حیف و میل کے پبلک پر نظر کیا ہے اور بہت و بلند دونوں قسم کے اشعار کے نمونے دونوں صاحبوں کے کلام سے اتفاق کر کے ناظرین کو دکھائے ہیں۔

اگرچہ پختہ سے ہمارے ملک کے اہل علم میں ابھی تک نکتہ چینی کا تحمل اور اس کی برداشت پیدا نہیں ہوئی لیکن اگر ان کو رفتہ رفتہ اس کا عادی نہ کیا جائے تو امید نہیں کہ ہماری تصنیف و تالیف کے عیب و صواب کسی پبلک پر ظاہر ہو سکیں۔

اس کے بعد انہوں نے اس مقصد کی طرف توجہ کی ہے جس پر کتاب کا نام مندرجہ عنوان ولادت کرتا ہے یعنی جناب نشی صاحب مرحوم کے خطوط جس قدر ہم پہنچے ان کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ مرتب کیا ہے انسان کے اخلاق اور جذبات کا انکشاف جیسا اس کی بے تکلفا خط انبیت سے ہو سکتا ہے ایسا کسی اور چیز سے نہیں ہوتا۔ اسی واسطے مکتوب کو نصف ملاقات قرار دیا گیا ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ جب اس کا وجود عنصری خاک میں پناہا ہو گیا اور اس سے نئے کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہا اب

اس کی ملاقات محض اس کی خط کتابت پر منحصر ہو اور بس۔ پس کسی مصنف کی
وفات کے بعد اس کے مکتوبات کا فراہم کرنا درحقیقت اس کی سوانح عمری کا
ایک مستم بالشان حصہ قلمبند کر دینا ہی۔
مجھے امید ہے کہ مکتوبات امیر کی اشاعت خاصکر ان لوگوں کے لیے جو
حضرت امیر احمد مینائی سے عقیدت رکھتے ہیں۔ اور جن کی تعداد ہندوستان
میں کچھ کم نہیں ہے ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوگی۔

الطاف حسین حالی

(پانی پت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ تعالیٰ ونصلیٰ وسلم علیٰ خیر الوری

سنہ ۱۹۰۴ مسیحی سن میں بذریعہ اعلانات قلم پارسہ زبدۃ الرسائل ربیعہ دونوں

ماہواری رسالے تھے جنکو میں اذت کرتا تھا، واردوی معلق علیٰ سبیل التواضع والی
اس امر کے درپے رہا ہوں کہ اسنادی جناب منشی مفتی امیر احمد صاحب کما جموں
نثر کسی طرح مرتب ہو جائے۔

جو بے پروائی اسناد کے صاحبزادوں اور علی الخصوص منشی محمد احمد صاحب
خلف اکبر جناب مرحوم رجن سے تعارف کے سوا ایک طرح کی خصوصیت ہی ہے
اور مرحوم کے تلامذہ حضرت طیل وغیرہا سے اس بارے میں ظہور میں آئی
اسکایاں دل خوں کن ہیں۔ ان اجاب نے کوئی تحریک یا اسناد کی مرمت نہیں
کی بلکہ یہ کتنا عجیب ہوگا کہ بعض نے تو میرے خطوط کا جواب تک نہیں دیا

اس بے پروائی کے ساتھ جب جناب مرحوم کا خلق اور صحبت یاد آتی
ہے تو زمانہ آنکھوں میں یہ وقتا رہتا ہے جیسا کوئی مہینہ میں نے اسذکر کیا ہے
میں نہیں پہچانے کہ جس کا جواب نہ دیا ہو، اور کوئی ایسا مسلمان مشعر کے متعلق درست
نہیں کہ جس کی جانب توجہ فرمائی ہو۔

شکوت و ناشکوئی اشلی عادت و لکن تفتیش سے منہ منکلا ہوا

پس جو خطوط حضرت مخفور کے بہم ہو سکے انہیں کو قیمت سمجھ کر یہ مجموعہ مرتب کرتا ہوں۔ اور باب فن ملاحظہ فرمائیں گے کہ اساذ کو مبداء فیما من سے کیا متانت اور سلاست بیان عطا ہوئی ہے۔

مجھے اس امر کا ظاہر کرنا ضرور ہے کہ اس مجموعے کی ترتیب نتیجہ ہی مولاوی محمد حبیب الرحمن خاں صاحب حضرت شروانی اتقاہ اللہ تعالیٰ وسلم کے مسلسل تقاضوں کا، ورنہ مجھے کہ جو فن شعر سے محبوب کو وداع کر چکا ہو کسی تالیف و تصنیف کی امید رکھنا عبث تھا۔ مزید براں پہلے اپنی حالت اور فنی اب کیفیت اور پھر آلام گونا گوں کا پیشینہ و زافروں، جب یہ صورت ہو، تو تالیف کی کیا ہمت ہو۔ پھر یہ آفت کہ جو کیفیت ایک مدت سے طاری ہو، تجربے نے اس کے بغیر کو غلط ثابت کیا اس یاں ہو گئی کما قلت۔

ویراں دل کسی سے بسایا بجائے گا اس گھر میں اب چراغ جلایا بجائے گا
وقد قال الحسین بن مطیر

لقد كنت جلد اقبل ان توقد النوى
وقد كنت ارجوا موت صبا بتي
على كبدى. حمرًا بطيئا نمود ہا
اذا قدمت ایا ما وعود ہا

الحمد للہ: الشہداء القوی والنجرة وہی السار الموقدة والضمیر فی نمود ہا۔ ترجمہ تحقیق میں ایک غصہ و شخص تھا اس سے پہلے کہ میرے جگر پر فراق ایک ہڑکتی آگ جو بہت دیر میں بجتی بنی روشن کرے ۱۲

۱۳ ترجمہ: اور جبکہ امید تھی کہ میرا عشق مہر جائے گا (جائے بیجا) جبکہ اسکے دن اور زمانہ (بصیغہ جمع) نہ گئے۔ یعنی مرنے یا زائل ہونے سے پہلے دن اور زمانہ یا جب کہ اسکے دن اور زمانہ پرانا ہو جائے گا ۱۴

فَقَدْ جَعَلَتْ فِي جَنَّةِ الْقَلْبِ وَالْشَّامِ عَمَاءَ الْهَوَىٰ تُولِي بِشَوَىٰ يُعِيبُهُ
 حَنَابُ سِيدِزَادِ حَسِينِ صَا حَبْ زَادِ بِنِے خَطِّ اَرْسَالِ سِکِّے اور یوں غائب
 محبت ہی صرف فرمائی کہ مرحوم کے کچھ حالات لکھ کر محبت فرمائے
 جناب سید فضل الحسن صاحبِ محبت ہو مانی۔ بی سائے و ذیوار دے تعالیٰ نے
 اپنے بیش قیمت رسالے میں وقتاً بعد وقت جناب مرحوم کے خطوط مجھ سے لیکر
 شائع کئے جس سے استاد کے تلامذہ اور احباب میں فی اجماع تشویق پیدا
 ہوئی اور کسی قدیر یا یہ ہم پہنچا۔

میں ان صاحبوں کا دل سے شکر گزار ہوں
 جناب ہرہم حضرت کوثر خیر آبادی جناب قاضی محمد خلیل صاحب حیرا
 حضرت طاہر فرخ آبادی مجی مولوی نور الحسن صاحب بی سائے۔ ال ال
 بی خلف اکبر جناب قبلہ استاذی و استاد العصر حسان الہند مولوی محمد حسن صاحب
 کا کوردی طاب اللہ ثراؤ مولوی اعجاز حسن خان صاحب اور حضرت شہر کا ہی
 جنہوں نے ابلاغِ مکاتیب میں مضائقہ نہیں فرمایا شکریہ ادا کرتا ہوں۔
 جناب شرکت بلگرامی کا ہی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس مجموعے کی
 اشاعت اور طبع کا اہتمام فرمایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
 ترجمہ سوانح شریف سید سید علی ہاشمی مدظلہ العالی جو فیہ العالیہ مدظلہ العالی سید علی ہاشمی مدظلہ العالی
 ترجمہ سوانح شریف سید سید علی ہاشمی مدظلہ العالی جو فیہ العالیہ مدظلہ العالی سید علی ہاشمی مدظلہ العالی
 ترجمہ سوانح شریف سید سید علی ہاشمی مدظلہ العالی جو فیہ العالیہ مدظلہ العالی سید علی ہاشمی مدظلہ العالی

وضع ہو کہ اس جھوٹے کی ترتیب اگست ۱۹۷۷ء میں کی گئی تھی مگر خطوط اور سوانح استاد کے انتظار میں اب نومبر ۱۹۷۷ء میں بہت کچھ ترمیم اور اضافے کے بعد شائع ہوتا ہے۔

اس کتاب کا تاریخی نام خطوط منشی امیر احمد ہے۔ میرا قصہ تھا کہ صرف وہ خطوط کتابی حیثیت میں شائع کئے جائیں کہ جن میں یا ادب کی رنگینی ہو یا فن شعر کے متعلق کوئی نکتہ بحث یا کوئی بات ہو مگر شمس العلماء مخدومی حضرت مولانا شبلی نعمانی دامت افاضتہم نے فرمایا کہ میں تمام تحریریں جو ملیں بلا ترک و حذف بیچ کی جائیں کیونکہ مصنف کے فقرے فقرے اور لفظ لفظ سے اس کے حالات خیالات ذکاوت اور طبیعت کا پتا لگتا ہے پھر ایسے خط جن میں انشاء کی رنگینی یا بحث فن ہو بہت کم مل سکے۔ پس جو کتاب استاد مرحوم کے جھکوٹیم پہنچے ہیں وہ سب شائع کئے جاتے ہیں۔

مخفی نہ ہے کہ بعض اصحاب نے مجھے اس امر پر مجبور کیا کہ نکتہ و بات کی ابتدا استاد مرحوم کے سوانح اور ان کے کلام کے رویو سے کی جائے اس میں مشکل یہ واقع ہوئی کہ جو خط میں نے استاد کے فرزند اکبر منشی محمد احمد صاحب کو بطلب حالات مرحوم لکھا اس کی جانب انہوں نے کوئی توجہ نہ کی۔ خیر جناب زاہد نے کچھ حالات استاد کے مجھے لکھ پیچے اور خود میں نے بعض سوانح متفرق رسائل اور تذکروں سے لیکر مختصر اور ضروری تاریخ مرتب کر دی۔

کلام پر رویو کرنے میں یہ وقت محسوس ہوئی کہ اول تو میں بے بضاعت

پھر ایسے کامل القن او سپنے ہی اُستاد کے نتائج فکر پر مکتہ چینی کرنا پڑی ہوگی
 کا سامنا تھا مگر چارنا چار کرنا پڑا امید ہی کہ انصاف گزیریں جہاں انصاف
 کریں گی

وانا

العبد المستہام اقل الاما نام کثیر المعاب

الراجی الی رحمۃ اللہ الواسع

محمد حسن اللہ خان شاہ قیوم احمد اللہ علیہ

دہلی ۱۰ مئی ۱۹۱۱ء

علی گڑھ
 نومبر ۱۹۱۱ء

سلہ رالم کی شاہی کی ابتدا جناب قبلہ حسن کا کوروی سح کی خدمت میں ہوئی پھر جب میں
 میں ملازم ہو کر رہا تو حسب منشاء حضرت حسن چندارد وغزنی اور ایک یاد وفارسی نظم
 جناب منشی صاحب مرحوم کو دکھانے کا اتفاق ہوا۔ اس کے بعد گھرے میں فارسی نظم اور
 عربی اشعار کی طرف میلان خاطر زیادہ ہوا اور بقول سرمایہ کلام یہ جمع ہو گیا۔ جو کسی وقت
 دعائی شائع ہو گا ۱۲

میں پوری میں جب اشادی جناب حسن کی خدمت میں حاضر ہوا تو سو وقت ہوا
 مداح کے والدہ جناب علی حسن بخش صاحب مرحوم ہی اُمید حیات تھیں ان سے ہر شام
 جامی پڑھتا تھا میری عمر اس وقت بارہ تیرہ سال کی تھی۔ حضرت مولوی حسن بخش صاحب
 مولوی حسن علی صاحب محدث لکھنوی سے فقہ حدیث اور تفسیر کی تعلیم کی تھی اور جناب مولوی
 حسن علی صاحب محدث لکھنوی شاگرد رشید فخر الحدیث حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی
 رحمۃ اللہ علیہ کے تھے اور انہوں نے دلی بھی لکھنے کے عہدہ سے تھے ان سے میری تعلیم میں جن بزرگ
 سنی لڑائی کا تذکرہ ہے جن میں مولوی حسن بخش صاحب مرحوم مولوی محمد قاسم دہلوی اور مولوی

استاذ پنجاب منشی مفتی امیر احمد صاحب

امیر مینائی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

- یہ آج جو سرگذشت اپنی گل اس کی کہانیاں بنیں گی
 خازران چھوٹے صاحبزادے مولوی کرم محمد صاحب مینائی کے تھے۔ وہ
 حضرت مخدوم شاہ مینا صاحب قدس سرہ کی اولاد سے تھے اور اسی نسبت
 سے اپنے آپ کو مینائی لکھتے تھے۔ استاذ شعبان ۱۳۴۲ ہجری رورڈ شنبہ
 کو عہد نصیر الدین چمبر بادشاہ اودہ میں بیت السلطنت لکھنوی میں پیدا
 ہوئے۔

فضائل علمی کتب درسیہ متداولہ عربیہ کی تحصیل طالب علمانہ مستعدانہ
 اپنے والد ماجد اور علمائے فرنگی محل اور دیگر علمائے نامی مثل حاجی مفتی محمد سعد اللہ

۱۰ مفتی صاحب نے تحصیل تکمیل عہد حضرت مفتی عبداللہ خان صاحب دہلوی آزرہ مخلص کی خدمت
 میں کی تھی۔ ۱۳۴۸ ہجری میں جب راجپور گیا تھا تو مفتی سعد اللہ صاحب کے شرف تلمذ سے ہمہ باب ہوا تھا اور

صاحب مرحوم خلف الرشید مولوی محمد نظام الدین صاحب مغفور مراد آبادی
کی خدمت میں کی تھی اور بعض فنون خوبہ مثل جفر و نجوم بھی حاصل فرمائے تھے
خاندان چشتیہ صابریہ میں قطب الارشاد حضرت امیر شاہ صاحب قدس سرہ
صاحب سجادہ سے بیعت تھی اور خرقہ خلافت سے بھی مشرف ہوئے تھے
ایک مدت تک عہد نواب یوسف علی خاں بہادر فرمائے رام پور میں محکمہ
اقتصاد متعلق رہا اور اکثر مدرسہ عالیہ دہلی کے محقق بھی ہوئے رہے۔ اردو فارسی
عربی السنہ ثلاثہ میں قدرت شعر گوئی حاصل تھی اور فن سخن میں منشی مظفر علی خاں
صاحب امیر لکنؤی سے تلمذ تھا۔ حضرت امیر ارشد ثلاثہ کبیر علی صاحب سے
تھے اور سلطان عالم واجد علی شاہ بادشاہ اودہ کی مصاحبت سے سرفراز
تھے تدبیر الدولہ مدیر الملک خطاب بھی سلطنت لکنؤ سے ملا تھا۔

وضع السنہ ثلاثہ کی وضع نہایت سادہ اور درویشانہ تھی۔ سپر لکنؤ کی چوگوشہ ٹوپی لکھنؤ
سے نکالیا گئی تھی اس پر صدری بھی پہن لیتے تھے لکنؤ کی قدیم وضع کا عوض کا
پاجامہ اور کبھی گلابی کا پاجامہ بھی عوض کا میں نے پہنے ہوئے دیکھا ہے۔ سیاہ
یا اور کسی رنگ کی گرگانی یا پپٹو یا تہ میں پرانی وضع کے بزرگوں کی جریب
اکثر سبج بھی ہاتھ میں ہوتی تھی دربار جاتے تھے تو جہا یا چٹہ پہن لیتے تھے

اخلاق و عادات وہ نہایت نیک طبیعت پاک صورت پاکیزہ سیرت ایک
عالم نور تھے۔ جامع مکتوبات کو رام پور میں قریب تین برس کے استاد مغفور کی
حضوری کا شرف حاصل رہا کبھی نہیں سنا کہ کسی شخص کا ذکر سوائے بھلائی کے
ان کی زبان پر آیا ہو۔ مرحوم کی مجلس ادب آموز اور کاشانہ تہذیب تھی۔ ان

کی تقریر تحریر سے زیادہ دلکش و دلہیز رہتی۔ ملائذہ کے ساتھ شفقت و محبت سے کام لیتے تھے۔

استاذ کی تہذیب کا یہ حال تھا کہ صاحبزادوں حتیٰ کہ خدمت گاروں کو بھی سوا آپ کے تم سے مخاطب نہ فرماتے تھے۔

حضرت اہل کتب ہیں کہ ایک تہہ وہ لکھنؤ سے آئے ہوئے شرف ملاقات انحضرت سے رام پور میں میسرے اور سرکس میں جا کر مقیم ہوئے استاذ کو جب خبر ملی تو بیتاب ہو گئے اور خود پیادہ پا اور دو ایک شاگرد پیچھے پیچھے سرائے میں تشریف لائے اور آتے ہی تسلیم ہوئے لہجے میں جناب زاہد کو مخاطب کر کے فرمایا "کیوں سید صاحب! یہ دیدار نے نامی پر میز می کنی۔ آخر حضرت زاہد کے شوق نے فقیر کو جہو پڑے سے نچال دیا" چنانچہ ان کو اپنے کاشانہ دولت پر لے گئے اور مہمان کیا۔

حافظ عبد الجلیل صاحب ماہروری نے مولف سے بیان کیا کہ ۱۳۰۰ ہجری میں وہ جب رام پور جا کر حضرت سے ملے تو ایک روز استاد نے فرمایا کہ میں نے آج تک انگریزوں کو بات کرتے نہیں سنا معلوم نہیں وہ کیوں نگر بات چیت کرتے ہیں ورنہ ان کا لب و لہجہ کیا ہے۔

لطیفہ ایک بار استاد نے ایک اپنا پروردگار بڑھ کر حضرت زاہد کو مخاطب کیا اور فرمایا "میر کا رنگ ہے" انھوں نے کہا خبر! گواہ ہی میر سے آپ کا ایک منبر بڑا ہوا ہے فرمایا کہ "ہا! ایسا لکھو" انھوں نے کہا کہ تخلص ہی گواہ ہے پھر کیا تامل ہے اس پر مسکرا کر چپ ہو رہی۔ میر سے امیر میں الف کا ایک عدد زیادہ ہے لطیفہ بھی حضرت شوکت بلگرامی حافظ عبد الجلیل صاحب ماہروری کی

زبانی نازل ہیں کہ ہتھافدر کی تباہی سے پریشان اور خستہ حال ہو گئے تھے
 احباب مصر۔ تھے کہ گورنمنٹ انگلشیہ کی ملازمت اختیار فرمائیں۔ چونکہ اس
 زمانے میں علماء کے لیے صدر امین اور صدر الصدور ہونا دشوار نہ تھا بلکہ ایسے
 کاہلین کے لیے یہ عمدے مخصوص ہو گئے تھے اس لئے بار سوج احباب
 نے جج صاحب کو اس امر پر یاسانی رضامند کر لیا کہ وہ آپ کے واسطے
 صدمہ بینی کی رپورٹ کر دیں اور جناب امیر کے دہلے ہوئے کہ آپ کچہری میں
 چلکر جج صاحب سے مل لیجئے۔ اسناد کو انکار شد یہ تھا مگر جب دوستوں
 نے نہ مانا تو حضرت نے فرمایا کہ میں اس شرط پر چلتا ہوں کہ عدالت میں پہنچکر
 جو آواز سب سے پہلے میری کان میں آئےگی اس سے درباب اختیار و انکار ملازمت
 تفاؤل کروں گا چنانچہ احباب نے اس کو قبول کر لیا اور حضرت جج کو
 تشریف لے گئے کچہری کے احاطے میں داخل ہوئے تھے کہ سنا ایک چہرہ
 آواز دے رہا ہے کہ کیا میں حاضر ہو کر یہ شکراؤں ادا نہیں پاؤں واپس آئے
 اور دوستان ہمرای سے فرمایا کہ جس نوکری میں دین گیا وہ ملازمت میرے
 بس کی نہیں ہے۔

اس سے ان کی احتیاط توہ اور خیالات مذہبی کا بخوبی اندازہ ہوٹا ہے
 کہ ابتداء عمر ہی سے وہ صاحب صلاح و تقویٰ تھے۔

لطیفہ آتش بازی سے نفرت تھی۔ ایک ہارشب برات کے موقع پر
 اطفال کے اصرار سے جو عیدی تصنیف فرمائی تھی اس میں شعر آخر طعنے کا
 یہ تھا

گولوں کو آگ ویجے چھو ندر کو چھوڑے ایسی بزرگ شب میں یہ کیا دایمیت ہے
 نام عمر زبان کو کسی کی ہجو سے آلودہ نہ کیا اور نہ کسی سے اپنی ہجو کرائی۔ نہ بڑا
 کما نہ برا سنا۔

خراج میں انصاف بہت تھا کسی نفسانیت یا سخن پروری کو کسی امر میں
 دخل نہ دیتے تھے اور امر حق کو نہایت شکر لاری سے تسلیم کر لیتے تھے۔
 امیر اللغات کی تالیف میں سارے ملک سے رائے طلب کی اور جو رائے
 جس نے دی اور وہ صاحب ہوئی بلا تامل اس کو مان لیا۔ ہر جگہ محاورات
 کی سندیں دوسرے اساتذہ کے اشنا پیش کئے اپنا ایک شعر بھی کہیں نہیں
 لکھا۔ چنانچہ سرسید مرحوم نے اپنے رویوں اسکا ذکر بھی کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ
 ”ہم اے نزدیک جناب مصنف کو یہ تکلیف اٹھانی ضرور نہ تھی کیونکہ وہ خود ہی
 سندیں ان کو دوسروں کے کلام سے بند لانے کی ہرگز ضرورت تھی“
 جامع مکتوبات نے ایک مرتبہ استاد کے حضور میں جناب قبلہ محسن کا کوری
 علیہ الرحمۃ کی سخن آفرینی اور بلاغت کلام کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ ان کا کلام
 ایک عالم ہی خیالات نادرہ کا کہ اس کو دیکھ کر انسان حیران ہوتا ہے اور
 انکا ہر شعر معراج بلاغت ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ حضرت محسن نے زمانہ غدر سے پیشتر
 کاکوری میں مرزا بیدل رضاواں اللہ علیہ کے کرم خوردہ کلام کو توشیح فرمایا
 جہاں جہاں کیرا لک گیا تھا ان مقامات پر اپنی فکر صاحب سے فقرے اور شعر غم
 کیے تھے۔ اسطرح جب وہ کل کلام درست فرما چکے تو شب کو جناب مولانا نے
 مرزا سے مرحوم کو عالم رویا میں دیکھا اور اس بھر مواج نکتہ پروری نے مولانا

کی اس محنت بڑھی اور معنی فونی کی داد دی اور مسرت ظاہر کی اور فرمایا
کہ یہ نظم و ترتیل میں بھی سی طرح تھی۔

ایک وقت بنے استاد سے کہا کہ مرزا بیدل کے اکثر شعر سمجھ میں نہیں
آتے فرمایا کہ سچ بڑا گویہ خوبی بیدل ہی کے کلام میں ہی کہ سمجھ میں نہیں آتا
اور آپ معلوم ہوتا ہے۔

مرزا داغ کی ایک غزل کو پسند فرمایا اور خود بھی اس میں میں گوہر افشانی کی
اور مقطع میں مرزا کے کلام کی اس طرح داد دی ہے

امیر اچھی غزل دی داغ کی جس کا یہ صریح ہے ہویں تنہی ہیں خجرات میں ہڈی کشیدیں
کسی کی بری سنانا گوارا نہ تھی اور تعریف سے خوش ہوتے تھے

آخر زمانہ میں ایک وسیع سرکاری مکان میں سکونت تھی جو پرانی کندہ ساز
کے نام سے مشہور ہے۔ زمانہ مکان ملحق تھا اور باہر نہایت وسیع صحن اور متعدد
مکانات تھے۔ وسط صحن میں ایک بنگلیا بنا رکھی تھی بیشتر اسی میں نشست رہتی
تھی۔ دن کو شغل صلاح اور تصنیف و تالیف رہتا تھا اور کچھ وقت ملاقات اجاب
میں صرف ہوتا تھا۔ شب کو بقدر ضرورت استراحت فرماتے تھے باقی وقت
ذکر و عبادت کے لیے مخصوص تھا

رام پور کے قیام دراز کی وجہ سے لکھنؤ کی آمد و رفت اور تعلقات بہت
کم ہو گئے تھے اور وہاں وطن کی اسی کیفیت اور تعلقات پر یاد ہو گئے تھے نیز نواب
خلد شہیدان کلب علی خاں بہادر کی توجہ اور قدر دانی سے ہر طرح کا سامان رحمت
و دل بستگی اس نڈ کے لیے رام پور میں مہیا تھا مگر پھر بھی وطن کی یاد ان کو

سچین کرتی تھی جیسا کہ اُن کے اکثر اشعار سے ظاہر ہوتا ہے۔ رام پور آئیے
پیشتر لکنؤ میں سلطان عالم واجد علی شاہ کے دربار سے تعلق ہو گیا تھا اور وہاں
کے مشاعرے اور قیصر باغ کے جلسے جناب مرحوم کے پیش نظر تھے جن کو ہمیشہ
یاد کیا گئے جب کہیں لکنؤ کا ذکر آ جاتا تھا تو ایک ٹھنڈی سانس بھرتے تھے اور آنکھوں
میں آنسو بھر لاتے تھے اور کس طرح اس لکنؤ کو یاد کرتے جس کے در و دیوار
عیش و عشرت کے زندہ مرتھے تھے۔ اس غزل کو دیکھیے۔

کس کے چمکے چاند سے رخسار قیصر میں	چاندنی ہی سایہ دیوار قیصر باغ میں
فی الحقیقت یہ بھی کم کلز اجنبت سے نہیں	حوریں پھرتی ہیں سرباز قیصر باغ میں
لوٹا پھرتا یہ مائے خوشی کے صبح و شام	وجد میں ہی سایہ دیوار قیصر باغ میں
چار نعموں میں ہو سعدی کی گلستاں کا جوا	بلبلیں کہیں اگر منتا قیصر باغ میں
بر سر شاخ گل اگر بنو کہیں سونے لگا	شو بلبل نے کیا بیدار قیصر باغ میں
اشکبان شوق ہیں شیریں لبوں کے سہماں	بٹ رہا یہ شربت دیدار قیصر باغ میں
کہہ رہی ہے صبور قامتوں سے فاختہ	آؤ بھی بھر علم بردار قیصر باغ میں
لے دل مایوس بے برگی سے افسردہ بنو	لائے گا گل آفتاب قیصر باغ میں
دور ہوں گی کلفتیں مٹ جائیں گی کاہنیاں	لالہ ہی بے داغ گل بخار قیصر باغ میں
سائہ بال ہما کیا ڈھونڈتا ہی لے امیر	بیٹھو زیر سایہ دیوار قیصر باغ میں

اور بادشاہ کو اس طرح یاد کرتے ہیں۔

ہی لکنؤ کی جان تو کلکتے میں امیر خاک لے میری آنکھ کو اب لکنؤ پسند
اور بھی جا بجا یاد وطن میں اشک ریزی کی ہو۔ فرماتے ہیں۔

گردش سخت کہاں سے ہیں لائی ہو کمال
 اک عمر ہو گئی کہ اقامت سفر میں ہے
 منزلوں وادی غمت سے وطن دور رہا
 نقشہ مگر وطن کا ابھی تک نظر میں ہے
 شام غمت میں یہ ہر روز خیال آتا ہے
 لے خد ہم بھی کبھی صبح وطن دیکھیں گے
 تعلق ریاست اگرچہ ابتدا ہی سے طبیعت موزوں واقع ہوئی تھی اور فکر
 راحم پور سخن سے دل بستگی تھی مگر بعد تحصیل و تکمیل علوم دہلیہ

استاذ مرحوم کو شریک جانب میدان خطر زیادہ ہوا اور حضرت اسیر کا تلمذ اختیار فرمایا
 استاذ امیر سلطان عالم واجد علی شاہ کے مصاحب خاص تھے اس لیے جناب
 امیر بھی دربار شاہی میں پہنچے۔ وہ پہلے پہل ۱۲۶۹ ہجری میں باریاب دربار شاہی
 ہوئے اور دو کتا میں ارشاد السلطان و ہدیۃ السلطان تصنیف فرما کر پیش کیں اور
 خلعت فاخرہ اور انعام سلطانی سے شرف حاصل کیا۔ پنا جو نیک بادشاہ خود سخن
 سنج اور سخن شناس تھے حضرت نے استاذ کی یہ قدر دانی بھی فرمائی کہ شاہی
 مشاعروں میں شریک کئے گئے۔

ہر چند زمانہ شیخ ناسخ و خواجہ آتش کو رخصت کر چکا تھا مگر ان دنوں بالکل
 کے بہت سے شاگرد جو بجائے خود استاد تھے لکھنؤ میں موجود تھے اور مشاعروں
 سے کوئی دن خالی نہ جاتا تھا۔ جناب مرحوم بھی طرہ مشاعروہ پر غزل لکھ پڑھتے تھے
 اور اساتذہ فن سے داد سخن لیتے تھے۔ بادشاہ کی بیچ میں بھی بلیغ و قصائد لکھ کر پیش
 کرتے۔ اس طبع آزمائی اور مشق سخن کے زمانے میں ایک ضخیم دیجم دیوان لکھا
 و قصائد اردو کا مدون ہو گیا تھا لیکن انتزاع سلطنت اودہ اور حوادث دا دیگر
 خدراور ہر بادی لکھنؤ کے ساتھ جہاں اور سامان و اسباب غارت ہوا اور

بھی تلف ہو گیا۔

خدر کے فرو ہونے کے بعد ۱۲ ہجری میں نواب یوسف یلنخاں بہادر متخلص بناظم فرمانرواے ریاست رام پور نے جومون، غالب اور اسیر کے شاگرد تھے حضرت مرحوم کا آوازہ سخن سن کر کمال آرزو اور عزت کے ساتھ رام پور طلب فرما کر حاکم دیوانی حسین کالقب مفتی عدالت تھامقرر کیا، اور آخر میں ان سے مشورہ سخن بھی فرمانے لگے۔

نواب ناظم کا پہلا دیوان جو عرصہ ہوا چھپا تھا اور اب کم یا سچے وہ مرزا غالب کا دیکھا ہوا ہے

شادابی خیال، نوے ترکیب، جدت مضمون، لطافت زبان اور متانت بیان اس دلفریب کا زیور ہے۔ دیوان ہمیں 'معنی دار خوبی اور نگارستان محبوبی ہے اس دیوان میں ایک یہ بات مرزا کے اردو کلام سے زیادہ ہے کہ اخلاق ہمیں مگر خیال اچھوتا زبان پاکیزہ، طرز ادا دل نشین ہے۔ یہ سخن سرائی معنی آرائی سفر اوارہ صدر ہزار آفریں ہے۔

حاکم کو جولائی سنہ ۱۲۶۹ میں خوابیدگاں تڑپت گاہ تقدس کی توجہ اور (رباعی) فرخندہ جہان بے مثالی + مدوح ادانی و اعلیٰ + پیرائہ صدق و مایہ فضل + شمس العلماء جناب حالی - کاشانی زيارت پانی پت نے کیا۔ میں ایک روز یہ مسودہ ان کو سنارہا تھا جب اس مقام پر پہنچا تو مولانا نے فرمایا کہ "نواب مصطفیٰ خاں صاحب شیعہ فرماتے تھے کہ ایک روز مرزا غالب نے مجھے یہ مطلع سنایا، میں نے بہت تعریف کی تو فرمایا کہ "بتیا میں تو یہ شعر ناظم کو دے چکا"۔ مطلع، خوشی جینے کی کیا، مر نے غم کیا + ہماری زندگی کیا اور ہم کیا۔ ۱۷ ثانیہ

اس نوان کے علاوہ جو کلام حضرت امیر اور استاد مرحوم کا دیکھا ہو ہی وہ بھی نیت سے خالی نہیں ہے۔

جب نواب ناظم نے رحلت کی اور شہرہ جہری میں نواب کلب علی خان بہادر سند نشین ہوئے تو ان کو فن شعر میں باپ سے بھی زیادہ انہماک اور شغف تھا اور رام پور ان کے عہد مبارک میں رشک شیراز و صفا ہاں ہو رہا تھا صلیحی طاشعرا خوش نویس، غرض ہر فن کا کامل نواب کی قدر دانی اور فیض گستری سے کامیاب تھا۔

جو لوگ نظر دوڑیں رکھتے ہیں اور زمانہ شناس ہیں وہ دیکھ سکتے ہیں کہ اگر اکبر اعظم کے دربار کا ہلکے رنگ کا خاکا بہادر شاہ ظفر کا عہد اوڑھی ہوئی دلی کا نشانِ خلد آیشانی رام پور تھا۔ آداب دربار مجالس سخن و محافل دانش و فن میں فرو شوکتِ سلاطین مغلیہ کی جھلک رام پور ہی میں پائی جاتی تھی۔
شعرا میں اس وقت جیسا سیر، بحر، قلق، داغ، جلال، غیر، عروج، ہیم کے سے اساتذہ فن نواب کے خواں بدل احسان سے فیض پذیر تھے۔

مرزا غالب بھی کبھی کہی اگر جینے دو دو جینے نواب کے ہمان رہتے تھے،
اک بار رام پور سے رحلت ہوئے تھے کہتے ہیں۔
ابے دلی کی طرف کوچ ہمارا غالب آج ہم حضرت نواب کے بھی مل آئے
اسی غزل کا یہ شعر ہے۔

دیدہ خوں مار ہی دستے لے آج ندیم دل کے کبڑے بھی کسی خون کے شامل آئے
مومن مرحوم بھی رام پور آئے تھے وہ نواب ناظم کا عہد تھا چنانچہ

فرماتے ہیں - ۷

دلی سے رام پور میں لایا جنون کا بوش دیرانہ چھوڑ آئے ہیں دیرانہ ترم میں مہم
 دربار مسائل معقول و منقول اور شعر و سخن کے فروع و اصول کا جولاں لگا
 تھا۔ مشاعرے بھی ہوتے تھے اور نواب و امیر اس مجلس کے میر مجلس تھے
 نواب بھائی باہستعدا اور نقاد سخن تھے بہت مذہم و عزم سے مشورہ
 سخن تھا اور نواب کی ناز برداری اور قدر افزائی نے ان کو رام پور کا پابند کرکما
 تھا۔ اور انہی کو وہ اپنا وطن سمجھتے تھے۔ مہم برس رام پور استاد کا سکل با
 نواب کی رحلت نواب کے انتقال کے بعد حزر عظیم الدین خاں بہادر
 حضور نظام سے مرحوم مدار المہام رام پور نے امیر اللغات کی سرپرستی
 ملاقات، سفر فرمائی اور استاد اس کی ترتیب میں مصروف رہی مگر نواب
 حیدر آباد وفات کی مفارقت اور بزم سخن کا درہم دہریم ہو جانا ان کے دل پر بہت
 حسرت آیات شاق تھا چنانچہ اسی دلکش صحبت کی یاد میں فرماتے ہیں
 کہاں ہم لے امیر اب اور کہاں لغ یہ جلسے ہو چکے خلد آئیاں تک
 کہ اس دوران میں حضور نظام والی دکن کی طرف سے متواتر تحریکیں طلب میں
 شروع ہوئیں استاد کی جانب سے امر و زفر دا ہوتا رہا۔ اور ضعف پیری اور بے
 بول کے دورے بھی مانع سفر رہے لیکن حضور نظام جناب امیر کو نہیں بھولے
 اور بالآخر انہوں نے آغاز سنہ ۱۲۸۶ھ میں کلکتہ تشریف لے جاتے ہوئے باصرار
 تمام لکھا کہ ہم سے بنارس میں ملو۔ چنانچہ استاد بنارس میں شرف حضور سے
 برہ در ہوئے۔ نظام نہایت عزت و احترام سے پیش آئے جناب

مرحوم نے ایک نظم جو اثنائے راہ میں بند گان عالی کے لیے لکھی تھی پڑھ کر
سنائی جو اس قدر مطبوع طبع ہشرف ہوئی کہ کہاں شوق خود بانہ بڑھا کر
لی اور ہر کتاب چلنے کے لیے صرار فرمایا۔ اساذ نے بلطائف الجیل "مالا چاہا
مگر حضور کے سامنے کیا پیش جاسکتی تھی۔ مجبوراً کٹنا پڑا کہ میں ریاست رام پور
کا نمک پروردہ قدیم ہوں بغیر حصول اجازت یہ مبادرت و جہارت نہیں کر سکتا۔
وعدہ کرتا ہوں کہ انشاء اللہ آغاز گرام میں بعد حصول اجازت شرفیاب حضور کی
ہونگا۔ اور اپنے عواض و ضعف کی بھی شکایت کرتے ہوئے ہمراہی سے معذرت کی
ظاہر کی

اس موقع پر بنارس میں جو سدس بند گان عالی کے سامنے پڑا تھا اس کا
ایک بند ہم کو ملا ہے فرماتے ہیں :-
یہ سخن وہ ہے جو ہے روح سخن جان سخن روح سلطان کی ہر کیوں نہ سلطان سخن
شان دربار کی ہر ہے شان سخن ہاں سخنوری گو ہے یہ میدان سخن
ہوں سب اشعار رسیلے کہ بنارس ہے
شش جہت میں ہو یہ غمرہ کہ مسدق ہے

بنارس سے واپس ہونے پر ایفائے وعدہ کا خیال ہوا اور بڑی مشکل سے اجازت
حاصل کرنے کے بعد تیلہ سفر کیا اور خلف اوسط منشی لطیف احمد صاحب اختر اور
تلمیذ رشید حافظ جلیل حسن صاحب مانکپوری اور چند ملازمین کو ساتھ لیکر
حیدر آباد روانہ ہوئے۔ چونکہ اہالی حیدر آباد کو اساذ کی روانگی کی اطلاع ملے
چکی تھی اس لیے اجمادی الاول ۱۲۸۱ھ ہجری کو حیدر آباد کے اسٹیشن پر

اراکین و عائدہ شہر کا استقبال کیلئے ہجوم تھا اور وہ سب بڑی شان و آبرو کے ساتھ جناب مرحوم کو شہر میں لائے۔ اعیان حیدر آباد کی جانب سے ممانداری کا اصرار ہوا مگر اسٹاف نے نواب مرزا خاں صاحب دلاغ کے اصرار پر پھر سے انیس کی مہمانی قبول فرمائی اور انیس کے مکان میں فروکش ہوئے اور مدت وہم فنی نے کسی دوسری جگہ رہنے کی اجازت نہیں دی۔ لیکن بہنوڑ صعوبات سفر اور کسل راہ سے ہوش بچانے کے لئے کہ زمانہ فسوں ساز اپنی چال چلا اور جناب مرحوم ایک مہینے نوروز مبتلائے آلام رہ کر ۳۷ برس ۱۰ ماہ کے سن میں بتاریخ ۱۹ جمادی الآخر ۱۲۸۱ ہجری مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۰ء بمقام حیدر آباد دکن نہضت فرمائے خلد بریں ہوئے۔ افسوس! وہ نورانی پیکر جہاں فن و ہنر زیر خاک اور وہ صحبت دل آرا و جان پرور خواب فراموش ہو گئی۔ کسی نے۔

”لسان صدق فی الآخرین“ تاریخ رحلت کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حالت مرض میں نواب فیض الملک مرزا دلاغ اور پنڈت رتن ناتھ سہرٹا بیمار داری میں مصروف ہوئے اور مہاراجہ کشن پرشاد وزیر بری کئی بار مرزا پرسی اور عیادت کے لئے تشریف لائے۔ اس عیادت کے شکرئے میں جناب مرحوم نے چند باعیاں حالت مرض میں مہاراجہ صاحب کو لکھ کر بھیجی تھیں ایک ہے۔

ہے آپ کا اخلاق جو ہمدرد مرا شک دیم عیسیٰ دیم سہد مرا

فرماتے ہیں ہر روز عیادت میری درماں مرے حق میں ہو گیا درد مرا

حضور نظام کو جب اس حادثے کی خبر ہوئی تو بہت رنجیدہ ہوئے اور بار بار اظہار تاسف کیا۔

مہر زاد غ کو کمال پریشانی اور اضطراب ہوا اور نئی عالم سر اس کی مین حسرت
 انگیز مطلع اُن کی زبان پر آیا
 خاک اس سے عشق سے چھوٹی تھی دشت میں مجنوں کی مٹی لائی تھی
 اور تین تاریکیوں وفات اسان میں نظم فرما میں جنگے داد ہا سے سال حلت
 یہ ہیں۔

ہے دعا ہی دماغ کی تاریخ بھی قصر عالی پہلے جنت میں امید
 آج اس غم کی یہ کمی تاریخ اب ہو آہ دل پہ دماغ امیر
 مل گئی تاریخ دل سے دماغ کے آہ لطف شاعری جاتا رہا
 اور راجہ راجایاں مہاراجہ کشن پرست دہادار شاہ و تخلص وزیر اعظم دولت
 آصفیہ نے یہ قطعہ وفات نظم کیا۔
 رازدار جہاں امیر رفتہ فریاد گفتہ رضواں کہ گشت فروں آباد
 گفتیم دعا یہ چنیں سال وفات محمود بود آخرت او ایسے شاد
 حضرت شوکت نے تاریخ کمی

مفتی بود کہ در علم و عمل یافت فتواش قبول حسنی
 منشی بود کہ انشا می کرد نوک کلکش تر دمازہ جہنی
 اوست مینائی و جامی از سے و ام کردہ ہمہ شیریں سخنی
 رشک بردہ فلک مینائی ہم لقب دید و و جید الزہنی
 سنگ زد بردل مینائی ما کار چرخ ست ہمہ رنگ زنی
 اہندادہ بر پیش ز وطن عاقبت گشت ز چہاں شکنی

سال اس ساجھ شوکت پر سید ہاتھش گفت بصد سینہ زنی
من غمدیدہ چگویم درباب حال و سالتش ز غریب الوطنی
وفات استاد پر جناب شوکت نے ایک مہر س ہی کما تھا جسکا آخر میں سال وفات اس
طرح نظم کیا تھا۔

ہا آفتہ غم سال مینائی بخواند آن قبح بکست و آن ساقی نماند
تاریخ وفات از حضرت جلال لکنوی

کجا امیر کجا سر زمین ملک دکن کہاں تھا سکن، دفن کہاں ہوا نصیب
جلال لکنویہ تاریخ ان کی رحلت کی امیر ہو گئے صدوائے ایک مہر غریب
جامع مکتوبات سنہ ۱۹ء میں بمقام رمپور حاضر خدمت استاد ہوا تھا اثنائے
گفتگو میں مجھے ارشاد فرمایا کہ عنقریب حیدر آباد کا قصد ہی راہ میں بمقام اگرہ پیرے
پاس قیام ہوگا، اور قبل روانگی اطلاع دی جائے گی۔ مگر پھر معلوم ہوا کہ جب
اگرے کے کمیشن پر پہنچے تو گاڑی سے بوجہ ضعف نہیں اترے اور بلا توقف
راہی حیدر آباد ہوئے۔

جب رحلت استاد کی خبر ہندوستان میں منتشر ہوئی تو اہل فن پر حسرت و
افسوس کا اہم طاری ہوا اور بزم سخن بزم ماتم بن گئی اور ہر گوشہ ملک سے اظہار
ملال کی آوازیں بلند ہوئیں۔ معینوں مضامین تعزیت اخبارات اور رسائل میں چھپی
ری اور ارباب سخن نے کثرت سے تاریخ ہائے وفات لکھ کر اپنا رنج و غم ظاہر
کیا۔ اور ایک مجموعہ بہت سی تاریخوں کا کتابی صورت میں شایع کیا گیا سی
اردو سے معالجہ میں جناب شوکت نے ایک مضمون بعنوان امیر کا ابتدا

اور انتھائی کلام شائع کیا ہے جس سے ان کی شاعری اور موزونی طبع کی فی الجملہ کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ وہ ہم اس جگہ بچسہ نقل کرتے ہیں۔

امیر کا ابتدائی اور چرچہ کی ابتدا چونکہ بہت خفیف ہوئی ہے
انتھائی کلام اس لیے لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے

لیکن جب وہ باتیں مہتابے کمال کو پہنچ جاتی ہیں اس وقت ہماری آنکھیں ان ابتدائی خفیف باتوں کو ڈھونڈتی ہیں جنہوں نے ان کو معدلہ کمال پر پہنچایا۔ اس کا خیال تو اکثر لوگ کرتے ہیں کہ یہ بچپن ہی تو اس کا شباب کیا ہو گا؟ لیکن ایسے لوگ بہت کم نکلیں گے جو عمر رفتہ کی یاد تازہ رکھیں اور اس سے سبق لیں۔ چونکہ میرا افسرہ اور مرا ہوا دل اسی لیے بنایا گیا ہے کہ گزشتے ہٹوں کی یادیں روکاریں اور ان کے انجام کو سوچا کرے اس لیے سوا اس کے اور کوئی مضمون مجھے ملتا ہی نہیں کہ ان کی باتیں کروں اور سرد مہنوں اس کے قبل اردو معلیٰ کے کسی پرچہ میں "انیس کا ابتدائی اور انتھائی کلام" نذر ناظرین کر دیا ہے اور ایک دوسرے میسجائے سخن یعنی حضرت امیر مینائی مرحوم و متوفی کا ابتدائی اور انتھائی کلام سناتا ہوں۔

میرے جلیل القدر دوست حافظ جلیل حسن صاحب جلیل بیان فرماتے تھے کہ حضرت کو بچپن ہی سے شاعری کا چمکا تھا یہ خبر جب ان کے والد ماجد کو پہنچی تو ایک دن شب کو جبکہ منشی صاحب مرحوم بیٹھے پاؤں دہا رہے تھے ان کے والد ماجد نے پوچھا "میاں بیٹے منہ ہی کہ تم شعر کہتے ہو ذرا ہم بھی سنیں گے" را

امیر کیسے شعر کہتا ہے؟ سنکر امیر مرحوم پہلے تو بہت انکار کرتے رہے مگر شفیق باپ
 کے محبت آمیز اصرار سے مجبور ہو کر عرض کیا کہ گھر میں سب لوگ کہا کرتے ہیں
 کہ برسات گزری جاتی ہے اور بارش نہیں ہوتی ہی مضمون کو کہا ہے اور اس متبذ
 کے بعد یہ شعر جو حضرت نے اسی زمانہ میں تصنیف فرمایا تھا عرض کیا کہ یہ
 ابراہیم ہر بار ہر بار بتائیں پانی اس غم سے ہی اوروں کے شکونکی وانی
 یہ سن کے شفیق باپ نے تعریف سے دل بڑھایا کہ یہی شعر تو بہت صاف
 ہے اور مضمون بھی سچا لیکن مٹا اس ابھی اس مشغلہ کے لیے موزوں نہیں پہلے
 اچھی طرح پڑھ لکھ لو اس کے بعد شعر کہنا۔ یہ روایت اس زمانہ کی ہے جب منشی صاحب
 پندرہ برس کے تھے ممکن ہے کہ اس کے قبل انھوں نے اور کچھ شعر کہے ہوں
 لیکن عموماً لوگوں کو جوان کی شاعری کا حال معلوم ہوا وہ ہی واقعے سے اس
 لیے اگر ہم اس شعر کو امیر کا ابتدائی کلام کہیں تو سچا نہیں۔ یہ جو کہتے ہیں کہ بچے
 کے پاؤں پالنے میں معلوم ہوتے ہیں بالکل سچ ہے اگر ہم اس شعر کی خوبی
 معلوم کرنا چاہیں تو اس کی آسان تدبیر یہ ہے کہ اسی مضمون کو اسی بحر و قافیہ میں
 موزوں کر کے دیکھیں میرا خیال ہے کہ اس امتحان کے بعد ہر شخص کو یہ کہنا پڑے
 گا کہ سائے کو مست از بہارش پیدا ست۔ پندرہ برس کے لڑکے کا خیال
 تو آپ سن چکے اب دیکھئے کہ بہتر برس کا شائق سخن کیا کہتا ہے؟ ۱۵۱۵ ہجری کا
 واقعہ ہے کہ جب امیر مرحوم نے حیدرآباد کا سفر کیا جو حقیقتاً ان کا سفر آخرت تھا
 تو انہوں نے ایک ماہ میں اعلیٰ حضرت حضور نظام کی مدد میں تصنیف فرمایا تھا جو
 چھپ چکا ہے اور وہی انکا آخر کلام سچا جاسکتا ہے۔ لیکن حقیقتاً اس کے

بعد بھی انہوں نے ایک غزل کے چند شعر کہے تھے جس کا مقطع جو حقیقت
 میں امیر مرحوم کی شاعری کا مقطع ہے ان کا انتہائی کلام ہے اور وہ یہ ہے کہ
 شاعری میں امیر کی خاطر میر اپنی زبان چھوڑ گئے
 افسوس ہے کہ میر ہرگز ان کی زبان خالی باتیں نہ کہتی ہیں ہاں مجھے اُستاد
 مرحوم کا یہ کہنا کسی طرح نہیں بولتا کہ
 ہے آج جو سرگذشت اپنی کل اس کی کہانیاں نہیں گی

جس کا فطرتاً جلیل صاحب مارہروی نے جو حضرت اُستاد کے احباب میں
 سے ہیں کیا خوب تایید و فائز کی ہے جس سے ان کے حالات و اخلاق پر بھی
 روشنی پرتی ہے۔ چونکہ تاریخ مذکور بدیر وصول ہوئی اس لئے یہاں دج کی جاتی ہے

دلت لہر شاہو کشتی امیر حوامیر	انگہ قد و شعر لہر دلت او بود چہل	مکسر نفسہ کا ذی لہرام کہ گئے	جزبہ انقلاب ہرگز نہ نہ
انجوا کی ناصیغہ کی سکھش شد امیر	لوشتہ و بھل اب ذار تغیر	اموند و بختشاد و بر و بھر گشت	جید آباد کن غنہ و دق و بھلی
نقش بند کا زنون اندر کش کا	حسن بہت و حسن بہت ہر دو بھو بھو	دق و بخت سہمی ہری نور	ازدہم ہم ز قہم ہم ز قہم ہم اندام
یا مخالف ہم ہی فی و قطار کٹر	امو سے خیر و غیر ہوتے	در نمون مختلف تصنیف و تفسیر	بیر نہ نہ خدا مدد و نصیب
شد بند و ستار شد لاکھ لاکھ	یا فکرت ہجو ہم و ذرا التماس	آخرش نصار دیا امن کی بول	دری و بھو کن نہ دد و بخت بھو
ماند نخل میں کہ باشندیں	آب و ہوا کی پینا تاناب زانیا و قطار	الغرض منزل غم و غم و غم	ظاہر صراحت و بھو بھو
لیکھ باطن بلا کھ کھ	دو کوئی غم نہ کہش ہم و بھو بھو	ہم ملاسا بھو بھو و بھو	نایہ و بھو بھو و بھو
رحمت ارضی را ہم و بھو	کشتید و بھو بھو بھو	تور و بھو بھو و بھو	بھو بھو بھو بھو

مصرعہ تایید رحلت حسب ماضی و حال جلیل

ہاں نیا دیکھ کس مہرین خود اطرار

تصنیفات و تالیفات	جناب مرحوم کی تصنیف و تالیف سے بہت سے رسائل و مسودات غیر مرتبہ نگارشہ خدی میں ضائع و برباد ہوئے اور
۱۸۹۹ء میں مکان مسکونی میں آگ لگ جاتے سے تلف ہو گئے جس کا تفصیلی حکم نہیں ہے۔ البتہ جو تحریریں تربیت پائیں اور جو کتابیں مکمل ہو کر شائع ہو گئیں ان کا ذکر بیان کیا جاتا ہے۔	
ارشاد السلطان و ہدایتہ السلطان	یہ دونوں کتابیں جناب مرحوم نے قبل از غدر تصنیف فرما کر واجد علی شاہ بادشاہ اودہ کے حضور میں پیش
دیوان غزل و قصائد اردو	کی تین جن کی جلدیں سرکار شاہی سے خلعت اور انعام مرحمت ہوا یہ ابتدائی کلام تھا اور ایام خدی میں تلف ہو گیا، لکن نو کی مشاعروں کی طرحی غزلیں اور بادشاہ اودہ کی شان
سمرۃ بصیرت	میں قصائد اور مختلف نظمیں تھیں۔ اس دیوان کا نام غیرت بہارستان تھا الفاظ عربی و فارسی جو خلط زباں زد اور شتمل میں ان کی تصحیح و تصحیح فرمائی تھی اور کلام اساتذہ متقدمین اور متاخرین سے سندیں
بہار ہند	دی تھیں۔ ۳۰ یا ۴۰ جزو کی کتاب ہے۔ اس میں اردو مصطلحات و محاورات کو ایک جگہ جمع کیا تھا اور سند میں اساتذہ کا کلام درج کیا تھا۔ اسی لغت کو وسعت دیکر امیر اللغات کو
نور تجلی ابرکرم	مبسوط شکل میں لانے کا قصد تھا۔ یہ دو مثنویاں کلام سابق سے شتمل برجکایات و روایات اخلاق و معرفت ہیں

دیوان قصائد وغیرہ اُردو	صنفاۓ کے بعد اس کے طبع کی نوبت نہیں آئی اس میں قصائد رباعیات انیسے تفسیریں اور
مختلف نظمیں ہیں امیر اللغات جلد اول	اردو زبان کا نہایت حاوی و مبسوط و بے مثل نعت جس میں الف ممدودہ کے الفاظ و محاورات ہیں اور چھپ گیا ہے
امیر اللغات جلد دوم	اس میں الف مقصورہ کے الفاظ و محاورات جمع کیے ہیں اور چھپ گئی ہے۔
امیر اللغات جلد سوم	اس میں ہائے موحده اور مثلثہ اور کچھ تائے فوقانی کے الفاظ و محاورات جمع کئے تھے مگر چھپنے کی نوبت نہیں آئی اس کے بعد پانچ جلدیں تالیف کے لیے اور تجویز ہوئی تھیں۔
تلامذہ جیسے صاحب استعداد اور بہرہ ماہ تلامذہ استاد مرحوم کو ملے ان کے اساتذہ معاصرین میں سے کسی کو ایسے بالیاقت شاگرد مہر نہیں آئے ان میں سے ہم چند ایسے اصحاب کا ذکر کرتے ہیں جو جناب مرحوم کی توجہ سے پایہ استادی پر فائز ہوئے اور یہی ان کے سوا اچھے کہنے والے ہیں۔	
نواب ناظم فرمانفرما رام پور	نہایت با استعداد تھے فن معقول نئے طبیعت کو ایک خاص مناسبت تھی
مولانا فضل حق خیر آبادی کے بعد مرزا غالب سے مشورہ سخن، رہا آخر میں منشی مظفر علی صاحب ایمیر اور جناب امیر کو کلام دکھایا۔ صاحب دیوان ہیں۔	

نواب گلبدین علی خاں بہادر	عربی اور فارسی کی تحصیل طالب علمانہ کی تھی اور
نواب مخلص	قابل یاب کے قابل فرزند تھے۔ وہ استاد کی

بہت ناز برداری کرتے تھے۔ سنایا کہ اصلاح کا یہ طریقہ تھا کہ چوہدری غزل
الائہ تھا جناب امیر صلاح دیکر واپس فرماتے تھے نواب بار بار واپس کرتے تھے
اور کوئی لفظ کوئی مصحح کوئی شعر بدلنے کی فرمائش نہ کرتی تھی اس طرح ان کی قول
ایک شاہد عنایت جاتی تھی۔ اہل بصیرت پر مخفی نہیں ہے کہ یہی وجہ ہے کہ نواب کے
کلام کا اور مرآۃ الغیب کی شاعری کا انداز جدا گانہ ہے۔ نواب کے اشعار
لنگہی چوٹی کے مضامین سے پاک اور بیشتر سنجیدہ اور ہامزہ ہیں۔ کئی دیوان
اردو کے اور ایک دیوان فارسی اور چند فارسی تر کے رسالے تصنیف
فرمائے ہیں۔

نواب صفدر علی خاں صفدر	صاحب دیوان ہیں اہل طبیعت و ملت و تہذیب
------------------------	--

نواب بنیاد حسین خاں جاہ	صاحب دیوان ہیں۔
-------------------------	-----------------

جلیل مانیکپوری یہ وہی کہتے ہیں جو استاد کہتے ہیں اور استاد شاگرد
کے کلام میں بہت مشابہت ہے۔ صاحب تلامذہ ہیں۔ در اس شعر ف کے
اہل ہیں

ریاض خیر آبادی	یہ ایک انداز خاص کے مالک ہیں جو داغ سے
----------------	--

مشابہ ہے۔ ان کے چند شعر لوگوں کی زبان پر بطور ضرب المثل کے جاری
ہیں جس سے قبول عام کا نشان ملتا ہے۔ طبیعت میں جدت ہی ہے
مگر افسوس ہے کہ ان کے بعض شعر ایسے ہی دیکھنے میں آئے جو حد تانت

سے خاص ہیں
 واضح ہو کہ تذکرہ خانہ جاوید میں لالہ جی نے اپنی بد مذاقی سے مضطر خیر آباد
 کو بھی حضرت امیر کے ممتاز تلامذہ میں شامل کیا ہے۔ مضطر نے جناب مرحوم کو
 کلام دیکھا یا ہی گلاب وہ استاد سے منحرف ہو گئے ہیں مع ہذا وہ نہایت
 کم سواد شخص ہیں اور گوان کی غزل میں دو ایک شعر اچھے بھی ہوتے ہیں تاہم ان
 کی بہت کم غزلیں ایسی ہوں گی جنہیں شعر مہمل اور مبتذل نہ پائے جائیں اور
 اس لئے میں نے ان کو نواب اور ناظم وغیرہا خوش نوا یا ان بزم سخن کی
 صحبت کے قابل نہیں خیال کیا۔

مضطر ہی کی ایک غزل کا یہ شعر ہے
 دعاے وصل سے کمد و پکار دے پردا کہ سب گھروں میں ہو بیٹیاں سیانی ہیں
 ان کے اس قسم کے اشعار مولوی فرخی صاحب استاد فارسی نواب علی علیہ السلام
 بہادر نے مجھے سنائے تھے جو انہوں نے اپنی ایک بیاض میں منتخب کر کے
 لکھ رکھے تھے من شاہ فیہ رج الیہ۔

اصلاح جناب مرحوم کلام تلامذہ کو نہایت غور و فکر سے ملاحظہ فرمائے
 اور جا بجا تہذیبی اصلاح جو ضروری ہوتی تھی دیتے تھے یہ نہیں کہ شاگرد
 کا کلام استاد کا ہو جائے۔ افسوس ہے کہ اصلاح کے نمونے اس مجموعے کے
 لیے نہیں مل سکے ورنہ وہ ایک چیز ہوتی

جناب شوکت بلگرامی کو ایک نمونہ اصلاح یاد تھا جس میں ایک لفظ کے
 بڑھا دینے سے شعر کو آسمان پر پہنچا دیا ہے۔ ریاض نے کہا تھا

نیم آئی پر شمع مزار گل کرنے وہ صبح ہوئے سے پہلے ہی جل بھی گئی
اساد نے یوں بنا دیا کہ نیم اب آئی پر شمع مزار گل کرنے۔

نظم و شرجنباب امیر مرحوم

شعر المراد من الشعر قيل هو عبارة عن الكلام الموزون المتقن والمتقن بعضه
لفظ المتقن ايسر قايمة کی قید کے رفع ہو جانے سے جیسا کہ بعض کا شعر ہے
بلینک ورس ہی دخل شعر ہو جائے گی۔ پھر اس پر مکمل کا بالارادہ موزوں کرنا
ہو جس سے بعض آیات کلام الہی جو موزوں واقع ہوئی ہیں حد شعر سے خارج
ہو گئیں۔

شعر اے فارس کے نزدیک شاعری تخیل کا نام ہے۔ نظامی عروسی سرمد کی
چہاں مقالے میں لکھا ہے "شاعری صناعتی مست کہ شاعر ہاں صنعت الشاق
مقدمات ہو ہو مکند والیتام تیسرے نتیجہ براں وجہ کہ معنی خورد را بزرگ کند بزرگ
را خورد و نیکو را در لباس زشت و زشت را در حلیہ نیکو جلوہ دہد۔ و با ایہام توت
ہاے غضبانی و شہوانی برا نگیزد تا ہاں ایہام طبع را جفا طے و انقباضے بود و
امور عظام را در نظام عالم سبب گردود۔"

اے رطوبت کے نزدیک شعر عبارت ہے مصوری اور تقالی سے فرق صرف بھری
کہ مصور ما دی شینا کی تصویر قلم سے کھینچتا ہے اور شاعر ہر قسم کے خیالات
اور جذبات اور احساسات کو الفاظ سے دکھاتا ہے۔

حاکم

نک

شعر کا اثر فطری ہے کیونکہ وہ منسوری اور موسیقی سے مرکب ہے اور یہ دونوں اثر کرنے والے ہیں۔ شاعر جانتا ہے کہ جب وہ شعر کہتا ہے تو عالم تصور میں اول کسی خیال یا مضمون کی تصویر کھینچتا ہے اور پھر شعر گوئی کے وقت فطرتاً مزید سیرابی ہو جاتا ہے۔ جس سے طبیعت کو مدد ملتی ہے اور شعر بآسانی موزوں ہو جاتا ہے۔

اسی طرح شاعر بھی ایک طرح کی شاعری ہے صرف وزن اور قافیے کی قید سے بری ہے۔ چنانچہ عربی کے خطبے دل آویزی میں نظم کی عشوہ پردازمی سے کم نہیں ہیں۔ ظہوری کی بیگم نوائی اور علامی ابوالفضل کی دانش آرائی پر نظم قربان ہوتی ہے۔ اس بحث پر بہت کچھ خامہ فرسائی کی جاسکتی ہے لیکن ہم اب اصل مقصود یعنی جناب امیر کے کلام کی جانب متوجہ ہونا چاہتے ہیں۔

یہ بالکل سچ ہے کہ جناب امیر اردو زبان کے بڑے پایہ کے استاد، اور اس دور آخر کے باکمال شاعر بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ وہ اس صدی کے میر و مصحفی تھے۔ تمام ہندوستان میں مرحوم کی سخن سنجی اور معنی آفرینی کی دیہو مکی اور اکثر تلامذہ ان کے فیض سخن سے کامیاب اور مراتب استاد پر قائم ہوئے استاد کے زمانے میں اگر کوئی اسکا مد مقابل تھا تو وہ مرزا دلغ تھے۔ پس یہ کہو یہ دیکھنا ہے کہ ان دونوں استادوں نے فن شعر میں کس تک کامیابی حاصل کی ہے اور ان کے رنگ کلام اور انداز طبیعت میں کیا فرق ہے۔ چونکہ یہ مجموعہ جناب امیر سے متعلق ہے اس لیے اول ہم ان کے کلام سے بحث کرتے ہیں۔

امیر۔ اجنب امیر کو اگرچہ عزادار کے مقابلے میں شہرت کم ہوئی لیکن معنی
باب طبائع میں انہیں کا کلام مقبول ہوا۔ استاد کا دیوان اول مرآۃ العیوب
دناخ یا اہل لکنو، کے رنگ میں ہے۔ اور صنیعۃ عشق میں صفائی اور خوبی زبان
کی طرف زیادہ توجہ فرمائی ہے۔

نکاح

حضرت کی طبیعت میں جدت کم ہے اور کلام میں سوز و گداز بھی۔ البتہ شکوہ
الفاظ متانت بیان اور شاعرانہ لطافت ان کے اشعار میں ایسی ہے کہ جو داغ
کے کلام میں نہیں پائی جاتی۔ وہ صنف سخن پر قادر و استاد ماہر ہیں۔ قصائد
باشوکت و فرکتے ہیں، اور سخنور باسما یہ صاحب علم و فضل ہیں۔ داغ ان
اوصاف سے معرا ہیں۔

آخر عمر میں استاد نے داغ کے رنگ کلام اور قبول عام کو دیکھ کر زبان کی
صفائی اور تاثیر کے پیدا کرنے میں کوشش کی اور اس میں وہ ایک حد تک
کامیاب ہوئے تاہم صنیعۃ عشق کی جلوہ آرائی گلزار داغ کی شادابی کو نہیں پہنچ
واقعی بات یہ ہے کہ امیر کی استاد میں کوئی کلام نہیں کر سکتا لیکن امیر کا
تلمذ استاد لکنو کی ہم نوائی اہل لکنو کلام کا پیش نظر رہا چہ لکنو کی ہیئت شہزادہ سب اور
مائع ترقی و کامیابی ہوئے۔ اگر وہ دلی میں پیدا ہوئے دلی کے ارباب
اکمال کی تہنیتی میر آئی استاد دہلی کا کلام سامنے رہنا اور شاہجہاں آباد

نکاح لاناہ نے میری اس سخن کی تائید کی اور فرمایا کہ "میر کا کلام غلطی سے پاک ہے اور داغ
غلطی کر رہتے ہیں۔" شائبہ۔

کی سوسائٹی سے متنفید ہوتے تو وہ غنور بے مانند اور استاد ارجمند ہوتے۔ پھر بھی اکثر شعرا ان کے لاجواب ہیں، مثلاً

اُن کو آتک ہے پیار پر غصہ مجھ کو غصے پر پیار آتا ہے /
 باغیاں کلیاں ہوں بلک رنگ کی چاہئے ہیں ایک کم سن کے لئے
 پیار غم کی حالت کچھ تم بھی جانتے ہو ایک لک غش کو دیکھو دو دو پھر کو دیکھو
 باقی نہ کوئی دل میں الہی ہو سکتا بارہ برس کے سن میں وہ لالہوں سن لک
 انگلیں تھی پیسے پانی کی چار بوندیں جس دن کچ گئی تھی تلوار ہو گئی ہر

یہ سب سہی، مگر کوئی شک نہیں کہ لکھنؤ کی شاعری بعد آتش و فاسخ کے جناب مرحوم سے اور دلی کی شاعری ذوق و غالب کے بعد مرزا داغ سے زندہ تھی اب شاعری مرچکی اور ماتم باقی رہی۔

خلاصہ یہ ہے کہ نظم میں ان کی بلاغت اور اسادامی کے لیے برہان قاطع تضمین قصیدہ اسادامی مرحوم جناب محسن کا کوری ہے، اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس پایہ کا قصیدہ ہے اس کی تضمین کا حق حضرت مغفور ہی کو حاصل تھا۔ اور نثر میں ان کی فصاحت اور قوت بیان کا اندازہ ان فقروں سے ہوتا ہے کہ جو بطور مثال امیر اللغات میں تحریر فرما سے ہیں، یہ فقرے نثر بلیغ کے نہایت پاکیزہ نمونے ہیں، اور ہر فقرہ ایک شعر کا ہم سنگ ہے۔

داغ لکھنؤ مرحوم کی متوخ طبیعت نے ایک ایسا رنگ اختیار کیا جس کو غزل کی جان اور اردو شاعری کی روح ورواں کہنا سراسر انصاف ہی

ذائق عام نے اس رنگ سے اپنے آپ کو خوب ریگا اور ہر طرف سے اس پر تحسین و آفریں کے پھول برسائے گئے۔

اعلیٰ جذبات اور خیالات سے اسٹاڈ امیر کا کلام مالا مال ہے۔ برخلاف اسکے ادنیٰ جذبات اور خیالات مرزا داغ کی شاعری کا سرمایہ ہے۔ داغ نے عشق سے مراد ہوسنا کی اور نفس پرستی لی ہے اس لئے ان کی شاعری مہج جذبات عالیہ نہیں ہے۔ جذبات عالیہ کا تعلق حسن و عشق سے ہے اور داغ کے اشعار خواہشات نفسانی اور جذبات حیوانی سے لہریز ہیں مرزا کی شاعری ادنیٰ ہے البتہ زبان ان کے مضمون کے لئے جان پر زبان کی بے تکلفی اور شوخی عیاں ہے ان کی شراب کو دوا آتشہ کر دی ہے۔

مگر اب کہ زمانے کے پاتوں قدیم شاعری کا دفتر آبِ سیدہ اور گہ اختہ ہو چکا ہے، داغ سا شاعر بھی خاک ہندوستان کو خائب ہونا دشوار ہے۔ تو ہوسنے کی چیز نہیں خوب یاد رکھو۔ اسے داغ کس طرح بچے دن سے ملا رہا ہے

سہ مولانا حنی فوہ نے ہیں کہ جناب صدر المدین خاں صاحب آئروہ صاف شعر کو پسند کرتے تھے اس لئے اسٹاڈ داغ کے مداح تھے۔ ثناء ہے۔

لطیفہ۔ پہلے پر جان میں چہ ہے کہ مرزا داغ سیدہ نام ہے شعلہ کا بجک ہی ایسا ہی تھا میں میں غریب تھی کلا خشک نہ تھا۔ اب سینے۔

آئی میں یاد رکھا تھا وہی جب اب برونہ تھا اب سیدہ کی ہمد سے میں کیا کہیں کہ مرزا داغ کی شاعری میں موجود ہے مرزا داغ نہیں یا تم کہ ہوس سے خست ہوئی کے مولانا نے کوئی دفعہ مرزا کو لکھا کہ میں یہ شعر خوب پسند کرتا ہوں کہ مرزا فرود یا سہاں سیدہ چر دو کہ غریب عہد بہرست۔ چشم بیکوں اب شان و آبرو۔ است

فرق مراتب

جناب امیر کے کلام میں اگرچہ سو فوگداز کم ہی مگر مزاد و اغ تو اس دولت سے بالکل ہی محروم ہیں
استاذ کی جامعیت اور اصناف سخن پر قدرت ایک امر مسلم ہے اور ان کے کامل الفن ہونے میں کوئی کلام نہیں، ان کی شاعری ہمارے لیے دلیل راہ ہوگی اور ان کی نصایف سے سبکو بہت کچھ امید نفع کی ہے۔
مرزاغ کی غزل سے اگر ہم کچھ سیکھ سکتے ہیں تو وہ شوخی اور زبان کی صفائی ہے۔

اب ہم جستہ جستہ جناب امیر کا کلام مع مختصر نوٹ کے پیش کرتے ہیں

نظم

از دیوان مرآۃ الغیب

اگر لکھنؤ کی شاعری یا آتش و ناسخ کا انداز کلام دیکھنا، اور اس زمانے کے خیالات اور احساسات کا پتا لگانا ہو تو مرآۃ الغیب دیکھو لیکن میرا یہ انتخاب اہل دہلی کے مذاق کے موافق ہے۔ اور ایسے اشعار دیوان میں کم ہیں۔

مے ہی سامنے دامن اٹھا کر نازی چلنا عجی سے ہر گلہ لٹامے چاک گہیاں کا
جگر کو دوں کہ دل کو دوں تہا کیا کہ قاتل کہ دوپہا سوں میں ہی پاک قطرہ آب کا پینچا

پہلوں میں میرے دل کو نلے در و کر تلاش
 در و کر تلاش کو بہانی میری انکی چھتر چھاڑ
 ہر جگہ جوش محبت کا نینا عالم ہوا
 روکنا فرقت میں انگوں کا نہیں اچھا میر
 ہوا شید تبسم جگہ کہ دل یار ب
 لے برق تو ذرا کہی تڑپی غم گئی
 گم گشت دل کی تا کجا جستجو کریں
 خنجر کو چوس چوس کے کتے ہیں پیر زخم
 وہ اور وعدہ وصل کا قاصد نہیں ہیں
 عزالے لیکر گراہی گلا شمشیر قاتل سے
 پتیلیاں تکی تو پھر جاتی ہیں دیکھو دم نرا
 کانٹوں سے کو سنبھال لینا
 اس دل پہ ہزار جان حد تے
 سوال وصل کا کرنے سے یہ ہوا حاصل
 آنکھ کھتی ہے یہ دل سے کہ کرے گی برباد
 اب اسی دیوان سے وہ اشعار
 دل آویز اور الفاظ شگفتہ نہیں اور مضامین شان غزل کے خلاف ہیں
 اور سوز و گداز جو غزل کے لئے ضروری ہے اس کا بھی نشان نہیں
 کچھ لے گئے ہیں زانغ و زغن کچھ سنگے کا
 لڑائی بعد مرگ ہی خوش فرید کا

۲
 ۵

وہ یاد ابن ساقی کو ترپیں دیویوں
 ہوں ہ مجنوں جہاڑنا ہوں اٹکے میں ایک صبح
 حلقہ لگیسویں پائی نقد دل دیکر، جگہ
 آواز صور سن کے کہا دل نے قبر میں
 بدل کے شکل ڈرا تا ہی کیا مجھے دشمن
 اب سیر باغ وصل کہاں اور ہم کہاں
 لیلیٰ کے نائے کو جو کیا سارباں فیروز
 بسل ترپ ہیں نکلتا میں ہی دم
 کہاں جاتا ہی اپنی فکر سے اس چشم کا مضمون
 تیر برتی ہی نظر اس ترک کی مجھ پر امیر
 نشہ کے دورے پار کی انگلیوں میں ہیں امیر
 مشاعرے سے جس کیوں چھین لجاتے
 داغ کہا کہا کے کروں اپنی میں اوقات سر
 وہ چاٹ دوں کرے نہ نہشت شرابی
 تخت دل پرستہ نکلتے ہیں چہرے کے ساتھ
 وقت شبناز لکٹ جاناں کو دیکھنا
 اسی زمین میں جناب محسن کا کو روی نے کسی زمانے میں طبع آزمائی کی تھی،
 فرماتے ہیں:-
 حالت نہ ہو چھے مرے شیب شباب کی
 دو کر وٹیں تیں عالم غفلت کے خواب کی
 (دوٹ پرستہ دیکر)

رے عرق فشاں پہ ہر سرفی شراب کی شبنم سے بگی ہوئی نوا قتب کی
 ہونے نہ پائی خشک ہی تر دامن مری محشر میں دھوپ ڈبلنے لگی آفتاب کی
 آفتاب کو کہی خیال ہو میرا یہ وہم ہے جاگیں مرے نصیب یہ باتیں میں احباب کی
 دم توڑنے لگا جو تراست چشم ناز وضو اس نے روح پہنچ گئے بھی شراب کی
 محسن بہت ہی سست لگی تیرے غزل گویا کہ اس میں کی مٹی خراب کی

از قصائد

در نعت شریف

الفا آدم میں پر حمد و حمد میں ہے مد کا سبب یہ کہ وہاں سایہ تھایاں ساتھ آگد
 جو انگلیں ہوں تو نام پاک پیدا کی گئی کہ آغوش احد میں جنود گریہ ہم احمد کا
 وہی سایہ وہی قد تھا کہ تھے ظل خدا حضرت جد کو نہایت انوار ہی حرف مشہد کا

بیوقوف سے مولانا سانی نے اس مطلع کی اور نیز جناب حسن کے قصیدہ غنیمت کے اس مطلع کی سے
 سنا مایوسی سے نقش ہاموں اب وجد کا داستان محبت میں سبق حق مجھ کو بوجہ کا
 بارہا تعریف کی اور تیرے قلم سے یہ دونوں شعر ہی یہ سن کر دہن سے غبار ہے ۔
 واضح ہو کہ جناب کی قطع نظر اس کے کہ وہی نامی اور دو کے مشہور ناظم داتا ہیں
 وہ سب سبھی میں باج اپنا نظیر نہیں ۔ کہتے

مولانا سنبھلی نعمانی مجھے فرما سکتے تھے کہ کیا جیسا ہو کر گئی شہادت کے شعر کی میرے دل میں
 بہت وقعت ہوئی ہے کہ جناب میں نے اسے مولانا سانی کو سنایا وہ انھوں نے اس کی پروا نہ کی
 تو میں فوراً ہی وہ شعر نہ ہی منہ سے گر گیا ۔ ۱۲ نقاب

گماں ہوتا ہی جنت سے وہی اتر اعبا ہو کر اٹھا رکھا تھا جو اللہ نے سایہ محمدؐ کا

از قصیدہ دیگر

در بیان بہار

طوبی سے جا کے خلد میں بیو نہ ہو گئی ایسی برہی ہر ایک گل و یا سمن کی شاخ
اللہ سے بہار کہ رنگت میں بڑھ گئی در جان کی شاخ سے ہی غزال ختن کی شاخ

از قصیدہ دیگر

در مدح عدل محمدی

حکم آپ کا جس دوز سے ہی مختب شرع ہی زخم کے بھی جو کو اندیشہ تعدیر
عاشق کا دل آزار نہیں غم بہ معشوق اس درجہ ہی آوازہ الصاف جہا نیگر
دیوانہ الفت کا ذرا دل جو کر ہے غل کیسے محبوب کرے صورت زینخیر

در مدح اسب محمدی

تیزی کا تصور دل مجرم میں جو گزرتے ہزارے سے قاصد کے نہ نہرے کسی تقصیر

از قصیدہ دیگر

تمہید در بیان شدت سرما

سر میں آئے ابر کے لکے ورق آتش کدے کا پڑنے لگے نچے سبق
پیارے طفل غنچے ثوبر و عجوز بھی ہا آئے کہ نال کاٹنے کی میں ہوں مستحق
بچے نہ بچے لوگ پڑ پائیں ضرور ہا اگلاے دور سے جو فلک آتش شفق
اکن ہیں سب کے سب یہ عالم کوہی گماں پڑتے ہیں کانپ کانپ کے لڑکے جو نام حق

از دیوان لغت

خج آپ کا ہر دم تو قد آپ کا ہے شمع پروانہات بھرہوں میں ذرہ تمام درن
 آئینہ ہی بختن و چارہ یا ر کا نہ نقطے میں چارہ حرف میں پانچ آفتاب کے
 شہیدی کے مشہور قصیدہ نعینہ پر جناب محسن نے طبع آزمائی فرمائی ہے
 حضرت امیر نے اس کو تعین کیا ہے اور حق یہ کہ جس شان کا وہ قصیدہ ہو سکی
 ہی اس کی تحسین بھی ہو۔ ایسے طبع قصیدے پر ایسے پر زور مصرعے چسپاں
 کرنا شانزدہی کا کام تھا۔ دو بند اس تعین کے لکھے جاتے ہیں۔

میں لسم اللہ آزادی ہوں سپر تلخ ہو مکا الف آوارگی کا رست نقشہ پہرے قد کا
 بحر دنگتہ اول ہی میری مشق عجز کا منانا لوج دل سے نقش ناموس اب حکا
 دبستان محبت میں سبق تھا جھکوا بچ کا

دم تحریر پرے ذوق سے بڑھ جا تو کستی قلم کے نکلیں آنسو ہو جو شخند شادی
 شمول اشک شیریں لوت اتنی تو پہنچ سکی البی بیل جاے روشنائی میرے ناکی
 بڑا معلوم ہو لفظ احمد پر سیم احمد کا

گو ہر انتخاب دیوان مفردات ہی جس میں بعض وہ اشعار بھی داخل ہیں جو
 وقت بعد وقت تلف شدہ دیوان کے یاد آئے سنہ ۱۳۸۶ ہجری کی تصنیف اور
 تاریخی نام ہے۔

اس قدر دراز بھر کی شب ہر ٹپٹے سے جی نہیں ہر تا
 غم اسکا حسرتوں سے بوجھتا ہے میرے من کہاں ہو وہ جود نام اکیاں ہمارا رہتا تھا
 حضرت علیؑ ابی کیا دیکھتے ہو میری بخش پہلے اسکو دیکھو او پھر مجھے تم دیکھنا

پہ گیا ہر کوئی تا سورج میں شاید
ہزار طرح کے ہوتے ہیں ہم ہم کو ایسے
میں جاگ رہا ہوں بھر کی شب
روتے ہیں ترے مریض بہروں
سجد میں بلاتا ہی ہمیں زرا ہد نامہ
فرماتے ہیں :-

میں مٹ گیا تو وہ بھی مرے ساتھ مٹ گیا
کیا بلا تھی نگہ ہوش رہا ساقی کی
قریب سے یا روزِ محشر چپے گا کشو نکاح کی
مشر جس سید محمود مرحوم نے اس شعر کو اپنے فیصلہ میں لکھا ہے
ردِ بیکھو ازل فوجداری بفرہ نہ ہائی کورت الہ آباد سرکار بنام ہولے وغیرہ -
وکیل نوٹس الہ آباد اسمتہ (صفحہ ۵۰) -

زرا ایسا ہیں ہوا باد یہ پیمایا ہو کر
دل و جگر دونوں جل گئے ہیں ذرا نکاح میں مل گئی
مے کش کے دل کا راکسی پر عیاں نہیں
میکشوشیشہ مے کی ہر حفاظت لازم
ان شوخ حسینوں پہ جو مائل نہیں ہوتا
جو نگاہ کی تھی ظالم تو پھر آنکھ کیوں چلائی
دل میں سما گئی ہیں قیمت کی شونیاں
ذرا چاہے تو تہ کا دے مجھے صحرا ہو کر
تمہارے سر میں سے بھوکا پیسہ بھول گیاں مل گئی
شیشے کو دیکھ لو کہ ہن سے زباں نہیں
دیکھو پتھر تو کوئی ابر کے دامن میں نہیں
کچھ اور بلا ہوتی ہی وہ دل نہیں ہوتا
وہی تیر کیوں نہ مارا جو جگر کے پار ہوتا
دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں

غیر سے میں باتیں بھی عنایت کی نظر ہی
 اکہ ہی ہر شرمینہ آگہ شرمائی ہوئی
 کیوں تو سے لب پر تبسم مجلس نام میں ہے
 زبان ضعیف پری میں چلتی رہی
 بت بن کے وقت نزع بالین میری
 بڑی بیج دیج مٹی راہ دور
 شمع بالیں سے یہ کدے لے صبا
 نہ پھرانا نہ پرواں سے امیر
 ہر دیکھتے جاتے ہیں کن انکھوں سے ادھر بھی
 ہائے کیسی اس بھری محفل میں سوائی ہوئی
 یہ پشی ہی کیا مرے پولوں میں آئی ہوئی
 سحر ہو گئی شمع جلتی رہی
 ہوتا ہی کج خاتمہ گفت و شنید کا
 خدا ہم کو لایا خدا لے گیا
 سر پہ روٹا ہی کوئی بیم رکے
 زندگی نے ہمیں جواب دیا

از صنم خانہ عشق

اس دیوان میں زبان کی صفائی کی جانب خاص توجہ فرمائی ہے اکثر ایک ایک نین
 میں کئی کئی غلیں لکھی ہیں
 یہ آفتاب گرم اس کی گیسوائی کا
 کہ ذرہ ذرہ ہی آئینہ خود منائی کا
 پارا دہر بدست میں بخود تکلف ظریف
 ایسی صحبت میں جو آتا ہوش کیا دیوتا
 دان نگاہیں تیز تر ادبیاں تھیں انہیں پزیر
 وصل کی شب اس طرف انہوں دہر فاش تھا
 نیند کے جھونکے چلے آتے تھے کہ ہر کام
 بیخ قائل کی زبان پر کونسا آفتاب تھا
 ہشتاد و نہ میں رام نے ایک مشاعرہ اپنے مکان پر معام اگرہ قرار دیا تھا اس
 صحت کے لیے خواب مرحوم نے رام پور سے جو غول ارسال فرمائی مٹی اسی کے

یہ شعر ہیں چنانچہ ایک خط میں استاذ نے اس غزل کی روانگی کا ذکر کیا ہے، وہ سیر
نام کے خطوط میں اس مجوسے میں ملے گا۔ اس مشاعرے کی طرح میں جلال کسب
میر مرتضیٰ حسین مرحوم صفی امروہی شاگرد کی مراد آبادی غلام محمد خاں رہا مرحوم اکبر
تلمیذ اسیر ابن نظیر اکبر آبادی اور مرزا خانی برج شاگرد خواجہ انش لکنوی نے بھی
غزلیں کہی ہیں افسوس ہے کہ موت نے سب کو سدا دیا انا لہ وانا الیہ راجعون۔

کہا جب وصل میں میں نے کہ لکھوئی لڑی لکھو
کیا رسوائے عالم چپکے پردے میں چھپ
امیر اک بات بھی واغظ نہیں کتا خدا لکھی
پڑا ہی دیر سے مٹی خراب ہوئی ہے
لڑکے منہ سے کیجا نکل پڑے نہ امیر
آفریں کہنے سے رکھتا ہی قال میرا
گرمیاں کر لے کا ہے خوب سلیقان کو
سربشہ روز جو دشت سے ہی چکر ہیں امیر
ہات میں نے جو بڑھایا تو کہا
بنسٹم ہی خوں میں پہلوں میں خندہ
گزارامہ ضیام وہی پھر ہے نہ کشی
نالوں سے ہو کر ام یہ نگشتن جو پلے نخل
چٹکیاں لینے سے دل میں گریں تو انکار
اُس کے سہ مارے یہ بار سفر

ہو تو ہاں ابی ارباں باقی ہے لڑائی کا
تری عصمت کے سر پر خون میری پارسائی کا
خدا جانے کا کرتا ہی کیا جو نا خدا لکھی
لگا دو ہات جنانے کو پھر سنو لینا
بہت جو دردائے دل پہ ہات دہر لینا
لذت قتل گستاہی بڑھانا دل کا
سیکھو لکھوں کی شرارت سے جلا نالہ
یہ ہی شاید ہی قدم اس بت پر چائی کا
بس بہت پاؤں نہ ہیٹا لے گا
چمن میں کوئی رنگ نہ کیسے سنبھلی کا
دزدان سے میکہ ہے کہ کھٹکے کھان نصیب
شبنم کے عوض رات کو تو نہ چری ہو
دلغہ کچھ درد نہیں ہے کہ دکھا بھی سکوں
راہزن کوئی رہنمائی میں نہیں

وہ گلزار کہ تلتے تھے روز پہلول میں
 آج آنکھوں کو جوانی میں زیور ہیں امیر
 انیس کی خاک شریک آج یگیلوں میں
 گر کے ہو جانس کی کل حس کی زبر کلین
 اسی زمین میں نواب ناظم نے کیا خوب مطلع کیا ہے
 یی مگر خونین تو کسی دن ناظم
 پہلے اس انداز سے وہ ناز بھری بات چلے
 ملنا تو کیا حنا کو لگائیں نہ بات وہ
 گزریوں رسواں ہم ایسے ہوں
 رکنا نہیں ہیں ہمارے خوشی کے پاؤں
 مرنے ہی اس پہ غیر بھی تو میں ہوں بقرار
 دل لگی تھے ہو دل کا آنا
 جو کتا ہوں کہ میرا دم نکلے تو کئے
 چکتی نہیں ابر سے برق تاباں
 وہ کیا جانے ہوتی ہے کیسی جوانی
 اس دیوان میں کم وزن اور پست اشعار بھی ہیں چند ان میں سے ہم
 بیان لکھتے ہیں :-

دو قدم ہیں میں دو عالم سے نکل جاؤنگا
 پال وحشت کی گئی روز بوجھل جاؤں گا
 نیرتے آغوش کے سہلے نہیں میں دن جاؤنگا
 مجھ سے کتا پر شب وصل جو بن اُنکا
 ذرا ہا ہے کہ سینوں کا پھل جاؤنگا
 چکنی چکنی تری باتیں نہیں سنتا نا صبح
 شادوں کی میں چلبلا ہنسی کا
 مینا بولی ابراہو جو بن کسی کا

مجھ تک کہ اسکے گے سپاہ سزا جرم
نزع کے وقت چھپانی نہیں نہ نکو بلیکیم
دریا ہی رخ میں عرق انفعال کا
ڈوبتے وقت تو تنکے کا سہارا ہوتا
پلیس چھپانا آنکھ چرانے کے معنی میں مجھے اس محاورے کی تحقیق نہیں۔ اور
استاذ کے محقق ہونے میں کوئی شک نہیں۔

شکو میں نصیحت نہیں لاتا جو حسد
سیلماں ہکو یا چشم و گیسو نبایا ہے
استاد ہی مجھے دیساں کہ جل جا لگا ناصح
ہما سے گھر میں شب بہرخت پرول کے کچھ
شبابان کا غضب ہات پڑتا ہی جو بیٹے
نکل جاتا ہی منہ سے مار ڈالا ہا ہے جس میں
مریم زخم جو لائی وہ زبان شیریں
لب خنداں نے کہا میں نکلا انشا ہوں
خوشامد جوگی میں نے جو بن گی بولا
لے یار ہم بھی نکالے ہوئے ہیں
ہرن کب ہیں غصے میں آنکھیں تھلری
یہ دو شیر آنکھیں نکالے ہوئے ہیں
بلا کا بلا نوش ہے دل ہمارا
غم دو جہاں دو نوالے ہوئے ہیں
نوالے، قافیہ ہی متبذل ہے۔ قافیے کا انتخاب کرنا بھی ایک سبب ہے
اچھا اور نیا قافیہ ہو یا ترکیب دیکر کوئی قافیہ لایا جائے تو شعر کیا غزل ہی منہج
ہو جاتی ہے متبذل قافیوں سے غزل کی شان دب جاتی ہے
لنگہ شوق سے کتنی ہی عفت اس کی
کہ اچھوتا مرا پنڈا ہے نہ چھو تو مجھ کو
ایکوں نہ مضمون ترک گوہر دنداں کے نکلیں
طبع سنجیدگی ہات آئی ترازو مجھ کو

۱۔ مولانا حالی سے اس محاورے کی نسبت گفتگو ہوئی انہوں نے ہی لاعلمی ظاہر کی۔ بظاہر ایک
اور تنکے کی تشبیہ کے سوا اور کوئی وجہ اس اختراع کی سمجھ میں نہیں آتی ۱۲ ثاقب

دیہا ترسے کر کے ہم چٹھی کیا سمندر نے غوطہ کما یا ہے
نقد طاعت جو روز کرتے ہیں خلد کا ہیشگی کرا یا ہے
ہمارے گھر میں جس نے جتنی ہی اس حرم کی آمد چیمبرٹ کو پر می آکرہ پر ہی جا کر جی
اس قسم کے اشعار کو داخل دیوان نہیں کرنا تھا مگر اکثر دیوانوں میں ایسے اشعار
پائے جاتے ہیں، کوئی شاعر اس مجبوری کو اس طرح ظاہر کرتا ہے۔

شعر اگر اعجاز باشد بے بلند و پست نیست درید ریضا بہ انگشت پاکست مست نسبت
دل غائب ہم کچھ پست و بلند اشعار زلاب مرزا خان داغ کے بھی لکھتے ہیں۔
مستتاب داغ ہمارے سامنے ہی اسی ہیں سے بعض ابیات کا التقاط کرتے ہیں
اگرچہ انتخاب اشعار کا ہمارا قصہ تھا اس لیے کہ یہ مجموعہ امتنا کا میر کے
متعلق ہے لیکن چونکہ ہم نے جہاں حضرت امیر کے کلام سے بحث کی ہے وہاں پر
مرزا داغ کی شعر گوئی کے باب میں بھی کچھ لکھنا چاہے لہذا یہ اقتباس ان
کے اشعار کا بے محل ہو گا۔

نواب مرزا خان داغ کے اچھے شعر جو مستاب داغ سے انتخاب ہوئے
ہوڑاؤ ہول مری قبر پر جو آئے ہو کہ اب زمانہ گیا تیوری چڑھائے کا
بہا کئے سے کہئے مد عا کیست اپا یہ سنکر چہت میر کا دوسرا کیا
بگڑ بیٹے جہت ذکر حد و پر سنا کیا آپ نے میں نے کیا کیا
یہ نہ کہئے کہ نہیں اہل وفا میں کوئی نام اک شخص کا جی میری زبان پر ہوتا
گلشن میں ترستے لبوں نے گویا میں چوس نیسا کی کلی کھی
فاتحہ پڑھتے بھی کوئی قبر پر آتا نہیں مگر کیا میں کہ سب میری ترنہ میر گئی

اک چیز ہی اس عالم ہستی میں بشر ہی
 کیوں بچے چپ لگی ہے اے قاصد
 گو جانتا ہوں جھوٹ مگر اس کو کیا کروں
 ہجرت کی رات کیسی رات ہے
 شکوے کے بدلے کیا ٹکڑے ستم
 جو کی قاصد نے دل کو لگ گئی
 آنکھیں بچپائیں ہم تو حد و کی ہی راہیں
 مرزا داغ کے بعض بہت اشعار بھی ملاحظہ ہوں

چوڑو نگاہیں نہ ہات چلے اوسا تھ ساقہ
 دیکر سانولی صورت تری یوسف بی کے
 یہ داغ ہے صحابہ عظام کا غلام
 عظام غلط ہے عظام جمع عظیم کی ہے۔
 جوش پر اور قیامت کی جوائی آتی
 نہایت ہی فحش شعر کہی۔
 غیر ہونا شا د کیوں کیسی کسی
 اس تمام غزل میں کوئی شعر قابل داد نہیں ہے۔

نہ پوچھ گچھ تھی کسی کی وہاں نہ اوسبگت
 اس غزل کا حال بھی بچلی ناشاد غزل کا سا ہی یعنی ایک شعر بھی دل آویز نہیں
 نہ اندر کا اکٹرا ہونہ ہی قاف کی پریاں
 حینوں کا تماشا خوب نینی تال میں دیکھا

دل بھور کے نالوں سے بھرم آواز سینہ ہٹ جاے تر کیا تری چالی گشت
 نہ پھولے کون ہے کہا بتائیں مگر ایک دیکھا ہے شیطان سے بڑا ہر
 بات سے قتل نہ وہ پاؤں سے پامال کریں گہری میں بیٹھے ہوئے حکم کیا کرتے ہیں
 نظر کہاٹے جاتی ہے عشاق کی حینوں کو دنیا میں راحت نہیں
 بڑی کشمکش میں ہے عبد و فا کسی ہے کسی ان کی نیت نہیں
 یہ شعر ازلے مطلب میں قاصر ہے ۱۲

آج کل نالہ بلبل میں ہی تاثیر نہیں کیا عجیب گل یہ پکائے کمرے کان گور
 کان گئے اس حوالے کی تحقیق نہیں مولانا حالی سے ذکر آیا انہوں نے خود
 بھی سوچا اور نہ ہنگ آصفیہ میں دیکھا مگر کچھ دریافت نہیں ہوا۔
 اتفاق سے دلی میں آکر میں نے ایک صاحب کی زبانی استاد امیر کا شعر سنا
 ذیل سنا تو جس معنی میں انہوں نے کان گئے لکھا ہجڑہ ضرور صحیح ہے
 چہ گئی گونج چالی کی بگڑ کر بولے بات نوٹیں ترے مشاطہ مرے کان گور
 لیکن کان گئے کان پھوٹ گئے کے معنی میں محل تامل ہو۔

جانے نہوں گا آپ کو بے فیصلہ ہو دل کے مقدمے کو ابھی جہاں جائے
 یہ ٹہری ہے آوارگانِ محبت جنابِ خضر کو مقامی کریں گے
 مقامی کرنا خدا جانے کیا معنی ہیں اس غزل کے تمام اشعار سوا اس کے
 کہ ہوزوں کے جائیں اور کوئی داد ہم نہیں دے سکتے
 کیونکہ نیکروں شور مٹا جات ہے تو بہرہ آغاز ہو جب چہا گہری رات سے تو بہرہ
 تو بہرہ آغاز ہوا المعنی فی نظر انشا ہو کر ۱۲

لے فلک ان کے علاوہ ہی جیس ہیں کہ ہم
سینک دے آتش رخسار سے لگی پیش
یہ رشک لکنوی کی تعلید ہی ۱۲
پتری قیمت میں سنا ہے ہیں کہاں
کوٹیاں کہیں تو نے چرخ پیس جمع
نہیں ہوتی بندے سے طاعت نیا
بجائے طاعت، اطاعت ہونا چاہئے طاعت کا اطلاق عبادت الہی پر
ہوتا ہے۔

حوروں کا انتظار کرے کون جنت تک
مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب میں
آخر کے دو شعر مرزا داغ کے کسی دوسرے دیوان کے ہیں، مہمتاں داغ
میں نہیں ہیں۔

مرزا داغ کا سرمایہ علمی کم تھا مگر طبیعت با مذاق اور شوخ پائی تھی۔ معلوم ہوتا ہے
کہ آخر عمر میں پہلی سی کاوش وہ نہیں کرتے تھے اس لیے دکن چلے جانے پر ان
کے اشعار کا رنگ کچھ اور ہی ہو گیا تھا، تبذال اور اہمال سے بھی آخیں ان
اشعار محفوظ نہیں ہیں۔

سہ جب میں نے اشعار داغ کی یہ حالت دیکھی تو ایک روز مولانا حالی سے اس کا تذکرہ آیا وہ فوٹے
لگے کہ مرزا داغ کو اشعار کی پرکھنتی اور وہ خود اپنے اپنے اچھے اور بُرے شعر میں تمیز نہ کر سکتے تھے،
میں کہتا ہوں یہی وجہ ہے کہ ان کے دیوان طبع دیا میں سے محلوں میں کس کو فرصت جو ان سنگریزوں
میں سے جو اہر پاروں کو ڈھونڈ کر نکالے اور عو کس فن کے لیے ایک خوش نما ہار
ترتیب دے، شائق۔

مرزا سے رخصت ہوتے ہوئے ان کا ایک مادہ تاج بھی سن لیجئے تو وہ
 وقار الملک کی خطاب بابی کی توجیح پر سے افزائش خطاب مبارک پر زیادہ باد
 حضرت زاہد نے ہمیں دوسرے لکھ کر بھیجے ہیں، دونوں حضور نظام کے لئے
 لکھے گئے تھے۔ ایک استاد کا ۹ دو کسرام زادہ کا۔ کچھ اشعار و نون کے
 یہاں لکھے جاتے ہیں۔ اس زمین میں غالب و ذوق نے بھی سہ سے
 لکھے ہیں۔

داغ مرجم

یہ سچا آصف نوشاہہ نجی پر سہرا
 لاگ سے لڑتی ہے ایک لڑی مل لک
 گرمی جسے بچیں ہیں ساری لڑیاں
 اپنے ہاتھوں کی ہی تبتی ہے ملائیں مان
 کیا خوشی اسکو ہی بھولایہ سنانا ہی نہیں
 حق بجانب ہے اگر شام سے ہو داد طاب
 عیش کا طرہ ہے شادی کا ترے سہرا
 گل گوہر کا جو ہے سہرے کے اوپر سہرا
 ریش نوشہ پہ ہوا اکٹھے نہ کہو نگر سہرا
 نیسی اترا لی ہے شاہ زینب کر سہرا
 اپنے جے سے ہوا جاتا ہی باہر سہرا
 تو نے لے داغ کہا سب بچا کر سہرا

استاد مغفور

جگمگاہٹ میں ساروں ہی بڑھکر سنہ
 بھٹا نوشہ نہیں دیکھی ہر قسم کتاہر
 لوٹ حارض پر کبھی ہی پشانی پر
 ایسا بتا نہیں خوشید سے پر زہرا
 ہر کرن جو کے دامن کی یہ ہر زہرا
 ہات رکھ رکھ کے ترے مضحکہ پر سہرا
 ایک صورت پہ تر تائیں دم بہر سہرا
 گوند ہوتا شعا می سے ہر دن بہر سہرا
 شاہ پر غفلت خدا غفلت جیب سہرا
 واسطہ فیہم کا ہر ساری خدائی سے سہرا

ٹوٹی جاتی، پکڑی جاتی، کیا کیا ہر شمار
 بدھی شانے پہ چنپاؤں پہ سہر پہ سہرا
 شمع ایسا ہی کہ از تباہی ہوا سے ہاتوں
 مجھ کو حیرت ہے کہ باندھا گیا کیونکر سہرا
 بیچ اس نظم کو دربارِ معلیٰ میں امیر
 میری قسمت کا بھی چمکا لگا اختر سہرا
 چند ہم قافیہ غزلیں بھی دونوں استادوں کی اور بعض دیگر اساتذہ کی ہم نیاں
 بیچ کرتے ہیں جس سے فرق مراتب بخوبی واضح ہو جائے گا۔

امیر مینائی لکنوی

سر کے وہ پاؤں ہو کے جو ہم دوشِ نقشِ پا
 فریاد کر اُٹھے لبِ خاموشِ نقشِ پا
 کیا جانے آئی شہرِ خمِ شاں سے کیا خبر
 اب تک اسی طرف ہیں لگے گوشِ نقشِ پا
 نسبتِ راہِ عشق سے راہِ حرم کو کیا
 یاں کثرتِ سجدو ہاں جو شِ نقشِ پا
 بیدار جانے والو نہ جاؤ دم تو لو نہ
 کچھ تم سے کہتے ہیں لبِ خاموشِ نقشِ پا
 یہ تو کہاں نصیب کہ ہاتھ آئیں وہ قدم
 آغوشِ حوہی چھے آغوشِ نقشِ پا
 رفعت سے تر ہے خالِ نشینیوں کو کام کیا
 افسرِ طلب نہیں سرِ مدہوشِ نقشِ پا
 کیا چین سے ہیں خواب میں سودگانِ خال

داعِ دہلوی

دیکھو جو نسکرا کے تم آغوشِ نقشِ پا
 گستاخیاں کرے لبِ خاموشِ نقشِ پا
 شور اس خسروِ ناز کا محشر سے بڑھ گیا
 کیا گوشِ خلق ہوٹ گئے گوشِ نقشِ پا
 پھرتے ہیں بے قرار بہت تیری راہ میں
 کتنا ہی صاف صاف ہی جو شِ نقشِ پا
 تم شوخیوں سے پاؤں تو رکھو زمیں پر
 مکمل کیلئے ہیں لبِ خاموشِ نقشِ پا
 یہ کون میرے پیچھے سے چھپ کر نکلا گیا
 خالی نہیں ہر فتنوں سے آغوشِ نقشِ پا
 محشر میں وہ بھی فتنہ دیکھیں گے اہلِ محشر
 جو دیکھتے ہیں آپ کے مدہوشِ نقشِ پا
 مٹ جا لگا مگر نہ کیلے گا یہ لے صبا

دیتے ہیں یہ خبر لب خاموش نقش پا
 وحدت کی جلوہ گاہ ہی بہشت خاک امیر
 ہیں ایک چشم و گوش برو ووش نقش پا
 ان شوخ حیلوں پہ جو ماٹل نہیں ہوتا
 کچھ اور بلا ہو کی ہو وہ دل نہیں ہوتا
 خضرہ مقصود اگر دل نہیں ہوتا
 منزل کا پتا سینکڑوں منزل نہیں ہوتا
 دصبا نہیں دیتا ہے لہو حسرت دل کا
 اس خوں سے تر دامن قاتل نہیں ہوتا
 لکھوے ہی ہر گل خوب میں دبا جی تلک
 اب بھی دل عاشق کے مقابل نہیں ہوتا
 عاشق کے بھل جانے کو اتنا بھی ہر کانی
 غم دل کا نہیں ہوتا اگر دل نہیں ہوتا
 اٹھنے کو کہے کوئی تو بن جاتی پچی پر
 اُس بزم میں جانا مجھے مشکل نہیں ہوتا
 حسرت سے ادھر ادھر ادھر دیکھ رہا ہوں
 بھوکا ترے دیدار کا۔ سال نہیں ہوتا
 اڑتا بھی ہوا ہے تو اڑتا ہی ادھر ہی
 لپٹے سے الگ ہر وہ محل نہیں ہوتا

اٹھنے کا منہ نہیں لب خاموش نقش پا
 رومی نہیں ہر آپ لکے کیا قبر داس کی
 پھولوں کی چادر سے چھپا پویش نقش پا
 کیا لطف ستم یوں انہیں حاصل نہیں ہوتا
 بچنے کو وہ ملتے ہیں اگر دل نہیں ہوتا
 میں اور شب تیرا دھڑا سے خطرناک
 رہبر کا پتا سینکڑوں منزل نہیں ہوتا
 غزہ بھی بوہاک لگا ہیں بھی ہوں غمیز
 تلوار لے باندھے سے تو قاتل نہیں ہوتا
 جس آئینہ کو دیکھ لیا تھر سے اس نے
 اس آئینہ سے کوئی مقابل نہیں ہوتا
 لکھ لوں ترے پرکاش کو کلچے کی لگا کر
 اپنا کہی ہوتا ہی کہی دل نہیں ہوتا
 یہ داد لی مان سے مجھے کاوش دل کی
 جس کام کی عادت ہو وہ مشکل نہیں ہوتا
 انکار تو کرتے ہو مگر یہ بھی سمجھ لو
 بے وجہ کسی سے کوئی سال نہیں ہوتا
 منزل پہ چوٹے تو بیس کو بیٹے
 ملتے سے جدا کیا کہی محل نہیں ہوتا

کیا عشق سے نفرت ہو کہ وہ پوچھ رہی ہیں
 کوئی بھی وہ بستی ہی جہاں دل نہیں ہوتا
 اے داغ کس آفت میں ہوں کچھ بن نہیں آئی
 وہ چہنئے میں مجھ سے جدا دل نہیں ہوتا
 تو ہی اپنے ہاتھ سے جب لہر جاتا رہا
 دل کی بھی پروا نہیں جاتا رہا جاتا رہا
 جس توقع پر تھی اپنی زندگی وہ مٹ گئی
 جو ہر وسوسہ تھا ہمیں وہ آسرا جاتا رہا
 دل چڑا کر آپ تو بیٹھے ہوئے ہیں چین سے
 دھونڈتے ہیں والے سے پوچھ کوئی کیا جاتا رہا
 مرگ دشمن کا زیادہ تم سے ہی مجھ کو ملا
 دشمنی کا لطف شکوئوں کا مزا جاتا رہا
 ہو سکے مطلب نگاری کیا پریشاں طبع ہی
 ذہن میں آتے ہی حرف مدعا جاتا رہا
 دیکھو دیکھو عجیبہ برساتے رہو تیرنگا
 صید جسم آنکھ سے او جہل ہوا جاتا رہا
 کس قدراں کو فراق غیر کا افسوس ہے
 ہاتھ ملنے ملتے سب رنگ حنا جاتا رہا
 اب کی دن سے وہ رسم و راہ بھی موقوف ہے

راحت کا شکلا نہیں اس کے کوئی پہلو
 مایوس بھی کجخت میرا دل نہیں ہوتا
 یہ شعروہ فن ہی کہ تیرا اس کو جو ہر تو
 حاصل ہی ہوتا ہی کہ حاصل نہیں ہوتا
 ایک لہر مہم مرے پہلو سے کیا جاتا رہا
 سب ترپنے تللانے کا مزا جاتا رہا
 جھوٹے وعدوں سے وہ راحت کا سہارا
 لے گئے قسمت یاس کا بھی آسرا جاتا رہا
 شربت دیدار سے شکس سی کچھ ہو گئی
 دیکھ لینے سے دوا کے در کیا جاتا رہا
 بے تکلف نشہ مے نے تو ان کو کر دیا
 پر وہ شرمیل نگاہوں کا مزا جاتا رہا
 بخودی کا ہو برا محروم رکھا وصل سے
 آپ جب آئے تو حرف مدعا جاتا رہا
 تیرے دشمن سوگ دشمن کا کر زنا ہی ہے
 بوالہوس بدنام کن اچھا ہوا جاتا رہا
 شوخیاں رگ رگ میں ہیں جتنا ہنس کر
 آتے آتے ہاتھ میں رنگ حنا جاتا رہا
 آنے والا جانو لالہ کیسی میں کون تھا

داع

ورنہ برسوں نامہ برآتا جاتا رہا
میں نے دیکھا اُنکی زلفوں کو تو فانی لگے
آپ کا دل کسل پُرا گم ہو گیا جاتا رہا
اچھی صورت کی بہا کرتی تھی اکثر ناگیاں
رنگیں آنکھیں گروہ دیکھنا جاتا رہا
حرص دامگیر دنیا مال دنیا بے ثبات
حب قدر حاصل کیا اس سے سوا جاتا رہا
داع کچھ درہم نہ تھا جسکا انہیں پتہ خیال
ہو گیا گم ہو گیا جاتا رہا جاتا رہا
عجب اپنا حال ہوتا جو وصال یا ہوتا
کبھی جان صدے ہوتی کبھی دل نشا ہوتا
کوئی فتنہ تا قیامت نہ پھر آسکا رہوتا
ترے دل پہ کاش ظالم مجھے اختیار ہوتا
جو تیری طرح تم سے کوئی جو نہ وعدہ کرتا
میں منصفی سے کہہ دیتیں اعتبار ہوتا

امیر

ہاں مگر اکدم غیب آتا رہا جاتا رہا
گھورتے دیکھا جو چہنچوں میں جھلک کر کھا
کیا لٹا آنکھوں کا بھی اویں بچھا جاتا رہا
پائے وہ صبح شب وصل اُنکا کتنا زار سے
ابو میری بیوفائی کا گلہ جاتا رہا
آنکھ کیا ہی مونی ہے سحر ہے مجاز ہے
اک نگاہ لطف میں سارا گلہ جاتا رہا
گو گیا دل کو گیا رہتا تو کیا ہوتا امیر
جانے دواک ہو فانی جاتا رہا جاتا رہا
ترے عکس کا قاتل کبھی بچھہ واد ہوتا
تو نثار ہو تو لاہی جاں نثار ہوتا
مرے بس میں تو یارب و ستم شعار ہوتا
یہ تھا تو کامش دلہر مجھے اختیار ہوتا
میں زبان سے نکلتا کھولا کھولا کہوں
اسے کیا کروں کہ دل کہیں اعتبار ہوتا

اسے ظالم ہائے ظالم کا مزا جاتا رہا
آج سب نذرینہ روز جزا جاتا رہا
تم گلے سے گلے سارا گلہ جاتا رہا

مر گیا جب میں تو ظالم نے کہا افسوس آج
آیت لا تقضوا میری تو حاصی بول اٹھے
جب ملک تم ہی کشیدہ دل تھا شکوہی بھرا

داغ

یہ مزہ تھا دل لگی کا کہ برابر آگ لگتی
 نہ بجے قرار ہوتا نہ مجھے قرار ہوتا
 نہ مزہ ہی دشمنی میں نہ ہی لطف دوستی میں
 کوئی غیر ہوتا کوئی یار یار ہوتا
 ترے دھڑکتے دل کو ابھی اور صبر کرتے
 اگر اپنی زندگی کا ہمیں اعتبار ہوتا
 منتیں ناز ہونے کیونکہ کیا ہی داغ کا دل
 یہ رقم نہ ہاتھ لگتی نہ یہ افتخار ہوتا

امیر

وہ مزہ دیا ترپے کہ یہ آرزو ہے یا رب
 سرے دونوں پہلوؤں میں دل بیقرار ہوتا
 میں جیوں تو کس کا ہو کہ نہیں کوئی دوست
 یہ جو دل ہی دشمن جاں ہی دوستدار ہوتا
 دم خصت انکا کتنا کہ یہ کاہی کا ہی رونا
 تئیں میری قسموں کا ہی نہیں اعتبار ہوتا
 شب وصل تو جو بخود نہ ہوا امیر جو کا
 ترے آنے کا بھی تو اسے انتظار ہوتا

بقیہ اشعار غزل امیر مینالی مرحوم

مری خاک ہی لحد میں نہ رہی امیر باقی
 نئی چٹائی چلتی قاتل جو کہیں دوچار ہوتا
 پس مرگ کاش یوں ہی مجھے وصل یا ہوتا
 رہی آرزو کہ دود و ترے تیر ساتھ چلتے
 تر اے یکدم سلامت ترے خم کی خیر ساتھی
 مرے اتفاقا باعث تو ہی میری ناتوانی
 میں ہوں ناظر واپس کہ بلا کسی پاس روتی
 نہیں پوچھتا ہی مجھ کو کوئی پول اس چرخ میں

انہیں مرے ہی کا اب تک نہیں اعتبار ہوتا
 کہ اہر سے وار ہوتا تو ادھر سے پیار ہوتا
 وہ میر مرزا ہوتا میں نہ مزار ہوتا
 کوئی دل کو پیار کہ تا کوئی دل کہ ہا ہوتا
 مراشتہ کیوں اترتا مجھے کیوں خار ہوتا
 جو میں تو بہ توڑ سکتا تو شراب خواہ ہوتا
 کیسے پاکے اسرا کچھ جو امیدوار ہوتا
 دل داغدار ہوتا تو گلے کا ہار ہوتا

دل

دشمن کے آگے سر نہ جھکے گا کسی طرح
یہ آسمان زمیں سے ملایا نہ جائے گا
نقشہ نہیں ہوں جس کو اٹھایا کرے فلک
جسم سے گرے ہوئے کو اٹھایا نہ جائے گا
برقیض نہیں کہ شانے سے آراستہ کیا
بگڑا ہو مزاج بنایا نہ جائے گا
لے دے دے تجھ کو رزق کی خواہش ہی چھٹی
اتنا یہ غم کھلائے گا کہ پایا نہ جائے گا

امیر

لاؤں میں اسے دل میں گدورت محال ہو
یہ لعل خاک میں تو ملایا نہ جائے گا
تیرے ہزار غمزے میں قاتل اٹھاؤں گا
خیمہ کا تیرے ناز اٹھایا نہ جائے گا
دو رخ نے مجھ کو دیکھ کے مالک سے یہ کہہ
مجھ سے تو یہ غریب جلا یا نہ جائے گا
وہ غنچہ اس چین میں مراد دل پہلے امیر
باد بہار سے ہی کھلایا نہ جائے گا

بقیہ اشعار غزل امیر بینائی مرحوم

دل میں خیال اُن آنکھوں کا لایا بچا لگا
آہوں سے سوئے عشق مٹایا نہ جائے گا
بے خود نہ کرو صال میں لے جلوہ صنم
پنہائے جن کو پھولوں کے ہار لے بعد
ترکِ ادب ہی دے مٹاؤں جو داغِ عشق
کیونیاں توڑتی ہی میرے دل کا آسرا
دکھلا کے سب کو دستِ خضائی وہ کہتے ہیں
سو غمگسار لاکھ ہوں غمخوار اس پاس
دیدارِ یار کا اٹھے گا مزا امیر

مے خانہ گم خدا کا بنایا نہ جائے گا
آندہ ہی سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
ہوں ناتواں پھر آپ میں آیا نہ جائے گا
دو پھولوں سے کفن بھی بسایا نہ جائے گا
مسجد کا ہی چراغ بجھایا نہ جائے گا
یہ گھر اجڑ گیا تو بسایا نہ جائے گا
عاشق کا یہ لہو ہے چھپایا نہ جائے گا
دل میں جو درد ہی وہ بٹایا نہ جائے گا
جب تک دوئی کا پردہ اٹھایا نہ لگا

دل

بیاں کس سے کروں ماجراے درجگر
 جگر کو تھام کے کہتا ہوں ہاے درجگر
 مرے طبیب کو مشکل پہ سخت مشکل ہی
 دواے سوزش دل پھر دواے درد جگر
 اس انجن میں اگر جم کے بیٹھ بھی جاؤں
 ہزار مرتبہ اشکراٹھائے درد جگر
 نہیں غول کی ہلے داغ یا شفا خانہ
 سناٹا کان سے ہنسنے سواے درجگر
 جو درد دل میں گرفتار تھا ترا بہار
 وہ رفتہ رفتہ ہوا مبتلاے درد جگر
 بھنوں تپتی ہیں خنجر تھیں جتن کے بیٹھیں
 کسی سے کج بگڑی ہو کہ دھیلوں بنکے بیٹھیں
 بولوں پر یہ کیوں سکے تیرے جہنم کی بیٹھیں
 یکجہنم ہزاروں تیرا جہنم کے بیٹھیں
 اسی کیوں نہیں اٹھتی قیامت بڑا کیا ہی
 ہمارے سامنے پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھیں
 یہ گستاخی یہ چھیڑ چھیڑ یہی نہیں
 اسی پھر روٹھ جائیں گے ابی روٹھ جائیں گے

امیر

لیا کیسے جو نام دواے درد جگر
 تروپ کے دل یہ پکارا کہ ہاے درجگر
 نہ کوئی دور تھے والا نہ ہر ماں ہی طبیب
 کہاں سے آئے الہی دواے درد جگر
 اٹھا کے اکٹھے بھی دیکھا نہیں کسی کی طرف
 بولا کہاں سے یہ بیٹھے بٹھائے درد جگر
 دیا ہی قسمت بد نے عجیب مرض میں مرض
 کہ درد سینے میں بھی ہی سواے درد جگر
 ہمارے دل کا وہی درد امیر کچھ سمجھے
 ہوا ہو عشق میں جو مبتلاے درد جگر
 اٹھیں وہ جمع ایسا سے کیا بن کے بیٹھیں
 وہاں دشمن سی سب اٹھتے ہوئے جو بن کے بیٹھیں
 یہ آہو چشم جتنے کہ کیوں میں بنکے بیٹھیں
 یہ سب ماسے ہوئے ظالم تیرے بیٹھیں
 عداوت ہم سے کی جاتی ہے پردہ میں جھٹکا
 اٹھا کر ہم کو وہ خود سامنے دشمن کے بیٹھیں
 یہ بھوک وصل کی کیا نیاز و ناز کے بیٹھیں
 ابھی ہم میسر تھے کسی وجہ جن کے بیٹھیں

دلع

ایہر

اثر ہر جذب الفت میں تو کچھ لڑائی جائیں گے
 نہیں ہوا نہیں ہے اگر وہ تن کے بیٹھے ہیں
 فسون پر یاد عاری یا مہمہ کمل نہیں سکتا
 وہ کچھ پڑتے ہوئے آگے میرے ذوق کے ہیں
 بہت دیا ہوں میں جب سے میں خواب لکھا ہوں
 کہ آپ آسو بہاے سامنے دشمن کے بیٹھے ہیں
 گھرے ہوں یہ طوبی وہ نہ دہلنے کو دم بھر لھی
 جو حسرت مند تیرے سایہ اس کے بیٹھے ہیں
 تلاش منزل مقصد کی گردش انہیں سکتی
 اگر کو لے ہوئے رستے میں ہم ہر زن کے بیٹھے ہیں
 نگاہ شہی چشم شوق میں رہ رہ چنتی ہے
 کہ وہ جلن میں ہیں نزدیک ہم جلن کے بیٹھے ہیں
 یہ اٹھنا بیٹھنا محفل میں انکارنگ لا لگا
 قیامت بنکے اٹھیں گے بہو کا بنکے بیٹھے ہیں
 کسی کی شامت آئیگی کسی کی جاں جائیگی
 کسی تاک میں وہ بام پر بن شبن کے بیٹھے ہیں
 قسم دیکر انیس سو چہ لو تم بگڑ ہنگ اس کے
 ہتھاری شہم میں کچھ دست بن دشمن کے بیٹھے ہیں

وہ آمادہ مخور نے پروم آمادہ ہیں مہر نہ ہر
 ادھر وہ بن کے بیٹھے ہیں ادھر ہم تن کے بیٹھے ہیں
 ملا کر خاک میں بھی ہاے شرم اُٹلی نہیں جاتی
 نگہ بھی کیے وہ سامنے مدفن کے بیٹھے ہیں
 علاوہ میرے دشمن سے نہیں جاتا نہیں جاتا
 نہیں دشمن تو اب ہ سوگ میں دشمن کے بیٹھے ہیں
 تری دہن میں جو آیا آفتاب حشر بھی سہر پہر
 تو ہم سمجھ کہ سائے میں ترے دن کے بیٹھے ہیں
 اگر ہی منزل ہی ہوئے ہوں کی جو موت تو یہ طی ہو
 تنکے ماندے ساؤ متظر ہر زن کے بیٹھے ہیں
 نگاہ شوق اسی پردہ دہر کی چمک نہیں لھکتا
 کہ جلن کے ادھر یا وہ ادھر جلن کے بیٹھے ہیں
 بگڑ کر جب وہ آئے ہیں تو دل بھی نہیں لکھتے
 ہزاروں فتنے لٹھے ہیں جہاں وہ بنکے بیٹھے ہیں
 وہ آئینے میں پیاسی شکل الٹی دیکھ کر نو لے
 کہ یہ ہیں کون میرے گھر بن بن کے بیٹھے ہیں
 قوی انصاف سے کہیں کہیں کسی جگہ بھی
 بغل میں بنکے ہم پہلو ہیں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں

<p>امیر</p> <p>عجب سات ہی کیا کائنات گھر بنے چنے ہیں کیس ببادوں کے فریادی کیسوں کے بچے ہیں بڑے ہی قدر دان کائنات میں صحرائے محبت کے کیس گلاب گریبا کے کیس دامن بے نیچے ہیں چڑانا جان کا شکل ہی کا نونہلے ملائی کے یہاں سب کیسے اپنے واسے میرے دامن بے نیچے ہیں</p>	<p>دل</p> <p>کوئی چھینا پڑے تو داغ کلکتے چلے جائیں عظیم آباد میں ہم منظر سادہ کیسے ہیں سبک ہو جائیں گے گرجائیں گے وہ برہمن کہ جینک گھڑن منجی ہیں تو لاکھوں کیسے ہیں یہ جوش گریہ تو دیکھو کہ جب فرقت میں دیا ہوا درود پورا گل میں سرسکن کے منجے ہیں</p>
<p>انمائش میں جان لیتے ہیں خوب آپ امتحان لیتے ہیں ہو کے برباد تیرے خایہ خراب لارکان میں مکان لیتے ہیں</p>	<p>صاف کب امتحان لیتے ہیں وہ تو دم دے کے جان لیتے ہیں یوں ہی منظور خانہ ویرانی مول میرا مکان لیتے ہیں</p>
<p>بقیہ شعار غزل امیر مہنائی مرحوم</p> <p>عصائب کے دو اپنے بے بس میں جو بے نیچے ہیں نشانے ہی پر سب ناول تری جوتوں کیسے ہیں اسے ہیں وہ بکر نقش حسرت بنے بیٹھے ہیں تیری محفل میں ہم تصویر حسرت بنے بیٹھے ہیں پتنگے کجہ تری شمع رخ روشن کیسے ہیں کھینچنا آفتوں کو کس جان فتنے کیسے ہیں</p>	<p>از الہیجاتے ہیں عاشق کے دل کو سینہ وری کسی کو تو نے تاکا چوٹ آئی میری دل پر ادب سے سین خالی کوئی کام اپنا وقت میں پڑی ہی آگہ تیری ہی تو رونا جھکوا نا ہے انہیں لے ماہ و شب یاساں پر جا بجا نا ہے امیر آئی ہی جھکوا شرم اس محفل میں کچھ نہ ہے</p>

داع

ثم تعافل کرو رقیبوں سے :
 جاننے والے جان لیتے ہیں
 پسر نہ آنا کوئی اگر تہجے
 نامہ بر سے زبان لیتے ہیں
 اب بھی گر پڑے ضعف سے نالے
 ساتواں آسمان لیتے ہیں :
 تیرے خنجر سے ہی تو لے قاتل
 لوگ کی نوجوان لیتے ہیں :
 اپنے بسل کا سیکر زانو پر
 کس محبت سے جان لیتے ہیں
 یہ سنا ہے مرے لئے تلوار
 اک سر سے مہربان لیتے ہیں
 وہ جگر تے ہیں جب رقیبوں سے
 سچ میں عجب کوسان لیتے ہیں
 ضد ہر اک بات پر نہیں اچھی
 دوست کی دوست مان لیتیں
 منزل شوق طے نہیں ہوتی
 نیکیاں ناتوان لیتے ہیں

امیر

پیر ہیں دل نہیں جوان کو پسند
 کیوں غیبیوں کی جان لیتے ہیں
 سوز دل اس پری سے کہنے کو
 شمع سے ہم زبان لیتے ہیں
 یہ ملاوج خاک ری سے
 کہ قدم آسمان لیتے ہیں :
 تقدیر دے کے مصر حسن سے ہم
 کیا نکلا جوان لیتے ہیں :
 چوڑے ہیں وہ سینے میں پیکاں
 دل ہی کر کے جان لیتے ہیں
 طعنے دیتے ہیں عشق میں بے معر
 چکیاں مہربان لیتے ہیں
 ساتھ مستوں کے مفت میں قاضی
 شیر زکوسان لیتے ہیں :
 میز پر بات پر ہیں سو سو خند
 غیر کی خوب مان لیتے ہیں :
 ہر قدم پر بزرگ نقش قدم :
 دم ترے ناتواں لیتے ہیں :

داغ

یہ نہ کہہ ہم سے تیرے منہ میں خاک
اس میں تیری زبان لیتے ہیں
کون جانا ہر اس گلی میں جسے
دور سے پاسباں لیتے ہیں
گر گزرتے ہیں ہو بری کہ بھلی
دل میں جو کچھ وہ ٹھان لیتے ہیں
مسند ہو کے یہ کہو تو سہی نہ
آئے امتحان لیتے ہیں نہ نہ
داغ ہی ہے عجیب سحر بیاں
بات جس کی وہ مان لیتے ہیں
راہ پران کو لگا لے تو ہیں باتوں میں
اور کمل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں
یہ ہی تم جلتے ہو چند ملاقاتوں میں
آنا یا ہے نہیں بنے کئی باتوں میں

ایسر

پیر ہوتے ہیں جو شیباب کے بعد
تیرے کرکمان لیتے ہیں نہ نہ
وصل میں بھی جھک نہیں جاتی
پیر کر منہ وہ پان لیتے ہیں
نہیں باقی یہ قفل مینا نہ
پچکیاں بنجاں لیتے ہیں نہ نہ
سیکھوں کو عروج سستی میں نہ
بالمعوں پاتھر آسمان لیتے ہیں
ہر گھوری پہ چیر ہی شب وصل
ہم یہ رخصت کا پان لیتے ہیں نہ نہ
ہائے وہ دن کہ گزر جاتی تھی شب باتوں میں
اب نہ باتوں میں مزا ہے نہ ملاقاتوں میں
لطف کیا آئے تکلف کی ملاقاتوں میں
کچھ رکمانی کے سوا بات میں باتوں میں

بقیہ اشعار سنرل امیر مینالی مرحوم

دم تو لیتے ہیں جان بوجھ کے پیر
تاوانی سے ہم حسینوں میں
ہم سند کے لیے لعنت میں امیر
بٹکے انجان جان لیتے ہیں نہ نہ
چہانت کر وہ پان پان لیتے ہیں
قصحا کی زبانت لیتے ہیں نہ نہ

دل

ابر رمت ہی برستا نظر آیا ز اہ
 خاک اڑتی کہی دیکھی نہ خرابا تو میں
 یارب اس چاند سے ٹکرے کو کمانے لال
 روشنی جس کی جوان تاروں بہری راتوں میں
 مہینے انصاف سے حضرت ناصح کمدو
 لطف ان باتوں میں آیا کہ ان باتوں میں
 دور کر دست دعا ساتھ دعا کے جاتے
 ہلے پیدا نہ ہوئے ہاتھ میری باتوں میں
 کیا قیامت ہے اس ارمان بھرے کی حسرت
 اک شب جبکہ میرے سو راتوں میں
 عمر بخت میں تھا لطف سے وابر دہوا
 کہ بہ معشوق تھے اس وقت کی برساتوں میں
 بہت افلاک ہیں لیکن مینیں کہتا یہ حجاب
 کونسا دشمن عشاق کے ساتوں میں
 اور سینے ابھی رندوں سے جناب واعظ
 چلے گئے آپ تو دو چار ہی صلو اتوں میں
 یہ جیتا ہی اتنی عشق متاع دل و جاں
 ایک سرکار لٹی جاتی ہے سو خاتوں میں

امیر

مسجدوں میں ہیں یہ ہوج کے کہاں بہنگاے
 رنگ توجہ اچلتا ہر خرابا توں میں
 دل اٹھاتے ہیں یہ کھول کے زلفوں میں
 دیکھو دن پھر تے میں چوروں کے نہیں راتوں میں
 چار ہی دن میں یہ بت دیکھنے کیا چل نکلا
 کیسی فحشی سی باں چلنے لگی پاتوں میں
 یہ سمجھ گئی ناصح کی مٹی سن لیتا ہوں
 اک مذاک بات نکل آتی ہے سو باتوں میں
 وصل میں زلف میرے جو کیا ہی اندھیر
 میانہ میرا تو نہ تھا ہجر کی بجی راتوں میں
 جب گمانا لہ وزاری میری دیکھو بولے
 بجلیاں مینے بہت دیکھی ہیں برساتوں میں
 نادر ادا آن جیا غمہ کرشمہ شوخی نہ
 ایک گدا دل کو اڑا کر کوئی ان ساتوں میں
 وخطاب چہرے کے رندوں سے سنا کرتی ہیں
 کچھ غراٹنے لگا ہی انیس صلو اتوں میں
 دل دیا میں نے تو بولے کوئی کہہ پوئی ہی
 دل ہی دل روز چلے آتے ہیں سو خاتوں میں

داغ

دل کچھ آگاہ لہو شیبوہ عیاری سے
اس لئے آپ ہم آتے ہیں تری گما توں
جھل کیا وہ کسی طرح بہتے ہی میں
شام سے صبح ہوئی ان کی مدارا تو نہیں
جلوہ یا سے جب برم میں غش آیا ہر
تو قیہوں نے سنبھالا ہر مجھے باتو میں
ایسی تقریر سنی تھی نہ کہی شونخ و شیریر
تری آنکھوں کے بھی فتنے میں تری باتو میں
ہمنے دیکھا انہیں لوگوں کو تب اہم ہوتے
جن کی شہرت تھی یہ ہر گز ہمیں نہ باتو میں
وہ گئے دن جو رہی یاد تہوں کی اور داغ
رات بھرا تہو گزرتی ہی مناجاتو میں
تم نے بدلے ہم سے کن کن کیلئے
ہم نے کیا چاہتا اسد کے لیے
کچھ زالاہی جوانی کا بساؤ ہے
شوخیوں زیو میں اس سن کیلئے
چاہنے والوں سے گر مطلب نہیں
آپ پھر پیدا ہو سکن کے لئے

امیر

کچھ نشاے جو کیے میں نے تو جھلکے کہا
مرا کر تے ہو دن رات نہیں گما تو نہیں
عرفتہ کو عبت کشیخ حرم رومنا ہے
ذہنڈے آکے جوانی کو خراباتو میں
البتحا ٹوٹے ہو سے دل کی وہاں ہی چھوٹ
دو کی ساری ہی تاثیر مناجا تو میں
انجن ہو کہ تہیں سب ہیں ایکے ہر مست
ایک ساتی ہی خرابوں ہی خراباتو میں
پاؤں ہوتے ہیں چوراد ہرے ساتی
مے کچھ یا کوئی شمشیر خراباتو میں
بت نہ بولیں جو نہیں ہوتے میں ہم سے تیر
اپنے اللہ سے باتیں میں مناجاتو میں
نندے اور ایسے کسن کے لیے
ساتیا بلکی سی لا ان کے لیے
ہے جوانی خود جوانی کا سنگار
سادگی گناہ ہے اس سن کے لیے
کون دیرا نے میں دیکھے گا ہر
پہول جنگل میں کھلے کن کے بنے

داع

فیصلہ ہو آج میرا آپ کا
یہ انثار کھا ہے کس دن کے لیے
دے دے میرے دلے پیر مغاں
چاہئے اک پاک باطن کے لیے
دل کے لینے کو ضمانت چاہئے
اور اطمینان ضامن کے لیے
میکشواب آئی شاید فصل گل
بلبلوں نے چوہچ میں تنکے لیے
ہمنشینوں سے مرے کہتے ہیں وہ
چوڑ دیں غمزدوں کو کیا ان کے لیے
وہ نہیں سنتے ہماری گیس کریں
مانگتے ہیں ہم دعا جن کے لیے
آجکل میں داع ہو گے کامیاب
کیوں مرے جاتے ہو دو دن کے لیے

امیر

وصل کا دن اور اتنا مختصر
دن گئے جاتے تھے اس دن کیلئے
دخست رزسی پاک دامن چاہئے
شیخ جی سے پاک باطن کے لیے
دل کا ضامن تو تر ایک اعتبار
پہلے اک ضامن ہو ضامن کے لیے
جھاڑنی پر کون سے گل کی تفسیر
بلبلین میری ہیں کیوں تنکے لیے
سب حسین ہیں زاہدوں کو نا پسند
اب کوئی حور آئے گی ات کے لئے
ساری دنیا کے ہیں دھڑکے سوا
میں نے دنیا چوڑ دی جن کے لیے
الاش پر حیرت یہ کتنی ہے امیر
آئے تھے دنیا میں اس دن کے لیے

لقبہ اشعار غزل امیر میاں مرحوم

جب سے بلبل تو نے دو تنکے لیے
مے نہ دی تو عن اس نے دو دن کے لیے
لو تھی ہیں بجلیاں ان کے لیے
جس نے توڑے ہم سے گن گن کیلئے

داع

نکد نکل نہ دلی چور زلف جنس نہ نکل
 اوہر لاہاتھ ہنسی کول یہ چوری میں نکل
 تری خاطر سے کسوں نہ دکان میں نکل
 نہیں نکل نہیں نکل نہیں نکل میں نکل
 دعا بے اثر کی جب تہی کچھ ہر بازاری
 کیجے سے ہمارے جل کے آہ آتش نکل
 لئے دست دعا کیا نصرت اب گلاہی
 جسے میں پتہ تھا تھوہ خالی شیش نکل
 دن مرا روتا ہی میری رات کو
 جلسے سو پنا خدا کو جا سنے
 پی بھی لے زاہد جوانی میں شرب
 لئے قیمت وہ بھی کہتے ہیں ہرا
 کہا گئی پیری جوانی کو مری
 چاؤنی چہلے گی کیا فصل خزاں
 مجھ سے نصرت ہو مرا عمدہ شہاب
 باغیاں کلیاں ہوں ملے رنگ کی

ایسر

کسی کی داہی دلیس کر ملے تازہ نکل
 ترے تیروں گھر ہر کی تلاشی کی گیس نکل
 اسی نور گزے کیوں میں ہی میں تیغ نکل
 کوئی اماں میں نکلا کوئی حسرت میں نکل
 تمنا کہ تھے عشاق کی لے تازہ نکل
 جٹے لے جو نکل ہی تو آہ آتش نکل
 جنوں ایک سنا تھا ہر چہ لی در میں کا
 گریں کو نکھو نکھو کیوں ستیر نکل
 رات روتی ہے تر سے دن کیلے
 ہوتا یہ سارا حسن ضامن کیلے
 تر ہر ترے گجا اسدن کے لیے
 ہم برے بستے ہوتے جن کے لیے
 ہا سے تھی یہ رات اسدن کیلے
 حصر صو آئی باغیں تنگے لیے
 یا خدا کہنا نہ اسدن کے لیے
 پہنچا ہیں ایک کسن کے لیے

صبح کا سونا جو ہاتھ آتا امیر

بیچے کھفہ موزن کے لیے

داع

رسائی نہ ہوگی شکل تھی اس کے روبرو ساک
ہماری آہ سے ملکر رنجہ واپس نکلی
وہ اپنی ہر ادا کی آپ ہی تعریف کر رہی ہیں
انگہ نے نیچے مارا زباں سے آفریں نکلی
کہوں کیا پہلے ہی انکسین نکالیں گے مجھ پر
ابھی بکھت ہوئی بات بھی منہ سے نہیں نکلی
جسے خوش دیکھ کر تم کیوں مبارکباد دیتے ہو
نہ پوچھو وصل کی حسرت کہاں نکلی کہیں نکلی
ہمارا حال دنیا میں کوئی کب دیکھ سکتا ہے
تو قح چشم جاناں سے مٹی وہ بھی شکر نکلی
رمانیکو تو یہ ارماں جھکوا سرکار ونا ہے
وہ مٹی کیا یہ وفا حسرت جو وقت واپس نکلی
مے ہی سامنے باد صبا کی کیوں نقاب الٹی
پہری کینچے ہوئے اس شوخ کی چہرے نکلی
انکا ناخانہ ویراں محبت کا کہاں ہوتا
اس قابل فلک نکلا نہ اس قابل میں نکلی
نہاں نواز عشق و حسن دیکھا قیس و لیلیٰ ہیں
جو یہ سحر انشیں نکلا تو وہ تحمل نشیں نکلی

ایسر

اسیدن کیلئے آنکھوں میں ہنسنے لگا
بڑی تو بیخود اُسے نگاہ واپس نکلی
الہی قتل پر میرے وہ اتراتے پہ پہوں اتنا
بدن سے جان نکلی یا نہ بانسے آفریں نکلی
کیا اقرار بھی اس نے تو وہ اکلہ ہی ٹھہرا
مری قسمت سے اسکی ہاں بھی دیر نہ نکلی
ہوا دیدار اس کا خواب میں باتیں تصویب
کوئی حسرت کہیں نکلی کوئی حسرت کہیں نکلی
اڑا کر لے گئی دل اک نگہیں ساری محفل کی
بڑی ہی شمع دیدہ تیری چشم شریک نکلی
مری بالیں پہ ان سا سنگدل بیدار چنچا
عجب حسرت بہری اک آہ وقت واپس نکلی
کیا خون اس کے کن کن حسرت کا وصل میں اگر
بڑی کڑ بڑی ظالم تری چہرے جہیں نکلی
تن بچاں کو زیر خاک کیا دہر دہر کے پیہا
ستم کرنے میں استاد آسمان کی جہی میں نکلی
دل بھجوں سے نکلی آہ باجلی کوئی جھکی
کہ محل سے ترکہ لیلیٰ محل نشیں نکلی

داع

اہل نے دی زہدیت بات کی بھی گئی تھی
 اودھر گھر سے وہ نکلے تھے ابرہہ جان میں نکلی
 نہیں دعویٰ تھا ہر ہونگے مقابل ہاہ کال
 طر کی شان کی لوصل کی شے وہوں نکلی
 بہت انگلیں لگی تھیں ہر شے پر فن پر
 ہماری تاک میں جو تھی وہ خود زیر کیوں نکلی
 مری طبع روں سے داع جسد چوٹن آلی
 وہی پانی ہوئی جو شعر کی تھر زمیں نکلی
 ایسے تنگ سے ہاتھ سے دل کے
 روئے ہم غیر سے گلے مل کے
 کھش سے آگے آگے تھے میں
 کچھ کچھ آہنا اپنی منہن کے
 عشق پر زور حسن زور بسکون
 رگنے آتے ہاتھ میں مل کے
 بوسہ دینے کا لطف تو یہ ہے
 جونٹ بیٹنے نہ پائیں سانس کے
 باتہ گردن میں ذول کبر و سنا
 کس سے ملے ترے گلے مل کے

امیر

ترے انکار کے انداز بھی ماری ڈالا
 ادھر بند سے نہیں نکلی ادھر جان خیز نکلی
 اسی کس شینہ سے سراپنا کٹوا یا
 نہ نکلے پاؤں فردہ میں سے جو میں نکلی
 وفاق کی اداسی میں جی شہر علی اداس میں
 اس پر دینے نکلی باز سے آکر میں نکلی
 امیر ابرہہ جو وہ جہن ملاول سے پتا چلو
 دی دونوں اچھے جو تھے باری ہیں نکلی
 میں اٹھا سے یہ تیغ قاتل کے
 آواہان نکال دوں دل کے
 ہوئے کیا میں بڑے ہیں نکلے ہیں
 تھکے ہاتھ سے محبت سنہل کے
 یہ پتہ ہے کہ وہ مجھ سے عید کٹن
 کوئی مل گیا ہے نہ کے
 ہوں جو وقت جزا سے احساں
 پانچویں کو ہم سال کے
 ہوں میں آکر نہ دل سے پھر کئے
 تھو ماں میں نے دل کے

داع

شوق سے آپ آئینہ دیکھیں؛
 ہوش از جا میں گئے مقابل کے
 داع کے عشق پر یہ ناز کرو
 ہم ہیں معشوق فرد کامل کے
 یہ پوچھو دل سے شرمیلی نگاہ یا کیسی ہے
 کرے جو میان ہی محاکم وہ تلواریسی ہے
 نزاکت سے جیسا ہے شے سے جھک نہیں
 وہ موچوں کی اجی نگہ پر بیمار کیسی ہے
 تنہا رہی چال کے ہم منہ لائے دیکھو
 تیار سے زرا پوچھو سہری رفتار کیسی ہے
 نگاہ تیز اس کی چمکتی ہے بجلی سی
 الہی خیر یہ تلواریسی تلواریسی ہے
 مرے سینے پر لکھا تھا دل سے پوچھو یہ
 پتا تیری طبیعت اے مہربان کیسی ہے
 جب اس کو بچے میں جاں ماہوں اچھلتا ہی ہوا
 دیر بھر پھوڑ کر دیکھوں تو یہ دیوار کیسی ہے
 ہرستی ہنس کسی کی دید کو ایک ت سے
 اب ان آنکھوں سے پوچھو لذت دیدار کیسی ہے

امیر

فیصلہ کر رہے ہیں مجنوں کا
 پیچ میں پڑ کے پردے محل کے
 اس کی رحمت سے لو لگا لگا امیر
 آئے اسے گی وقت مشکل کے
 لے ہائے یر تیغ ابرو خد کیسی ہے
 پڑے ہیں سینکڑوں بال ہیں تلواریسی ہے
 بت عباد تیری آنکھ بھی عیار کیسی ہے
 ہزاروں مار ڈالے اس نے بیمار کیسی ہے
 زہری مہنگی بوشب بھر شمع اور جب صبح ہو
 سہ منزل پہنچ جاتی ہے یہ رفتار کیسی ہے
 خدا جانے کھنڈ ان کو ہے کیوں ٹھیکسیر
 نہ چلتی ہے نہ چل سکتی ہے یہ تلواریسی ہے
 یہاں ہونو نونہم ہے اور وہ ہیں روکتا ہے
 طبیعت تیری سچ کہہ اے مہربان کیسی ہے
 حضور اس گھر میں کوئی بن نہ کر آیا ہے
 یہ رونق آج تیرے درو دیوار کیسی ہے
 یہاں تو حسرت دیدار ہی میں عمر گزری ہے
 تم آئینہ سے پوچھو لذت دیدار کیسی ہے

داع

امیر

الہی کیوں چاہوں دولت دین میں تحسے
 بڑی فیاض گلہ تری سرکار کسی کی
 کوئی کرتا ہی نہیں اس کی ہمارے غنیمت پر
 اسے ظالم نہیں بل ہمارے کسی ہے
 سہا سہی نظر میں صاف اتری ہو کر ہیں
 تری تصویر ہی بھی شوخی نہ تار کسی کی
 بغض سے غور پرش کو پھر لے آئے کیا کہنے
 بہاؤات اسی کی جو پوچھے یا کسی ہے
 حسیں آئینہ کے دربار میں ہر روز آتے ہیں
 صفائے قلب کی بجلی ہوئی سرکار کسی کی
 صفا بھرتی ہو گھڑائی ہوئی گھنچیں سے غنیمت
 خدا ہائے جن میں تر گس ہمارے کسی کی
 چلتی دی بجلی جس کے وہ شوخی کرتے ہیں
 سنبھل کر پاؤں رکھ غرض دم تقار کسی کی
 بسے بسے ہیں تم غور سے جگہ یقیں یا
 دم انکار ہو تو پھر بھی لے یا کسی کی
 غنیمت کرتے ہوئی کسی سے تو خوش ہو
 امیر انصاف سے امینو تو یہ غور کسی کی

جب جناب امیر حیدر آباد شریف فرمایو سے تو ماہ میں ایک مسدس
 سرکار نظام میں نظم کیا تھا مگر قضا نے اس کے پیش کرنے کی نہ ہمت نہیں لائے
 دی۔ مسدس مذکور کے چند بندیاں نکلے جاتے ہیں۔

آج کیا داس آیا اطلب آسمان گر گیا فیکس خاطر اضطراب آسمان
 اٹھ گیا آنکھوں کے آگے سے جھانک کر گئے نظروں سے ماہ و آفتاب آسمان

اپنی گردش دیکھو دآسمان چکر اٹیا

گردش چشم حیناں کا ہیں لطف آگیا

لی مقدس نے یہ کروت یا کسی دلدار نے لے لیا ہوسہ جیس کا دولت میدا نے

رخ سے برقع کو ہٹایا شاہدا سر نے منہ چھپایا دامنِ اقبال میں ادبار نے
 باغِ امکاں میں بہارِ کامرانی آگئی
 پیر گردوں پر سے سر سے جوانی آگئی
 سر و قد تعظیم دیتے ہیں بگولے دشت میں گردا دشتی ہے کہ دامنِ بڑے کے چھوٹے دشت میں
 انس کی بوئے پر ہی ہنرِ بول چھوڑ دشت میں خضریٰ پیدل ہے جو راہِ بولے دشت میں
 دشتِ یمن کی طرح ہر سو ہیاریں نور کی
 شاخ آہو ہے کہ الی ہی نہالِ طور کی
 پتی پتی ہات اٹاتی ہے دعا کے واسطے ڈالیاں چمکتی ہیں عرضِ مدعا کیواسطے
 کہتی ہے صرصر بڑے چلے خد کیواسطے نے رہا ہی سبزہ خضر رہنما کے واسطے
 اس مصحف میں ردیف نے کیا لطف دیا ہی
 پر لگے قدرت کے ارچلنے کا سامان ہو گیا
 منوجہ ریگ رواں تختِ سیماں ہو گیا
 ابر کیا برسے گا دامنِ کرم کے سامنے مہر کیا چمکیگا خورشیدِ علم کے سامنے
 جو دھاتمِ گرد ہی فیضِ اتم کے سامنے قطرہٗ ناچیز ہی کیا چیزِ نیم کے سامنے
 جس کسی کو اک نظر دیکھا خزانہ مل گیا
 جس زمیں پر پہنچا سایہ گلستاں کھل گیا
 عدل کے خنجر سے نخلِ ظلم کی جڑ کٹ گئی دولتِ امن و اماں سارے جہاں میں گئی
 جوشِ عشرت بڑھ گیا کلفت کی قوت گئی جو بلا آئی وہ عیبِ شہ سے پیچھے ہٹ گئی
 ہی بخلداری خزاں کی گلشنِ بیدار میں

چین سے سوتے ہیں فتنے دہلے حساس
 ہر سخن میں ہر نگاہ ناز کی جادوگری
 چلبے مضمون سے اگر سیکھ لے شوخی پر
 چیں لی اس شاعری نے دلبروں کی لہری
 عیب نقصان سے ہی حسن خوبی کی
 لوحش اللہ کیا رسائی فکر عالی کی کند
 چکے تجسہ جانیں سکنا پر مضمون بلند
 استاد مرحوم نے تاریخیں بھی بہت کئی ہیں اور حقیقت بھری کہ وہ سال تاریخ
 اکثر بلا تعمید داخل و خارجی ہر واقعہ کا نہایت مناسب الفاظ میں نکالتے تھے۔
 ہم نمونے کے طور پر ذیل میں چند قطعات تاریخ درج کرتے ہیں۔

تاریخ مخزن الاخبار

مخزن الاخبار کو پایا جو مال حسن
 ہونے کا در غلطان کو بہانہ مل گیا
 سال سے ہوا جہنم شہری روشن امیر
 جس کو پر جڑیں گئے تھیں خزانہ مل گیا
 تاریخ رسالہ معروف و سلوک
 بخیر و شرف شہان معصوم صاب محمد

ہدایت میں اس کے مضامین عالی
 حضور پر پے کار و ان طریقت
 امیر اس کی تاریخیں نے یہ لکھی
 نہ سہرہ بہر سب لیکارین طریقت

تاریخ دیوان نواب عبدالعزیز خاں عزیز ملیومی حرم
 یکتا فصاحت میں بلاغت میں حیلوں
 تعریف کرے اس کی یہ کہ مبنی دین کا

زیبا ہے امیر اسکے لیے مصحح تاریخ ہر صفحہ نیا آئینہ ہے ہر سطر سخن کا

تاریخ دیوان فارسی نواب گلعلی خان بہادر

دارالخبر معنی سلطان سخن آرا شمع بجے افروخت از شعلہ زبانی ہا
آل شمع بود دیوان آل شعلہ بود ضمیر ہا پیدا است ز لعلانش رنگ ہمدانی ہا
از ہند بایران شد و ز پارس بہند آمد ہر ملک معطر گشت از عطر فشانی ہا
در پارس بھی بالذین نظم زبان دانی در ہند بھی جوشد زین بحر روانی ہا
مطبوع شد و گفتم تاریخ امیر آرا چوں ہند عجم نازید از شوخ زبانی ہا

تاریخ شنوی شتر تیر مصنف جامع مکتوبات

گفت چوں شنوی شتر تیر تازا ثاقب تیر فہم و تیز نظر ہا
گشت محمود خلق و گفت امیر دل حاسد مقام این شتر ہا
تاریخ ولادت فرزند امیر بل رے بے پیر کاش لال بہادر ملکہ علم ریاست

ڈھراؤں

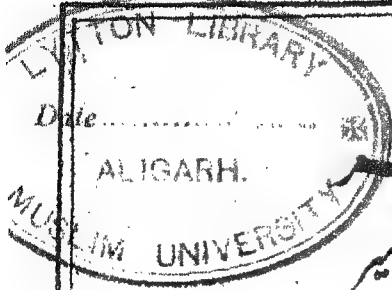
ہوا فرزند پیداخلہ فرزند ذی شانیں مبارک ہو کہ دہن دولت کی موتی بجو گنا
امیر اچھی ولادت کی یہ تاریخ سمت ہیں بکرا جیت کے گلچنیک صورتی بجو گنا
تاریخ کہ خدائی دختر و پسر نواب شرف الدولہ بہادر وزیر سلطنت اودھ

نواب باشم شرف الدولہ بیگم جن کی بہادری پرستے شمشیر رنگ گواہ
 اچھے کر اچھے ہوتے ہیں سچ جہاں میں وہ آسمان جاہ تو اولاد دہر و ماہ
 ہیں رنگ و بو سے باغ شرف دختر و پسر دونوں در لگانہ دریا سے عز و جاہ
 دونوں کی شادیاں ہوئیں یوں پائی نیک گلشن کا رنگ جن سے نخل پست بہاہ
 تیغ خامہ دوزباں نے لکھی ایسے یہ مہر میں ہر پیر و نہرہ قمر بن ماہ

تاریخ کتاب سب سے سیارہ مصنفہ جامع مکتوبات

رقم ز و حضرت شاقب کتابے جامع دنا دہر دیر آسمان ہم چوں امیر از مہج اوقاص
 چو گہر داول و آخر کسے از سب سے سیارہ اگر نافرہم نہو د سال تا بخش شود ظاہر
 تاریخ عقد دختر و پسر نواب شرف الدولہ ۱۲ ہجری

اے خوشا نواب والا مر تبت : جن کے رخ سے مقبوس ہر بار چاند
 ان کے دخت و طفل دونوں ارجمند ایک سو بچ ایک بے تکدیر ارچاند
 عقد دونوں کے ہوئے دل نے کہا آئے ہیں گھر میں شرف کے چار چاند
 ۱۲ ہجری



نیش

از زادا الامیر
(تشویق و ترغیب)

اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندوں کے لئے زمین کو قرار گاہ بنایا تو اس
یہ غرض نہیں کہ اس پر اونچے اونچے مکان بنائیں اور عیش و عشرت میں پڑ کر غفلت
میں بسر کریں بلکہ مقصود یہ ہے کہ آرام پائیں اور نفع اٹھائیں اور موانع عبادت
و بندگی کو دفع کریں اور بہ نعمت کو دیکھ کر نعمتِ اخروی کو پیش نظر رکھیں اور اپنے
آپ کو مسافر اور دنیا کو سرسارے فانی جائیں اور زمین کو اپنی کیمتی کی جگہ بنائیں اور
اس سے ایسا توشہ حاصل کریں جو وطنِ اہل کے سفر میں کام آئے یعنی نیک اہل
کے تحفے دنیا سے اپنے لئے ڈھیسو کریں اور دنیا کے پھندوں اور مکروں سے
بچے رہیں اور خوب سمجھ لیں کہ مہران کو یوں بے گنتی جاتی ہے جیسے شتی اپنے سوزیوں کو
تھام جاٹا یہاں مسافر ہے جو پیرا ہوا اس کی پہلی منزل گوارہ ہے اور دوسری
منزل لحد ہے اور وطن دار آخرت اور تکر سفر کا فاصلہ ہے۔ ہر برس ہر کا ایک
مہرِ حلقہ ہے اور ہر مہینا ایک فرسنگ اور ہر کن ایک میل اور ہر سانس ایک قدم
اور اللہ کی بندگی اس سفر کی پونجی اور اوقات راس المال اور نفس کی خواہشیں
اس راہ کے ڈاکو اور نفس و شیطان ڈاکو کے سردار ہیں یہاں آنے کا
اصل نفع یہ ہے کہ جنت میں ہر مہر سلطنت اور پادار نعمت کے ساتھ خدا تعالیٰ

کا دیدار ہوا اور نقصان یہ کہ خداے تعالیٰ سے دور اور غدا ب میں گرفتار ہوئیں
 صورت میں جو شخص اپنی ایک سانس بھی غفلت میں کھوے گا تو وہ قیامت کے
 دن خسارہ اٹھائے گا اور حسرت میں روئے گا۔ اسی ذریعے سے توفیق پانے والوں نے
 مستعد ہو کر نفسانی لذتوں کو چھوڑ دیا اور عمر کو غنیمت جان کر دن رات ذکر و فکر الہی
 میں بسر کرنے لگے اور مختلف اوقات کے واسطے مختلف وظیفے اختیار کیے اس
 لئے کہ آخرت کی عمر سے عہد غنیمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے اور اس کے حصول
 کی صورت یہی ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا محب اور عارف ہوا وہی حال ہر مہرے
 اور محبت و انس محبوب کے ساتھ ذکر و دوام سے میر ہو جائے اور معرفت اس کی
 اذات اور صفات میں فکر سے حاصل ہوئی ہو۔ آدمی کو چاہئے کہ ذکر و فکر الہی میں
 دوبارہ اور چونکہ ایک ہی طرح پر ذکر و فکر کرنے سے اکتا جاتا ہے تو اس لئے ہر وقت
 کے لئے جداگانہ ورد مقرر کرنا بہتر ہے کہ پریشانی جائے اور طرح طرح کی لذت پائے
 اور دوام کی رغبت کے سبب سے التزام بھی آسان ہو جائے جو شخص بحساب
 جنت میں جانا چاہے تو اپنے سارے اوقات طاعات میں مصروف رکھے اور
 جو کوئی اپنی نیکیوں کا پلہ بہاری رکھنا چاہے تو وہ اپنے اکثر اوقات کو عبادت میں
 صرف کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر دیکھو
 سب بندوں سے مقرب اور درجات میں سب سے برتر ہیں ارشاد فرماتا ہے
 ان لک فی السما سجا طویلا واذکر اسم ربک وبتیل الیہ تبیلا واذکر اسم ربک بکرة
 واصللا من اللیل فاسجد لہ کسجد یبلا طویلا

از رسالہ اسرارِ نماز

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ ارحم الراحمین نے اپنے رحمت کاملہ سے تمام مخلوقات کو کیا کیا نعمتیں عطا فرمائیں اور تمام کائنات میں انسان ضعیف البیان کو بڑی نعمت یہ دی ہے کہ اسے شرف المخلوقات کنیا۔ فوائد چاہئے کہ انسان اشرف المخلوقات کیوں ہے اور کس صفت نے اس کو ولقد کرمانا بنی آدم کا خلعت پہنا پایا اس سے تو عجیب ظاہر زیادہ عاجز اور ناقص کوئی چیز نہیں کہ نہ اسکو گرمی سردی کی برداشت ہے نہ بہوک پیاس کا تحمل۔ دُرا سے درد میں ٹرپ جاتا ہے ذرا سی مصیبت کی تاب نہیں لاتا ہے اس کے علم کی طرف دیکھئے تو باطل بے حقیقت ہے اگر ایک رگ بھی اس کے دماغ میں بے محل ہو تو صحت میں ایسا خلل ہو کہ دیوانوں کی طرح تنکے چننے لگے اور ہزار سر ہٹکے مگر نہ سمجھے کہ اس کا سبب کیا ہے۔ دوا اس کے درد کی سامنے رکھی ہو اور نادانی سے نہ جانے کہ یہ میرے درد کی دوا ہے۔ اور اگر اس کی قوت کا خیال کیجئے تو اس سے عاجز تر کوئی نہیں ایک سپوا یک ہنگے تگ سے جیت نہیں سکتا ہر دوسے طاقت و بہادری شاہ کو چمکے ہلے ہلاک کر ڈالا اور اس کے اتنے بڑے لشکر کو تباہ کر دیا اور اگر ہمت کو خیال کیجئے تو ذرا سا نقصان اسکو پریشان کر دیتا ہے بہوک کے وقت غذا میں ملتی تو بدحواس ہو جاتا ہے ...

..... جب یہ معلوم ہوا کہ علم و قدرت ہمت و ہمت سب میں نقصان ہے تو سمجھنا چاہئے کہ شرف و بزرگی کا سبب کچھ

اوستے وہ کیا ہے؟ قلب مستقیم و عقل سلیم۔ عقل سلیم سے مراد وہ عقل ہے کہ جو انسان کو اور حیوانات سے ممتاز کرے اور قلب سلیم سے مراد وہ قلب ہے جو شرف معرفت سے سرفراز کرے۔ معرفت ہی تمام مخلوقات سے فضل و شرف انسان کا سبب ہے اور انہی بزرگی کی بدولت اس شرف المخلوقات اس کا لقب ہے سو چنا چاہئے کہ میری حقیقت کیا ہے۔ میں کون ہوں۔ کہاں سے آیا۔ ملکوت سے ملک میں کیوں پہنچا، انجام کار محکوم کہاں جانا ہے اور جہاں لیجاؤں گے وہاں کیا معاملہ پیش آنا ہے۔ یقینی میری کن باتوں میں ہے اور بندگی کن باتوں میں۔ ان سب سوالات کے جوابات اگر محل بھی تھا ہے جائیں تو اس رسالے میں جو کچھ مقصود ہے وہ درج ہے۔ ناچار مختصری تیسرے لکھکر اصل مطلب شروع کیا جاتا ہے۔

سونے والو! چونکوا اور سمجھو کہ تم دنیا میں کیا فریو بیٹھیں۔ تمہاری پشت پر پر دو سہری رحمہ اور تیسری فضا سے دیر چوختی لحد پانچویں میلان قیامت چمٹے چمٹ ہو یا دوزخ۔ جب معلوم ہو چکا کہ ابد اور اتنا ہے تو ضرور ہے انسان اپنی راہ سعادت کو پہچانے اور جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کو حق جانے۔ وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون۔

جناب مرحوم نے ۱۸۸۸ء میں ایک مناجات شریف فرمائی تھی جو سادہ لکھنا لکھنا میں شائع ہوئی تھی۔ غالباً اردو کی شریں یہ پہلی مناجات ہے جس کے مرتبے سے شان تقویٰ ظاہر ہوئی ہے یہ فقرہ کی خوف کی تصویر ہے۔ یہی ملا والا ہے۔

امید کی ہر کہ نصیب داری رہا داری میں جاتی کیلئے وسیلہ نجات ہو۔

مناجات

خداوند بلند گمنگ رہی تیری ذات غفار ہے، وہ معاملہ کرو جو آخر گزار کو گمنگ کے ساتھ سنرا رہے، نہ وہ معاملہ جو عادل ظالم کے ساتھ کرتا ہے۔ خداوند خلقت تیری شان قہاری سے کہ پستی ہی اور یہ عاجز تیری شان عدالت سے بھی ذرتا ہی۔ خداوند اگر تو عفو و کرم کو چھوڑ کر فقط انصاف و عدالت سے کام فرمایا تو کوئی گنہگار نہ پائے گا۔ خداوند جب تیری تیغ عدالت پر نگاہ جاتی ہی تو اپنی عاجزی پر ہنسنے آتی ہی۔ خداوند اعلیٰ پر پرستار عین انصاف ہی مگر امیدوار ابنِ رحمت پر نظر عدالت ان کی امید کے خلاف ہے۔ خداوند جو تیری رحمت پر اس لگے اس کا آسمان توڑ دے اور خداوند کج شک ضعیف کو شبہ از عدالت کے منہ پر بچھوڑے۔ اے دادرس خطرات نفسانی کے ہاتھ سے دادخواہ ہوں میری داد کو پہنچ۔ دیندہ ہوں دوایہ، مرہض ہوں شفا، پیچ، خس طوفانی ہوں گرداب بلا سے نجات دے نشہ، جگر سوختہ ہوں دریا سے رحمت سے آب حیات دے۔ ہوشیوں کو بال پر دے میری بے پال و ہری تیرس کہا، نوح کو طوفان سے کالامیری تباہ کشتی پر ہی رحم فرما۔ خداوند اغریب ہوں، سکین ہوں میری دعائیں مقبول کر مسائل چھو، فیقہ ہوں کیمری التجائیں قبول کر۔ خداوند اذل میں جو دافع پر سے اسکو جنت کا بھول بنا دے، خداوند اعلیٰ میں جو کاٹنا چھینا میں میں مڑگاں جو رکا جھوہ دکھا دے۔ خداوند دنیا میں عافیت کے ساتھ رکھ اور ایمان کے ساتھ

کہ اور ایمان کے ساتھ اٹھا۔ خداوند اس کے موت کی مشکل سہل خداوند
 فشار گور کی منزل آسان۔ خداوند قبر کی نگلی فراخی سے اور دشت موانست سے
 بدل جائے خداوند اس بے زبان کی کیا بجال کر نیکرین کے سوال کا جواب
 دے سکے اس وقت تیرے محبوب خاص شفیع المذنبین رئیس الغریبین مدد کو
 آئیں۔ خداوند جس وقت زمین یورپ کی طرح پلنے آسمان دھکی ہوئی روئی
 کی طرح آئیں پہاڑ منزل ان کر خاک سیاہ ہوں سناے آسمانوں کی طرح گریں انبیاء
 اولیاء خوف سے ترائیں انکس روئیں دل دہریں جن وانس کے کچھ بانی
 ہوں پچھم کی آگ ہر امت کے گھیرنے کا ارادہ کرے گنگاروں کے بدن
 عیاں ہوں اور تیری شان عدالت تخت پر جلوہ دکھاتی ہو صدق اپنی ستاری
 کا اس وقت میرے محبوب چہانا پچھم میں برہنہ نہ بلانا بائیں ہاتھ میں عمل
 دیکر پچھم میں شرمشار نہ فرمانا پائے وہ انبیاء کا ہر اس وہ امتوں کا لرزنا
 وہ زمین کا کھینا وہ میدان میں گناہوں کے پلے کی گرائی وہ گنگاروں کی
 پشیمانی اس وقت سو تیرے کون ہو کہ عدالت سے رحم کی طرف توجہ کرے
 یا ارحم الراحمین اسی نبی کریم کا صدقہ جس کو آئے رحمۃ للعالمین خطا بے یابی
 دوزخ میں منہ کے تل نگرانا صراط پر قدم دنگائیں تو دستگیری فرمانا سوائے
 پر آفتاب آئے تلوئے احمد کے سائے میں گرمی سے بچانہ خداوند آئیں
 اگر ہی منتز لیں پیش آئیں سب با آسانی طے ہو جائیں خداوند اگر تو لے جسہ
 سیہ کار کی نافرمانیوں پر نظر کی تو جہنم بھی انتقام کو کافی نہ نکالے خداوند
 دل سرنوں سے ہر اپنے مگر نہیں جہنم کو میرے جہنم میں ہر کی ہے

ڈر لگتا ہی کہ جو خدا مانگی جائے مہادادہ خلاف مصلحت ہو خداوند اس بندہ ناپسند
 کے حق میں جو بہتر ہو اسی کی طلب کی ہدایت ہو خداوند یقین کی وہ قوت دے
 کہ سب ہوسوں سے نجات پاؤں خداوند اشان رحمت کی وہ نیرنگیاں دکھا
 کہ جہاں رسائی و ہم سے باہر ہو ہاں پہنچ جاؤں - خداوند امیر اتویہ حال ہے
 کہ جیسے کوئی اندھا لنگڑا لولا عاجز بیدست و پا جنگل میں پڑا ہزاروں آفتوں
 لاکھوں مصیبتوں میں مبتلا ہات پاؤں مارتا ہوا اور نہ کسی فریاد رس دستگیر کو
 دیکھے نہ کسی غمخوار مددگار سے یاری اور غمخواری کی امید ہو مگر بے اختیار نوادس
 پکارتا ہو - بارالہا میری تو یہ حقیقت ہی جیسے کسی بہو کے پیلا سے کے ایک طرف
 نعمتوں کا خوان رکھا ہوا اور دوسری طرف چشمہ شیریں بہتا ہو مگر نہ وہ اس سے ایک
 القمہ کما سکے نہ اس کے ایک قطرے سے پیاس بجھا سکے - میں ایسا ہوں
 جیسے کوئی جان بوجھ کر اپنے آپ کو جلتی آگ میں ڈالے یا جیسے کوئی منزل مقصود
 کی سیدھی راہ جاننے والا اپنے آپ کو بیابان مصیبت میں گمراہ بنا لے -
 اے بہو کوں کو کھلانیوالے مردوں کو جلائیوالے تو ہی مجھے اپنی پسندیدہ نعمتوں
 سے سیر کر گناہوں کی ہرکٹی آگ سے نکال منزل مقصود کی سیدھی راہ دکھلا
 اے بہتر کے کیرے کو رزق پہنچانیوالے ایک طائر کے سیلاب کرنے کو دریا
 جوش میں لانے والے اے بیکسوں کے دادرس لے غریبوں کے
 فریاد رس! تیرے سوا کون کسی کا سہارا دہونڈے - میں عاصی ہوں خاٹی ہوں
 جو کچھ ہوں تیرا ہوں مجھے اپنی درگاہ سے کمال طوق ملامت میری گردن میں
 ڈال - خداوند اگر بندہ نابینا اور تو اس کی نظر سے غائب ہے تیری ذات تو

حاضر و ناظر ہو، اگر بندہ عاجز و ضعیف ہو تیری ذات توقوی و قادر ہو۔ خداوند
اپنی جملہ صفات جمال کا صدقہ خداوند اپنی شان جلال کا صدقہ خداوند
اس تقرب کا صدقہ جو دو کماتوں سے ہی کم تھا خداوند ان آنکھوں کا صدقہ
جو باوجود تیرے لطف کے تیرے خوف سے رویا کیں۔ خداوند اس زندان
مبارک کا صدقہ جو تیری راہ میں کفار کے ہاتھ سے صدقہ سنگ اٹھا کر شہید
ہوا۔ خداوند اس سینے کا صدقہ جو تیرے اسرار کا گنجینہ ہے۔ خداوند اس دل
کا صدقہ جو تیرے ذکر کا خزینہ ہے۔ خداوند اپنے محبوب اور آل و عترت و صحاب
محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ اس بندہ ناچیز کی سیہ کاری سے درگزر کر
اپنی شان کرم پر نظر کر میرے اصول فروغ ماں باپ اہل و عیال بہانوں
بہنوں عزیزوں دوستوں آقاؤں خادموں استادوں شاگردوں کو بخش دے
رحمت کاملہ فرمائے خداوند اگرچہ ہر کام وقت پر موقوف ہے مگر مزہ قبضیت
اس وقت سے پہلے سناؤ بلکہ آثار اجابت دعوت آنکھوں سے دکھائے
خداوند کچھ ایسی کڑی منزل نہیں ہے مجھے شکل بچے شکل نہیں ہے

امیر اللغات

آج تک اردو زبان کے لغت میں کوئی تالیف اس جامعیت اور تحقیق
کے ساتھ ملک کے ہاتھ نہیں آئی افسوس اور نہایت افسوس ہے کہ
استاذ کی رحلت نے ایسی جامع لغت کو ناتمام رکھا۔ یہ قابل قدر کتاب نہ
صرف لغت ہے بلکہ اردو و علم ادب کی تکمیل کے لیے بہترین ہدایت ہے

دل سوز رہنما فیضی ہوتا اور دفن انشا کے واسطے اس سے بڑھ کر کوئی کہاں سے پیدا کر سکتا ہے۔ اس کتاب میں سب کچھ ہی دلی لکنتوں کی زبان، مفردات، کتبائے حلیے، مثالیں، مشہور مقولے، محاورے، اصطلاحیں، نشان، مثل، کنایات، صفات، تشبیہات، استعارات، شعر، اسکے خاص، استعمالات، الفاظ و مصطلحات قانون کچھ ہی اور اہل و فخر کے خاص محاورات، پیشہ والوں کی خاص اصطلاحیں، انفرادی، صدائیں، آزادوں کی بولی، بھولیاں، رنجی، ٹوٹے، عورتوں کی رسمیں، انکی منتیں، ان کی خاص قسمیں، اشعار، مثالیہ، کاتر، فصح، غیر فصح، مستعمل و متروک، اصناف، تذکرہ و تائید کی بحث، اور اس باب میں مولف کی رائے، دوم، رواف، لفظیوں کا دقیق فرق، حرف زبیدی کی تفصیل، رسم الخط و املا، اشتقاق، سنسکرت اور درجی، وغیرہ زبانوں سے محاوروں کا پہلو، استعمال، مشہور لوگوں کے مختصر حالات، اردو صرف و نحو کے قواعد ہندی مثالوں کے علاوہ فارسی اور عربی کی مستعمل مثالیں اور مشہور مقولے، کیا ہی جو اس کتاب میں نہیں، ایسا مبسوط اور جامعی جامع لغت اردو زبان کا امیر اللغات کے سوا انیس ملے گا اس کے دیکھنے سے مولف کی جامعیت و وسعت نظر، تحقیق اور موثر نگاہی کا حال معلوم ہوتا ہے۔

اس کتاب پر ملک کے سربراہان و اصحاب نے رو کیا ہے اور ان کی تحریروں میں دوسری جلد کے آغاز میں چپی ہیں۔ سر سید رحمہ اللہ اس تالیف کی بچہ تعریف کی ہے ان کے بعض فقرے ہم یہاں لکھتے ہیں فرماتے ہیں ”جو ڈوبنگ کہ انہوں نے اس نمونے میں اختیار کیا ہے اگر اسی طرح یہ کتاب

انجام کو پہنچی تو کوئی لغت کسی زبان میں باقی نہیں رہے گا۔ اگر شرط لگائی جائیگی
جب بھی کوئی ایسا لغت نہیں ملے گا جو اس کتاب میں ہوتا.....
بہت سی زبانیں ایسی ہیں جو لغت کی کتابوں کی بدولت مہذب اور مستند اور
علمی زبانوں میں داخل ہو گئی ہیں اور اب ہمارے مخدوم امیر احمد اور ان کی زیر نگرانی
و دیہوت اردو ہی نہیں درجے کی زبانوں میں داخل ہو جائے گی۔

اس تالیف میں جناب مرحوم نے جو فقرے مثال لکھے ہیں وہ نصاحت
و بلاغت کے لحاظ سے کسی طرح نظم کے بند و بست اور اہتمام سے کم نہیں
ہیں۔ ذیل میں ہم کچھ حصہ دیباچے کا اور تو شوکت سے فقرے نقل کرتے ہیں۔

از دیباچہ امیر اللغات حصہ اول

میں نے پوچش سنبھالا آنکھیں کھولیں تو یہ دیکھا کہ اچھے اچھے اہل زبان اور
زبان داں سرزمین سخن کے فراموشواہیں انہیں صحبتوں میں اردو زبان
کی چہان زبان کا شوق مجھے بھی ہوا اور اسی زمانے میں یہ آرزو پیدا
ہوئی اور ہرگز بے چین کرنے لگی کہ اردو الفاظ کے بکھرے ہوئے موتیوں کی
ایک خوشنما لڑی بناؤں جس میں لکھنؤ کی سلطنت من گئی اور غدر ہو گیا وطن
کی تباہی اور گھر بار کے لٹنے سے چندے حواس ہی جیج بنو سکے الفاظ کیسے!
لیکن اس آرزو کی آگ دل میں سلگتی رہی۔ یہاں تک کہ فردوس مکان
نواب محمد یوسف علی خاں بہادر والی رام پور نے مجھے طلب فرما کر عزت
کا خلعت اور اطمینان کا سرمایہ دیا۔ اب کہیں پھر اپنی تمنا کے سلسلے کو
بڑھانے لگا مگر اس زمانے میں رام پور کی جدالت دیوانی مجھ سے متعلق تھی

نواب فردوس مکان اپنے کلام میں بھی مشورہ فرماتے تھے اور فن شاعری کے لئے
 جو نئی نئی شکلوں سے پیش آتے تھے وہ یوں ہی کم فرستی کی زنجیروں میں جکڑ
 ہوئے تھے اتنی مہلت تو میں نہ پاسکا کہ اپنے ارادے کو پورا کروں تاہم کچھ
 کچھ غل جلا گیا جب خلد ایشیاں نواب کلب علی خاں بہادر کا عہد کیا تب حضرت
 کی کمی اور بڑی ہوئی لیکن کچھ ہی ہوا یہاں وہی دین بندی رہی جسٹس میں علوم
 کے قدر داں سر الفرد لائل صاحب بہادر لغت گورنر مالک مغربی و شمالی
 و چیف کسٹروادہ نے نواب خلد ایشیاں طاب نراہ سے اردو کے ایک جامع
 لغت کی فوایش کی۔ نواب خلد ایشیاں نے مجھے حکم دیا۔ یہاں تو یہ منہا ہی
 تھی فوراً ”آنکھ کے لفظ کا ایک نمونہ تیار کیا جسے نواب خلد ایشیاں نے
 جنرل محمد اعظم الدین خاں بہادر سابق سیف و حال وائش پریسڈنٹ کو نسل
 آف ریجنسی کے ذریعے سے سر الفرد لائل صاحب بہادر کے پاس بھیجا
 جنرل صاحب بہادر نے کہ بڑے مزنی اس لغت کے اسوقت سے اس
 وقت تک ہیں اور ان کو اس لغت کے ساتھ پوری دلچسپی اور سچی ہمدردی
 بلکہ عشق ہے دوسری جون ششم کو میری درخواست کے ساتھ پیش
 کیا۔ ہزار آنے نمونے کو بہت پسند فرما کے چھ ہدایتیں لیں اور وعدے فرما
 ان کو بطور یادداشت جنرل صاحب بہادر نے لکھ لیا۔

محاورت و فقرے

اپنا پیٹ تو گتہا ہی پال لیتا ہی فقرہ۔ وہ انسان کیا جو آپ چین کرے

اپنے متعلقین کی خبر لے اپنا پیٹ کو کتا بھی پال لیتا ہے۔ اپنا ٹھکانا کر لیتا
 فقرہ۔ اب میرے یہاں گدانا ہو گا آپ کہیں اور اپنا ٹھکانا کر لیجئے۔ اپنا
 حساب کر لو، فقرہ۔ پشاجاب کر لو اب میرے ذمے
 تیار کچھ نہیں باقی ہے۔ "اترنا چاند" فقرہ۔ سنائی کہ اترتے چاندان کی شاؤ
 ہوگی۔ "اترنا" فقرہ۔ پانی نہ برسے سے گیہوں اتر گیا ہے۔ اٹھا "فقرے"۔
 کمرے سے ابھی پلنگ تو اٹھے نہیں کمرش کیونکر کیجئے۔ وہ یہاں بیٹھ جاتے
 ہیں پھر اٹھنے کا نام نہیں لیتے۔ جو مصیبت آپ اٹھا رہے ہیں کسی سے ہی نہ
 اٹھیں گی۔ ان کے پاس خزانہ ہو تو دودن میں اٹھ جائے۔ ادھر دیوار اٹھ گئی
 اب آمدورفت نہیں کی میب صاحب کا تعزینا ٹھوہ کر اٹھا ہے۔ رات کو
 علم اٹھیں گے۔ اسی طرح وہ بہت سال اٹھنے کے تحریر فرماتے ہیں۔
 "احدی" فقرہ کیا جس سے کہ نو کر چکا ہے۔ دے رہا ہے وہ احمدی بنکر بندہ جانتے ہیں
 احسان اتارنا، فقرہ۔ توڑا سار و بیہ خیر ہو گیا کہ با سے اوچے کا احسان
 تو اتر گیا۔ ادک کا لچھا "فقرہ"۔ ادک کا لچھا میاں فیض علی کی دکان کا بال
 سے باریک ہوتا ہے۔ ادھار، فقرہ۔ ہمارے یہاں دھری کی خبر ہی ادھار
 نہیں آتی۔ ادھر کی دنیا ادھر ہو جانا "فقرہ"۔ ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے مگر وہ
 ایسے خیال سے بھی باز نہ آئیں گے۔ ادھین فقرہ۔ پانی تو ادھین ہو ہاڑا اس سے
 خاک تسکین ہوگی۔ اندھا دھند فقرہ۔ بے سوچے سمجھے اندھا دھند وسیہ اٹھا لے
 چلے جاتے ہیں۔
 اوچھا ہاتھ پڑنا "فقرہ"۔ خبریت ہوئی کہ ہاتھ اوچھا پڑا اور نہ کام تمام

ہو گیا تھا۔ اور فقر بے باران کوٹ تو تمہیں چھوٹے جاتے ہو اور ہو
 پانی آجائے تو کیا کرو گے۔ پر منہ اور مسالا؟ تم اور شاعری
 جسد میں طرح دیتا ہوں وہ اور شیر ہوتے جاتے ہیں۔ اتنی روشنائی
 کافی ہونگی اور عنایت کیجئے تم اور سمجھو ہو میرا مطلب اور ہی۔ اچی ہم کو کون
 روک سکتا ہے جائیں اور جائیں۔ حکم صاحب آئے اور میں اچھا ہوا۔ تم
 وہاں گئے اور دہرے گئے ہم اعلیٰ میں اور کے استعمال کو دکھایا ہے۔

حررہ ثاقب

مکتوبات امیر مہنائی

جناب امیر مرحوم نے جو خطوط اپنے اجباب اور تلامذہ کو وقتاً بوقت تحریر کئے ہیں ان کو بتقاضا سے ارباب علم میں نے اس مجموعے میں سب سے تمام جا بجا سے طلب کر کے جمع کیا ہے۔

ان خطوط کی سلاست زبان اور متانت بیان کا اظہار فی ضروری ہے
مشک آں ست کہ خود پدید نہ کہ عطار گوید۔

جو لوگ طالب فن انشا ہیں ان کے واسطے یہ خطوط استاد شفیق کا کام دیں گے۔ زبان کی فصاحت و متانت معاملہ نگاری مختصر نویسی ہر بات کی تحقیق صحت و خطا کی احتیاطیہ تمام باتیں اور غور کرنے والوں کو ان سے بہت زیادہ یہ تحریریں تعلیم دیں گی۔

ان امور کے علاوہ اجباب سے اخلاص تلامذہ کے ساتھ شفقت عزیزوں سے محبت تقویٰ صبر و رضا استقلال اور دوسری صفات پاکیزہ کا سبق بھی حاصل ہوگا۔

بہر حال امید کی جاتی ہے کہ تمام پہلوئوں سے یہ مجموعہ ہر مذاق سلیم کے لیے مفید ثابت ہوگا۔

نائب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطوط نشی امیر احمد

۳۲۸ ہجری

حکیم برہم صاحب ڈیٹر ریاض الاخبار (گورکھپور) کے نام
۲ جون ۱۹۱۷ء

پیارے برہم دعائیں لو۔

نور چشم ممتاز نے امیر اللغات سے متعلق تمہارے حکموں کی تعمیل کر کے
کارڈ اطلاع کی لکھ کر بھیجا۔ اب اس خط میں کوئی بات جواب طلب نہ رہی البتہ
وہ قطعہ جس کا ایک مصرع تم نے لکھ کر تین مصرع اوپر کے مانگے ہیں وہ بھیجنا ہی
نہی کہ بیشک وہی لفظ جو عہد واجد علی شاہ مرحوم میں کہے تھے یاد نہیں رہی
اس لیے کہ عہد شاہی تک جو کلام مرتب ہوا تھا وہ خبر میں تلف ہو گیا۔
اس وقت خیال کرنے سے جو مصرع یاد آئے وہ یہ ہیں

جھکو حقہ دے کے مالا غیر کو بوسہ دیا دیکھتا جاو مرے دم باز اپنے طور کو
حصہ کس کا دیدیا کس کو ذرا انصاف دود بے حلو انجے حلو اے بے دود کو

نشی نظام الدین صاحب کی تنگ حالی سے بہت دل دکھا۔ اللہ تعالیٰ رحم
فرمائے۔ ان کی صفات انسانی کا کیا حال ہی کہی لکھنے کا مگر نہایت سستی

کے ساتھ تحقیقی باتیں جو قابل اعتماد کامل ہوں محمد احمد مع اخوان تسلیم
رساں ہیں۔ جلیل سلام کہتے ہیں۔ کہ سیم ایک برس سے اس دفتر میں
ہیں۔ چہ چون پور کی سہر کا میں نوکریں سال بھگے بعد کل ان کا ایک خط آیا ہے۔
امیر فقیر۔

رام پور۔ ۲۶ اگست

پیائے برہم۔ سلام و دعا پھر مدعا

محبت نامہ سعادت شامہ ۲۶ اگست کا لکھا ہوا ہے کہ آیا انتظار بنایا
دل بڑھایا۔ دیکھا چاہئے یہ رسالے آپ کی کہ میری زبان علیہ عرضداشت ضروری
لکھوائیں گی۔ کہانٹک صحیح ہمارا دے کے موافق آپ مٹی سے نہ ہو سکتے
ہوں اور عرضداشت کا ملاحظہ ہونا معلوم ہوتا ہے کہ میری زبان علیہ عرضداشت
جنکی نسبت آپ کا خیال ہی اگر جواب لکھوائیں گی تو انیس سے ان کوئی
سے تو زنا در مسئلہ بارت ہی۔ شاید آپ کی جودت اور کوئی حکمت کام کر جا
بہر کیف اب آپ کی آئندہ تحریروں کا انتساب ہوگا۔

آپ کے وجہ الورک اور درگلو نے دل درد مند کو اور ہی درخ
کر دیا الحمد للہ کہ ان امراض سے نجات ہوئی۔ جناب قاضی صاحب کی
افیتوں کا تصور ہر دم دل کو بڑھاتا ہے۔ معاذ اللہ کیسے کیسے صدمے
اٹھائے ہیں میں نے مزاج پری کا خط لکھا تھا۔ جو اس سے نہ آیا
کہ زخم میں پھر شگاف کی حاجت ہوئی اور تکلیف گشتر بڑھی۔ اب ہی
اکتفا کرتا ہوں کہ آپ کسی موقع پر میری طرف سے کمال نیاز و خلوص

سلام و دعا و اس باتیں اور جرات کے ساتھ تنگناں دلو انہیں پر فرین فرجیا
 کیئے۔ میں اکثر اوقات دعا سے صحت دلخواہ میں مصروف رہتا ہوں عجیب لہجہ
 مستجاب فرماتے۔ اب تک فساد آب و ہوا کا وہاں باقی رہنا اور ہی دل کو
 پریشان رکھتا ہے۔ آغاز ماہ اگست سے اس ملک میں ہی ہی مرض وبائی پھیل رہا ہے
 ہر وقت دہڑکوں ہی میں گزرتی ہے۔ حق تعالیٰ ہر جگہ سے اس بلا کو دفع فرمائے
 سب جگہ امن چین ہو جائے فقط
 امیر فقیر۔

رام پور ۲۰ ستمبر ۱۹۱۸ء

پیارے برہم اس وقت سلام و دعا سب ندارڈ اس لیے کہ ایک تحریر سے معلوم
 ہوا کہ آپ رائے سین کے انسپکٹر ہو گئے۔ اگر سچ ہے تو ہم سخت ناچار و مضطر
 ہو گئے۔ اب در ذیل لکھیں کسی رسائی ذہن کے امید گاہوں رسائی تقدیر
 کی امید رکھیں معلوم نہیں کیا مصلحت ہے کہ آپ نے پہلے تحصیلداری سے
 انکار کیا اب انسپکٹری قبول کر لی۔ ہماری نظر میں آج وہ شرمناک ہو گیا۔ خیر
 غیبی کا اللہ والی ہے خدا سے دعا ہے کہ آپ جہاں رہیں خوش رہیں اور ہمیشہ پیوستہ
 سے خوش ہونے والوں کا دل خوش کیا کریں اور ہم کو بتائیں کہ اب ہم تحریرات
 خاص کی کیا سہیل نکالیں۔ اور کوئی مطلب اس خط میں لکھنے کا موقع نہیں
 رائے سین کا ٹھیک پتا ایسے خط سے کہ پڑھا جائے لکھ بیجئے۔ لطیف و مسعود
 اور سب عزیزان ما و جب گزاریں۔ ایک خط اور کلام تمہارا کئی روز ہو
 بیجا ہی اس کی رسید کا انتظار ہے۔
 امیر فقیر۔

پیاے برہم۔ مہار اخط آیا۔ غزل پہنچی۔ لطیف میاں کنٹھو گئے ہیں دو
 چار دن میں آپس گئے۔ غزل پر اصلاح توجہ سے ہوگی بشرطیکہ اصلاح شنوی معلومہ
 کا عمدہ نتیجہ تمہاری کوششوں سے ظہور پئے ہو۔ تم سار سا آدمی اور اب تک
 اس باب میں حسن کارگزاری کا پتا نہیں لطیف احمد کا خط تم کو پہنچا ہوگا مہار
 خط اور غزل ان کو تفویض کرنے کے لئے مامولت میں ہے۔ جو مطالب تم نے
 لطیف میاں کو اپنی غزل اور نگہ سے متعلق لکھے ہیں وہ ان سب کا غولی
 لحاظ کریں گے اور کوئی جدید مطلب نہیں۔ سب غزلیں واجاب واجبہ سال
 ہیں۔ یہ سننے کچھ نہ لکھا کاب تم کس کام پہ ہو، ضرور دیکھو فقط
 امیر فقیر دار دیکھو رام پور

ریاست پور ۲۲ اگست ۱۹۵۵ء

پیاے برہم، تم میرے زخم جگر کے مہم ہو تمہاری سلیجی ہوئی کھر پر محبت خیم
 نے میرے پریشان دل کو جمعیت بخشی اور انکار و انتشار کی جلالت کو دہم برہم
 کر دیا۔ خدا کرے تم ہمیشہ شاد و آباد اور ممتا سے بدخواہ برادر میں تم نے بیشک
 مجھے اپنے دل سے بہلا ڈالا ہے کہ مجھے برسوں باہنیں کرتے ہو، مگر اس پر بھی
 میرا محبت منزل دل تم کو نہیں بھولا گویا بسبب موانع قویہ تحریر کی نو بہت نہیں
 آتی مگر تمہاری یاد بالکل نہیں جاتی۔ تم سے اور تمہارے خطوط سے تمہاری
 یاد آتی رہتی ہے۔ اب جو تم نے اپنی ملاقات سے سرو کر نیکا وعدہ کیا ہے خدا تمہارے
 وعدے کو پورا کرے جو تمہارا وعدہ ہے کہ وہی میری ممتا ہے اور وہی تم کو پورا
 ہو گا میں نے بہت کچھ دیکھا ہے۔ اس لئے اس وعدے سے دل

پوری خوشی نہیں ہو سکتی۔

میری پریشانیوں کا دفتر بہت بڑا اور اس کے لکھنے کو فرصت اور اطمینان چاہئے۔
اور فرصت اور اطمینان ہی کا یہاں کال ہے۔ بہر حال جس حال میں ہوں اللہ
کا شکر کرتا ہوں کبھی کبھی تمہارا مختصر و منتخب کلام آتا تو میں بالینہ اس کے دیکھنے
کا قصد کرتا اور پھر بھی ممکن نہوتا تو غدر کرتا۔ شکریہ کہ غدیر بغیر ظاہر کئے ہوئے پہلے
ہی سے تمہارے یہاں مقبول ہے۔ امیر اللغات کے دونوں حصے تمہارے
طلب کے موافق بھجوا سکتا ہوں مگر ویلوپی اپیل تو روانہ ہوئیں سکتے اس
لیے کہ قیمت فوراً ادا کرنا نہیں ہے۔ لہذا تم کو تو بلصیغہ بیرنگ روانہ کر دئے جائیں
پیڈ پیسج میں تلف ہو گیا انڈیش ہے۔ کئی نسخے اس طرح بھیجنے میں تلف ہو چکے
ہیں۔ سب چھوٹے بڑے ماوجب گذار ہیں۔ جلیل تمہاری محبت کے علیل
تسلیم بالون التکریم والیتجمل کہتے ہیں۔ داعی خضر

امیر فقیر

داعی دل کے مرہم پیائے برہم۔ دعا سلام۔ اپنے سوالوں کا جواب لو۔
بحر متقارب کی تخصیص نہیں ہو کر سالم میں تسبیح کرامت سے خالی نہیں
محقق نصیر الدین طوسی نے معیار الاشعار میں اس کی تصریح کی ہے اور یہی
محقق بحر متقارب میں پھر شعر ہے
بہا لانگار اچا آزادہ سروی
ولیکن پر خسار مانند گلنار

لکھکر کہتے ہیں وایں ناپسندیدہ است چہ حرف آخر از دائرہ بیروں است
اور متقارب مزاحف میں اہل فارس اور اہل اردو نے تسبیح کا استعمال

کیا ہے اور اس کو کسی نے مکروہ نہیں جانا حافظ سے
 گر تیغ بار در کوئے آغاہ گردن نہادیم اسجد شد
 تقطیع مصرع اول، فعلن فعولن فعلن فعولان تقطیع مصرع ثانی، فعلن فعولان
 فعلن فعولان - میر سے

اب حال اپنا اسکے ہے دلخواہ کیا پوچتے ہو اسجد شد
 شقت کو محنت کو جو عار سمجھیں ہنر اور پیشے کو جو خوار سمجھیں
 میری رے میں یہ سالم ہے نہ سبغ
 قرن بخت تین صحیح ہے - انوری سے
 دو قرن از کرمیت بردہ جہان گونوا توجہ دانی کہ جہاں ہے توجہ بزرگ نوا
 مایقہ کا استعمال خط و کتابت کے ساتھ ہے جیسے کہیں فلاں شخص کا خط
 مایقہ ہی خوشنویس نہیں اور کسی چیز کو ساتھ استعمال میں سے پیش نہ سنا -
 بکھرنے جو ایک شعر میں ہے

اب مجھے التیام کی باتیں نہ کیجئے دل تم سے پٹ گیا جگر افکا ہو گیا
 مصرع اولیٰ میں کیجئے کے ساتھ خطاب کیا ہے اور دوسرے مصرع میں تم سے یہ
 بکھر موقوف نہیں بلکہ اس زمانے تک اکثر معاصرین بکھر جنک شمار اساتذہ میں
 ہی اس کے تارک نہ تھے - ان کے بعد متاخرین نے اس اختلافی خطابات
 سے احتراز کیا - میں بھی انہیں تا کہین میں ہوں -

حیب آباد دکن

میر تقی میر

پیارے برہم۔
دوبارہ پان بیچے کا شکریہ۔ اس مرتبہ پان بالکل ضائع گئے، ایک تو دھولیوں
کے اندر بہت ہی ناقص پڑے ہوئے تھے۔ دوسرے ہرے اور خام
ہونے سے نثر نہ سکے۔ اب کے پان بیچو تو سفید پکے پان اعلیٰ درجہ کے
بیچو۔ وہ ستم پیچیں گے اور زیادہ نہیں گے۔

میری حالت اور چشم لیاقت حسین کی تحریر سے معلوم ہوتی ہوگی اب مجھے
بہت افادہ ہے اور مرض کا گویا ازالہ ہو چکا ہے مگر ضعف سے اب بھی یہ حالت ہے
کہ اپنی طاقت سے کمر وٹ نہیں لے سکتا۔ لطیف احمد و سعود احمد تب میں مبتلا
ہو گئے ہیں۔ اس سے اور پریشانی ہے کچھ عجب اتفاق ہے کہ قافلہ میں کوئی
فرد صحیح نہیں ہے لیاقت اور ثابت علی بھی بار بار مبتلا ہوئے اور سنبھلے نہیں
پریشانیوں میں شبانہ روز گزرتے ہیں۔ اتنا موقع نہیں ملتا کہ تم کو یا کسی کو
کوئی خط لکھ سکوں۔ بدقت اس وقت یہ سطوریں لکھوائی ہیں
پان بیچنے کی تکلیف بار بار تمہیں دی گئی میں نہایت محجوب ہوں۔
اور اس مرتبہ کے پان ضائع ہونے کا سخت افسوس ہے۔ زیادہ کیا لکھوں
تم اپنی خیریت سے ہمیشہ مسرور کرتے رہو والسلام
امیر فقیر

۱۵ جون ۱۹۷۶ء

پیارے برہم
مدت کے بعد دل کا ہریم آیا۔ مناسے ہند کو تاملی نے منجھوا پانی

تقصیر پر اندی زیادہ منفعل کیا۔ کیا کروں ہزاروں کروہات ہیں۔ امیر اللغات کا
دوسرا حصہ عنقریب چھپنے جائے گا پروف تو ہیں دیکھنے کو نہیں ملتا نہیں
کیونکہ پہنچ سکے صرف کا پیاں آتی ہیں وہ دفتر میں مقابلہ ہو کر واپس جا گی ہیں
کا بیوں کو پتھر پڑا لکھ پروف اتار کر اگر صاحب مطبع بھیجیں تو جب تک پروف
واپس نہ جائیں جب تک چھاپنے سے معذوری ہوا ورنہ ان کے پتھر گھر ہیں
یہ ہرج کوئی کیوں گوارا کرے گا۔ ہاں کسی مطبع کا بہت بڑا کارخانہ ہو پتھر
بکثرت ہوں تو شاید ایسا ہو سکے۔ غلط ہی اسی سے بچائے ہیں کہ پروف
نہیں آتا کاپی میں بن بھی جاتا ہی تو مطبع میں بنانے سے کچھ رہ بھی جاتا ہی پروف
آئے تو کمر نظر ہوا اور غلطی بہت ہی کم رہی۔ کاش آپ تلام کے عوض اکبر آباد
میں ہوتے یا ایسے فارغ البال الوالغرم ہوتے کہ ہی ضرورت سے اکبر آباد
ہیں رہ سکتے تو پروف دیکھتے اور اپنے سامنے چھپواتے۔ اکل الانجلیک
دوست کے پاس سے اکثر یہاں آ جاتا ہی میں تو کبھی دیکھتا نہیں ہوں اس لئے
کہ مفت بچ ہوگا مگر آہ کی نظر اکثر پڑ جاتی ہے۔ جہاں کیس آتا تو تم بھی وہاں سے
لیکر دیکھ لیا کرو تو بہتری مجھے یقین نہیں کہ ریاضت سے خفا ہوں بلکہ مگشا توں
نے ان کو اپنی زندگی سے بیزار کر دیا ہے۔

آپ کے دوست ڈاکٹر احمد شاہ صاحب نے امیر اللغات کے حصہ
آئندہ کے دیکھنے کا شوق جس پیرائے میں ظاہر کیا اس کا میں ممنون ہوا
میری طرف سے بعد سلام اخلاص انضمام کئے کہ اگر امیر اللغات کی تکمیل جلد
منظور ہو تو کسی حکمت سے ایک لالچہ وہیہ دلوائے پھر دیکھنے کئے جلد حصے

نکلنے ہیں۔ محمد خاتم النبیین ڈاکٹر صاحب کے واسطے آج ہی کی ڈاک میں روانہ ہوتا ہے۔ صنم خانہ عشق کے چپ جانے کی خبر تو آپ نے سنی، فال نیک سے زیادہ اس کی حقیقت کچھ نہیں ہے، اگر چہ ہوتا تو پہلے آپ کو پہنچتا۔ فشی فیاض الرحمان صاحب اور قاضی خیر اللہ صاحب کی خدمت میں سلام بشوق۔ فرزند ان فقیر ما وجب رساں ہیں۔ مہاں برہم اب خط لکھا ہے تو لکھتے رہو۔ پھر ایسا غوطہ نہ لگانا کہ مہینوں خیر نہ لو۔ میں تو پیرانہ سالی اور خستہ حالی سے معذور ہوں مگر تم ماشا اللہ جوان ہو، میری کوتاہ قلمی کو معاف کر دیا کرو۔ سب اہل دفتر ما وجب کہتے ہیں۔ آہ کو جو کچھ لکھا ہے وہ اس کا جواب اپنے قلم سے دیں گے فقط
تمہاری محبت کا مست ہندیر۔
امیر فقر۔

پیارے برہم۔
اندھا جب پٹیاں لے کہ دو انگلیں پاے
کا مدار کا کنا اور تمہارا یقین کرنا اور یہ لکھنا کہ کا مدار مجھ سے جو تین بول
سکتے ایک حاجتمند کو خوش ضرور کرتا ہی مگر ساتھ ہی اس کے یہ ظاہر کرنا کہ
وفارے وعدہ کا وقت معین نہیں ہو سکتا اس خوشی کو مٹاتا ہے درود
خریف کا وقت تو گزر گیا۔ اب ربیع کا وقت قریب ہے۔ دیکھا چاہئے
بہر کیف جب تک تم مجوزہ یہاں پہنچ نہ جاے اس وقت تک میں تمہاری
پوری توجہ کا قائل نہیں رہاں۔ ایں رائے کے گو کہ تراشنا سدا۔ باتوں میں
خوش کر دینا تو تمہارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ جان من، ایسی کوشش کرو

کہ کام نکلے۔ ہاتھ چلے۔ تنگدستی نے تنگ کر رکھا ہے۔ براہ تے تکلفی تم کو لکھا ہے
 استعداد ہو جاؤ زیادہ لکھنا فضول ہے۔ درخانہ اگر کس ست یک حرف بس ست فقط
 امیر فقیر علی عنہ

۵ رذی قعدہ ۱۲۳۱ھ

رام پور۔ ۱۲۔ اکتوبر ۱۲۹۶ھ

محبی برہم۔ دعا کے بعد مدعا یہ ہے کہ تمہاری تحریر مشعر ناپاکی طبیعت
 پہنچ کر سخت تشویش و ملامت افزا ہوئی۔ جس وقت سے یہ خط آیا ہے تمہاری
 ہی طرف جی لگا ہے۔ دعا کے سوا بچائے بندوں کو چارہ کیا ہے۔ خدا کرے اس
 خط کے پہنچنے تک تمہاری طبیعت صاف ہو گئی ہو اور مزہ دے صحت دلخواہ جلد
 سامعہ نوازی کرے۔ اور اب خیر سے حسب دلخواہ کامیابی کے ساتھ تمہارا
 قیام دارالاقبال ہی میں ہو۔ امید ہے کہ اپنی طبیعت پر چر کر کے جلد جلد حالات
 خیر آیات سے رفع نگرانی کرتے ہو۔ کئی روز ہوئے ایک خط میں نے تمہارے
 مستقر حکومت نہ پہنچ سکی کے پتے سے روانہ کیا ہے کیا عجب وہاں سے واپس
 ہو کر ہو پال میں تم کو ملے سب کی طرف سے سلام و عزت چری۔

امیر فقیر۔

رام پور۔ ۵۔ ستمبر ۱۲۹۶ھ

پیاسے برہم سلگودغا

۳۰۔ اگست کا لکھا ہوا خط آیا غزلوں کا پندہ بھی پہنچا آپ کی بہن کے پاس
 چوری ہو جانا اور آپ کی پکری سے سامان مہمانی اجاب اٹھ جانا باعث

افسردگی دل ہوا۔ خداوند تعالیٰ احسن نیت کے اثر سے نعم البدل عطا فرمائے
 وزیر صاحب بہادر کو ایک خط اُسی دن روانہ کر چکا تھا جس دن آپ کا خط آیا
 ان کا وعدہ تو اس خط میں یاد دلایا گیا ہے اور اجازت چاہی گئی ہے کہ لطیف
 میاں وہاں حاضر ہو کر امیدواری کریں اور سلام سے مشرف ہوا کریں البتہ
 کی تخصیص کر کے لکھنا قبل اس کے کہ اس خط کا جواب آئے مناسب
 معلوم ہوا اگر وہ خط یاد دہی کا میں نے نہ لکھا ہوتا تو آپ کی رائے کے موافق
 اس پیکٹیوں کے سلسلے میں جگہ ملنے کی درخواست کرتا برابر دو خط ہو چکے ہیں
 خیال آتا ہے کہ بہادر صاحب وزیر صاحب کی طبیعت پر گراں گزرتے۔ نو عین
 الیافت حسین کے واسطے ہی بہت خیال ہی اس واسطے کہ ان کا تکفل کثیر
 اور وہ بہت پریشان ہیں جناب قاضی صاحب کے مژدہ صحت سے آپ
 سامعہ نوازی کی میں بہت خوش ہوا۔ میری طرف سے تہنیت صحت کسی موقع
 پر ادا کی جائے

(ج) سے آپ کا کچھ بس نہیں چلتا اور وجہ جم کے پیٹ میں ایک نقطہ ہی
 اپنی فکر رسا سے کوئی اچھا اور معقول کام تو توجہ خوش ہو۔ یوں میرے بہلائیے
 کی تو تم کو نرا رہیں آئی ہیں جب قلم اٹھاؤ گے بہلاؤ گے۔ دیکھو غولیں تمہاری
 دیکھیں قدر کرو تو ایک ایک صلاح بہت قدر کے قابل ہے۔ سراسر ہی نہ دیکھنا
 بہت غور کرنا۔ شعر تم نے کئی غزلوں میں بہت اچھے اچھے کہے ہیں وجہ تصرف
 اکثر جگہ تمہارے ذہن سلیم پر اعتماد کر کے نہیں لکھے۔ میں جس حال میں ہوں
 وہ متغلبہ شعر و سخن کے بالکل مخالف ہے۔ محض تمہاری خاطر سے تمہاری غولیں

دیکھی نہیں۔ بٹے کے بستے شاگردوں کے کلام سے ہرے پڑے ہیں۔ تم
پہلے نچکو مطمئن کرو پھر جتنا کلام چاہو بیجو حکیم صاحب حکمت کی باتیں تم
کو بہت آتی ہیں۔ کام کی بات ایک نہیں آتی۔ سچی بات لکھی ہی مریم مہربان
امیر فقیر۔

پیارے برہم سے
غصے میں ترے ہیں نے عجب لطف اٹھایا ابھو عہد آ اور بھی تفسیر کرو شکا
تمہاری تحریر آئی اسی وقت غزل دیکھی بہت اچھے اچھے شعر ہیں دو ایک نگر لکھنا
کیا۔ اس زمانے میں جس بول کا دورہ پڑا تھا میں اور بی ناتوں لگے ہوں
اور عسربول کی تکلیف تو روزی رہتی ہے۔ اشعار قصیدے کے آئیں گے تو
بشرط امکان دیکھ کر بیجوں گا۔ آپ کے باب پر شکر یک باطنی اور ظاہری
چلی جاتی ہے۔ خاطر جمع رہے انشاء اللہ آپ بہت جلد کامیاب ہوں گے
دفعہ پیش بر خورد رہا ششی بشرط آنکہ ہا مایا باشی
امیر فقیر۔ ۸۔ اکتوبر ۱۹۹۷ء

رام پور سٹیٹ

۶۔ نومبر ۱۹۹۷ء

پیارے برہم۔ خاتم کو تمہاری آنکھ میں کامیاب کرے۔ تم نے محض
اپنی سعادت اور وسوسہ سے میرے امراض اور شکایات کی تفصیل چاہی
ہے۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں مگر کیا لکھوں کیا نہ لکھوں اس لیے کہ نہ
ملاح درجیں است و کشتی در فرنگ۔ تم ہو پال میں میں رام پور میں اور

حالات اور شکایات میں اتنا جلد جلد بغیر ہوتا ہے کہ جب تک میں اپنا حال تم کو
لکھ کر بھیجوں اور تم کوئی دوا تجویز کر کے مجھ لکھو اس وقت تک وہ شکایت جاتی رہے
اور ایک دوئی شکایتیں پیدا ہو جائیں۔ مگر تم نے دلسوزی اور محبت و سعادت کے
میرا حال تفصیل پوچھا ہے تو اب ضرور ہوا کہ شکر گزاری کے ساتھ ان تکالیف
سے تم کو مطلع کروں۔ میرے بعض اہباب نے جو طبیب ہیں میں سے مفصل
حال دریافت کیا تھا اور میں نے ان کے سوالات کے مقابل میں جواب لکھ دیے
تھے۔ یہی کی نقل تم کو بھیجتا ہوں۔ ان کو دیکھنے کے بعد اگر کوئی بات دریافت
طلب ہوگی تو مجھ سے پھر پوچھ لینا ہاں اتنا لکھ دینا اور ضروری ہے کہ ہر سال جو
دورہ جس بول کا پڑا تھا اور جس کا ذکر ان جوابات میں ہے اس کے بعد اس
سال ہی میں نے اور اس تاریخ کو دورہ پڑا یعنی ۱۲۔ ربیع الاول ۱۲۹۱۔ کسی پھر سخت
تکلیف رہی مگر الحمد للہ کہ قانا طیر سے کام لینے کی ضرورت نہیں پڑی تبہ ربیع
ادار ہو گیا اگرچہ تھوڑی تھوڑی تکلیف کا اثر کئی روز تک رہا۔ اب میری حالت
یہ ہو گئی ہے کہ چار چار پانچ پانچ منٹ کے بعد چوکی پر جاتا ہوں نہ کہیں آنے
جانے کے قابل رہا نہ کسی سے ملنے جلنے کے لائق! میں نے سوامہینہ سے
یہ شکایت پیدا ہو گئی ہے کہ اجابت کی کئی بار ہوتی ہے کبھی تین کے ساتھ اور
کبھی زرا سی ملیں۔ سینے پر ایک سوزش اور جلن ہوتی ہے یہ ریح نہایت جلتے ہوئی
خارج ہوتے ہیں۔ اجابت ہو جانے سے سوزش وغیرہ میں کمی ہو جاتی ہے اور
اجابت نہیں ہوتی تو بدستور بے صنی رہتی ہے۔ میں نے بعض اہباب کے
اصرار سے غزل کی ہے اب تک دفتر کچیس میں نہیں بھیجی۔ امر اض اور ضعن

دل و دماغ اب مجھے فکر کرنے کی فرصت نہیں دیتے اب کسی تیار کے اصرار سے مجبور ہو کر کوئی غزل کہنے کا خیال کرتا ہوں تو دو چار روز میں اٹھ بیٹھے کچھ شعر ہو جائے ہیں۔ یہی طرح دو تین بار اس زمین میں ہی خیال کیا جو شعر ہو گئے اس میں سے بار بار انتخاب کر کے متنازلے صرف پچیس پچیس شعر کی دفعہ میں لکھی ہیں اور یہی رائے ہے کہ اسی قدر گند ستے میں چھپنے کو بھیجی جائیں۔ مگر میں ان کو بھی زیادہ بچھتا ہوں فقط

امیر تقی

پیائے برہم۔ لکھ کر پتیار ہا ہوں کہ برہمی پیائے ہونے کی پزیر کنوں ہی کہ میں نے پیائے برہم القاب میں لکھا پیروں دل کو تسکین دینا ہوں کہ کسی کی برہمی بھی تو کسی کو مزا دے جاتی ہے یہ مخاطب تو بغایت ہی چہرہ ہاں ہے اب اس میں البتہ کسی کی رزق و تکلیف کو کاہت میں لایا تھا کہ یہ کہ اس سے یہ کہ اس نے انہیں کی تو اب رحم کیا مہربان ہو گیا۔ اور خدا سے امید ہے کہ مہربان ہی ہو گا اس کی تفصیلات صدقہ سے پہلے ہی وغیرہ اسے گا۔ پیاسے برہم، فروری کا خط اس وقت نظر کے سامنے ہے اور تاخیر و تفصیل جواب سے مجھے عجب کراہت امیر اللغات کو خدا رونق دے۔ امیر تقی کی تریباری سننے تو ضرور ایک وقت اصلاح کے واسطے نکالوں گا۔ امیر اللغات کا پہلا حصہ چھپ گیا۔ اسی مفت میں خریداروں کو پہنچے گا۔ اشتہارات بعض ہندوستانی اخباروں میں چھپ گئی انگریزی اخبار پائیر میں ڈیوریل تو ۲۰۰ ماہچ کو شائع ہو گیا عنقریب اشتہار انگریزی بھی جو ایک منتخب ادیب سرٹلپ صاحب ڈاکٹر کم ریاست رام پور سے

لکھا ہی پانیر میں نفوت ہو کر نکلے گا تاکہ عموماً فرنگیوں کو اطلاع ہو جائے ۔
 صفر خانے کو چندے ابی اور رہنے دو خدا اطمینان دے تو اچھا ہو کر نکلے
 پھر اپنے چھپوائے ہوئے خاطر خواہ نہ چپے گا۔ نشی نظام الدین صاحب نظام
 کی لیاقت سے میں بخوبی آگاہ ہوں افسوس کہ بڑی ناقدرانی کے وقت میں وہ پیدا
 ہوئے اور بہت خراب مقام پر انکا قیام ہی خدا ان کو کیس اچھی جگہ پہنچائے ۔
 میری آرزو تو یہ ہے کہ امیر اللغات کو رونق ہو تو ان کو اسی دفتر میں رونق افزائی کی
 تکلیف دوں ۔ میرا سلام کہئے گا۔ محمد احمد تسلیم گزار ہیں ۔

امیر فقیر - ۲۸ - مارچ ۱۹۱۱ء

سلام و دعا۔ محبت نامہ آیا ممنون و سرور کیا خدا کرے آپ کی حسن تقریب
 حسب دلخواہ عمدہ اثر پیدا کرے ۔ لطیف میاں گلدرستہ چھپوائے کو لکھنؤ لکھے
 ہوئے ہیں اور اہل مطابع کے نازاں ساری ہیں سودہ مہذب و منتخب ہیں سے
 ساتھ لکھے ہیں ۔ خدا کرے جلد نکلے ۔ ابتدا میں پر کام وقت سے ہوتا ہی
 رفتہ رفتہ جب اپنا مطبع ہو جائے گا تو آسانی ہو جائے گی ۔ ماہ صیام میں خط
 لکھنا بھی دشوار ہی ۔ مختصر نگاری معاف ہو فقط

امیر فقیر - ۱۶ جنوری ۱۹۱۱ء - ۵ - رمضان ۱۳۳۰ھ

رام پور ۵ جولائی ۱۹۱۱ء
 دلتوازا۔ سلام سنوں ۔ گیارہویں صفر کا لکھا ہوا خط چودہویں کو آیا انداز
 حریت سے سرت ہوئی اور اصغر علی خاں متمم فراشتانہ کی جو انفرنگی سے عبرت
 وحسرت ۔ قاضی صاحب کی خدمت میں عبادت نامہ مختصر لکھا ہی آپ کا مورد

حضور لکھیں اور حسب وعدہ ہمیشہ صلیح نیک سے شاد کام رکھیں۔ بھلہ
عیزان واجباب کو نام نہام دعا و سلام کیے فقط
امیر فقیر۔ بقلم دیگرے۔

رام پور۔ ۱۴۔ نومبر ۱۹۷۹ء

محبت و انوار۔ سلام سنون دعا مشون

آپ اب کس حال میں کیسا مزاج ہے۔ میرے خط کا جواب ہی ندیا جو بہتر
حالات سن کر فی الفور لکھا تھا۔ میں آپ کی صحت کے لیے ہر وقت دست
پدعا ہوں اور کچھ کیفیت دریافت نہونے سے نہایت متروذ ہوں۔ خدا
کرے اب آپ کو آرام ہو۔ اس کا رڈ کو پا کر بواپسی ڈاک جواب بھیجے اور
مفصل حال لکھ کر مطمئن کیجئے۔

سب کی طرف سے ماوجب اور جلیل حسن کی طرف سے مزاج پری
امیر فقیر۔

۲۰ مارچ ۱۹۸۰ء۔ رام پور سٹیٹ

مجھے برہم کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ تحریر تمہاری پہنچی باوجود تب لڑی
میں مبتلا ہونے کے دو تاریخیں ایک فارسی اور ایک اردو کمر قاضی صاحب
کی خدمت میں پہنچیں۔ اور تمہاری نسبت ہی مختصر الفاظ لکھ دئے مجھے
جناب قاضی صاحب کی کوئی تحریر نہیں پہنچی۔ ورنہ کیا ممکن تھا کہ میں جواب
نہ لکھ سکوں یا تعمیل نہ کرنا فقط

امیر فقیر

مجی۔ سلام و دعا انضمام۔ مدت سے تمہارا محبت نامہ نہیں آیا یہی تمہارا
 اتنا ہوا۔ تم کو یہ عذر ہو گا کہ ضروری کاموں سے فرصت نہیں ہوتی تو کیا
 تمہارے نزدیک یہ ضروری کام میں داخل نہیں ہے کہ اپنے داعی خیر کو دو کلمہ
 خیریت سے کہی گئی مٹھیں کرو خیر ہم کو یاد کرو یا نکر و مہتو دعا سے یاد کرتے ہیں
 گو نہیں پوچھتے ہرگز وہ سناج ہم تو کہتے ہیں دعا کرتے ہیں
 صحتخانہ عشق کو نظر ثانی سے میں نے مکمل و منہب کر لیا ہے کچھ کسر باقی ہے
 بعض اجنباب سخت مصر ہیں کہ چپے امید ہے کہ اب کے ایسا ہی ہو گا۔ سکو
 اشاعت وغیرہ میں مدد دینے اور خریدار ہم پہنچانے کی نسبت تمہیں پہنچے
 لکھنے کی حاجت نہیں ہے۔ اتنا تم سے کہتا ہوں کہ یہ دیوان دیوان اول سے
 بدیہا اولیٰ ہے، باعتبار زبان اور فرے کے اور باعتبار بڑا سخت کے ہی۔
 اور ہاں اب امیر اللغات کے روپے تو پیسہ دو۔ تم نے بڑی دیر کی ہے بڑی
 ضرورت ہے۔ جلیل آپ کے محبت کے علیل سلام عرض کرتے ہیں۔
 امیر فقیر رام پور ۲۲ نومبر ۱۳۵۷ء۔

حکیم عابد علی صاحب کوثر خیر آبادی کے نام

میرے پیارے کوثر۔ میں نے کسی خط کا جواب معلوم انداز نہیں کیا۔
 و سیم گواہ ہیں کہ خیر آباد کو خاتون کی مرض پر سی کا خط فوراً لکھجا۔ صاحب
 گنج سے جو خط آیا اس کا جواب بھی دوسرے یا شاید تیسرے دن روانہ
 کیا خدا اجائے کون دشمن راہ سے اڑا لیتا ہے۔ یہ خط مورخہ ۲۴ رجب

اس وقت آیا اگرچہ فرصت نہ تھی مگر سب کام چھوڑ کر غریب دیکھیں بنانا تو کہا
 ہو سکتا ہے ایک وجہ عیوب پر آگاہ کر دیا۔ ایک دو جگہ آہستہ آہستہ والی غزل
 میں بننا بھی بنا دیا۔ اور انتخاب کے صنادید کے ویم کو غریب دیکھیں کہ لکھو اگر تیار
 کو آج ہی بھیج دیں اور مسودے کو داخل ذخیرہ مسودات کر کے آپ کو بھیج دیں
 امید ہے کہ آپ روانہ کریں۔ میری طاقت روز بروز کٹتی جاتی ہے۔ اور مکر وہ بات
 بڑھتے جاتے ہیں۔ لغت میں مصروفی اور محنت کی بہت حاجت ہے شای
 بالکل چھوٹی ہے۔ اصلاح کو کلام بکثرت آتا ہے کون بنائے کون جواب لکھے۔
 انقلابات و تغیرات جو ریاست میں ہو رہے ہیں وہ اور پریشان کر رہے ہیں سیکڑوں
 روپے ماہوار کا خرچ اور آمد کچھ نہیں۔ اجاب نے جو کچھ کہا وہ نیکما۔ حضرت
 شاداب نے رحم قدیمہ کی قلم ترک کر دی۔ آپ اسی ملک میں ہیں جو یا سے حال
 میں اور حالت جو کچھ معلوم ہو ضرور مجھے لکھ بھیجیں کہ جگہ ان کی بھی خواہی رہیں
 کہتی ہے۔ ان کو کچھ خیال نہ سہی میں نے بھی کئی جینے سے ان کو مخط نہیں لکھا
 یہی سمجھ کر کہ جواب تو آتا نہیں لکھ کے کیا کروں۔ آپ اپنی ذکاوت سے اگر
 کوئی راہ نکالے کہ ان کو توجہ کافی پیدا ہو اور وعدہ وفا کریں تو آپ کا احسان
 ہے۔ دوسروں پر ہوا اور فقر لغت میں صرف ہو رہا ہے۔ سب اطفال و اعزہ
 و اجاب ما واجب رساں ہیں۔ اس ملک کے بچے کسی طرح ضرور بھیجے۔ مولانا
 مولوی محمد عبدالحق صاحب کے اعزاز و امتیاز و ترقی مآتب سے بہت
 جی خوش ہوا۔ خدا خوش رکھے اور توفیقات نیک دے آمین
 امیر فقیر۔ ۳۱۔ ماہ چہ ۱۳۵۶ھ

پھر کسی وقت دیکھو گئے اور خطوط پر نظر کر کے جوابات جواب طلب ہو گئے انشاء اللہ
اس کا جواب لکھو گئے گا چھپیں جو مجھ سے طرح کی فرمائش ہوئی تھی میں ۔
یہ مصلح لکھ کر بھیج دیا ہے۔ کئی ہیرے کی نیلم میں جڑی ہے۔ جڑی مکڑی۔ قافیہ اور ہی
ردیف۔ آپ کی خواہش کے موافق یہ مصلح طرح لکھ دیا گیا۔ سب اغوہ واجباب
تسلیم رسان ہیں فقط

امیر فقیر ۳۰ ستمبر

حکیم صاحب۔ عجیب کیفیت میں ہوں کہ دن رات میں کسی وقت آرام
نہیں نہ آ سکتا کام دیتی ہیں نہ باتھ قابو میں ہیں سو ادھ خط سے آپ پہچان لیجئے
کہ رشتہ خط کو خراب کر رہا ہے۔ فرصت ایسی مفقود ہے کہ رات کے اچھے تک
جان نہیں چھوٹی لغت نے مجھے مار ڈالا۔ خیر خدا خاتمہ پھر کرے۔ عرق پانی
اور عرق مکوہ کا دس تو لے پینا ہی مجھے سخت دشوار ہے مگر دونوں عرق کچالوں
تو چند سے جبر کر کے پیوں ہر کیف آپ کا احسان مند ہوں۔ یہ فرمائے کہ جبر الہود
خالص کا سفوف ہی یا مگر ہے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ غزل میں جلد فرمادی
ضروری تصرف کر کے چند شعر پیام پیار کیجئے دیتا ہوں۔

امیر فقیر۔ ۲۵ ستمبر ۱۹۲۲ء

حکیم صاحب۔ پرسوں جس بول کا دورہ پڑا تا مرنے مر تے بچا
آج اس قابل ہوا کہ آپ کا خط کھولا بہت افسوس ہوا کہ شاید غزل وقت پر
نہ پہنچے گی مگر جلدی میں سنکر کچھ کچھ بنایا۔ خدا کرے مشاعرے تک پہنچے۔
زیادہ لکھو انہیں سکتا کہ اور دیر ہوگی اور جلدی میں بعضے شعر بنا بھی نہ سکتا

مجبور آکاٹ دیا۔ پیشاب کی تکلیف اس وقت تک برہی ہوئی ہی مگر خیر بندہ نہیں ہی فقط
ایمیر فقیر

پیارے کوثر۔ محبت نامہ آیا ممنون فرمایا۔ کرمی شرف الدین صاحب دہشت
سے جو مصالحت مقدمہ حضرت شاداب معلوم ہوئی جی خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان
کو خوش رکھے۔ گو وہ اپنی خوشی پر خوش ہونے والوں کو ناخوش رکھیں۔
میں نے مدت سے خط و کتابت مجبور ہو کر ترک کر دی اگر کسی ادھر سے کوئی تحریر
آنے کی تو دیکھا جائے گا۔ شہناز بھاری یہاں نہیں آئے مجھے نہیں معلوم کہ
خیلم آباد میں ہیں یا کلکتے چلے گئے۔ غریب بچہ کی کیس مگر اب ڈیوڈ ہنا
اور نکالنا اونیٹا ناڈو اور ہی کہ فرصت کہاں۔ جو کلام یہاں پہنچا وہ نذر کسیم
آپ جانیں وہ جانیں۔ مدفن بکسر فالٹہ صحیح پہ موزوں کرنے کوں منع کرتا ہے
اچانہ معلوم ہونہ کہنے۔ میں نے ہی کہی تو کما خلد استیاں نے موزوں
کیا تھا بہت چر چار رہا مگر جیت انیس کی تھی کہ لفظ صحیح ہی۔ چٹھش یعنی جگت
غیاث میں بفتح لام ہی اور اردو میں بکسر لام انہوہ کے معنوں میں ہی۔ خانہ
کعبہ کا ترجمہ کہنے کا گزرا بالکل متعل نہیں اور نہایت بڑا معلوم ہوتا ہے
وجہ یہ کہ خانہ کعبہ ترکیب اضافی نہیں ہی ترکیب توصیفی یا بدل لائنل منہ ہی
پھر کہنے کا گزرا کہ نہ درست ہو گا۔ آپ کسی سے لڑنے میں ارہجئے کہ
خط ہی ہاں معتبرن کے کلام میں نکلے تو خیر۔ اگر کوئی آپ سے پوچھنا ہی
تو سمجھا دیجئے۔ کہ میرا تو یہ خیال ہے پھر وہ تاویلات کرے تو جب ہو رہے
انت کا کام ہوتا ہو مگر سستی ہے۔ کرمی کی وہ شدت ہی کہ معاذ اللہ

حکیم صاحب دل کے بڑھائیوں والے اگلی صحبتوں کے یاد دلانے والے خطوط
آپ کے کم آتے ہیں اور جی چاہتا ہوں کہ زیادہ آئیں بشرطیکہ غلیں ان میں نہوں
سب عزیز و اطفال ماوجب رساں ہیں۔

پیائے کوثر۔ ارحم الراحمین بطفیل ساقی کوثر تم کو دونوں جہان میں جام
مراد سے سیراب کرے۔ محبت نامہ آیا تاخیر جواب سے منفعل ہوں۔ موانع
لوکروہات اسقدر ہیں کہ لکھ نہیں سکتا۔ اسوقت چند شعر خود دیکھے اور باقی دوسرے
سے سنئے بارک اللہ فی عمر کم و اقبال کم۔ ممتاز احمد کے پاؤں سید ہا ہونے کا
علاج ہو رہا تھا نکم اور مسکے کی بالسن ہوئی تھی جراح نے دو دن موم باندھ دیا
تمام ران میں پٹھوں پر دانے نکل کر کچھ مہر جا گئے اور پانچ چھ پھوڑے ہو گئے
اب ان کا علاج ہو رہا ہے۔ خدا رحم فرمائے۔ عمر بول کے باب میں جو ہدایات
آپ نے کی ہیں واقع میں اب تک ان پر کار بند ہونے کا اتفاق نہیں ہوا
کچھ میری کاپی کو بھی اس میں دخل ہے اور کچھ یہ بات ہے کہ بار بار نئی شکایات
پیدا ہو جاتی ہیں کہ ان کے تدارک میں مصروف ہو جاتا ہوں چنانچہ ایک مہینے
سے نیچے اوپر کی داڑھیں اسقدر دکھتی ہیں کہ آنکھ اور کان اور سر کا درد ترپا کرنا
ہلکی ہیں مگر نکلنے نہیں اور غل زنبوری کی جرات نہیں پرتی معذرا لوگ کہتے ہیں کہ
اوپر کی داڑھ نکلو ان سے میں آنکھ پر صدمہ پہنچے گا۔ الغرض جتنے دن باقی ہیں
ان میں راحت کی امید نہیں۔ خداوند تعالیٰ خاتمہ بخیر کرے اور دارالراحت
میں آرام دے۔ آنکھوں کی تکلیف اس زمانہ میں خود بخود کم ہے۔ تر پہلے سے
کبھی کبھی آنکھیں دھو رہا ہوں اور اطرافیل کا بھی استعمال کر لیتا ہوں۔

میر بشارت حسین صاحب رئیس صاحب گنج کے ائمہ رحلت سے سخت صدمہ
ہوا۔ اس محسن کا نعم البدل خداوند تعالیٰ آپ کو دے۔ دنیا عجب دارِ حوادث
ہی، ملاح سے اب تک ایسے ایسے نامور ائمہ گئے ہیں کہ ان کے داغِ فراقِ انبی
کے صدمے کو دل ہی جانتا ہی۔ ممکن ہوا تو تہ غزل سابق کسی وقت نکلا کر
دیکھو گا۔ ممالکِ نزدیکے دور سے کلام اس کثرت سے آتا ہے کہ میرادل جو بڑا
طاقت و فائز کرتی۔ فرصت ملتی نہیں دنیا بھر سے شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ سب
عزیز و احباب و اہل دفتر خصوصاً آہ و جلیل سلیم عرض کرتے ہیں۔

امیر فقیر۔ ۲۶۔ مئی ۱۹۲۶ء

ریاست رام پور۔ سیکلینڈ ۲۹۔ اکتوبر ۱۹۲۶ء

پیارے کوثر۔ سلام و دعا کے بعد مدعا نگار ہوں کہ ۲۶۔ اکتوبر کا لکھا ہوا
محبت نامہ اپنے وقت پر مجھے پونچھا تھا۔ مگر بزرگی طبیعت سے جواب نہ دیر کا
عفو کا خواہشگا ہوں۔ سفوف حجر الیہود میرے ایک دوست حکیم محمد قیام الدین
صاحب نے جو کئی مہینے سے اس دفتر میں رونق افروز ہیں عن رب میں
تیار کیا ہی آپ کے سفوف تمام شدہ لی جگہ اس کا استعمال کرنا چکا۔ حکیم صاحب
موصوف میرے تغیر حالات کو بات دن دیکھتے ہیں اور ناشائستہ ذہن اور
ذی استعداد ہیں۔ اس سفوف کو شربتِ بزوری اور بعض مددِ عقیات کے
ساتھ استعمال کو تجویز کرتے ہیں چندے اس کا استعمال ہی کر لوں شاید آئی تو
شافی مطلق نفع دے۔ میں جہاں تک خیال کرتا ہوں جس عمر ہوں زیادہ آہی
وقت ہوتا ہے جب امدادِ فضول سے پاک نہیں ہوتے اور ریاحِ محبتیں ہوتی ہیں

ایسے سلسلہ و ملینہ کا استعمال کرتا ہوں اور تین سے اجابت
 ہوتی ہے تو سوزش مدفع براز کی طرف دیر تک رہتی ہے اور بار بار قلیل اجابت ہوا
 کرتی ہے۔ فرغ نہیں ہوتا اور یہ امور اور زیادہ مانع اور راجح ہوجاتے ہیں۔ اگر کوئی
 دوا ایسی مل جائے جو میں شب کو استعمال کروں اور صبح کو آسانی سے
 مافی الامعاء مقوم فضول دفع ہو جایا کریں اور ریح بخوبی منکسر ہوں تو مجھے کیا
 امید ہے کہ ادراک کی تکلیفیں ضرور کم ہوجائیں مگر مجھے ایسی دوا نہ یونانی ملتی ہے نہ
 ڈاکٹری میں کبھی کبھی اسپغول و تخم ریحان وغیرہ مرقات سے کچھ کارروائی
 ہوتی مگر ان چیزوں کے التزام سے اور خرابیاں ہوتی ہیں جن کو آپ خود جانتے
 ہیں۔ آپ بھی بہت سوچ کر اپنی خدائت رائے سے کام لیں اگر مقصود کے موافق کوئی
 نسخہ ترکیب پاسے تو کیا کہنا۔ مگر جلد بھیجے گا۔ درایسا نہ کہ بنوانے میں بکیرا
 نہایت ہو۔ بازاری اطریض کا ہی استعمال بہت کیا۔ خود اس لئے نہیں بنوایا
 کہ نسخے مختلف ہیں طبیعت کو کیسوی نہیں ہوتی معذاکم سے کم ایک چلے کے
 بعد اس کا استعمال چاہئے یہاں اب ضرورت شدید ہے۔ آپ کے قصد
 وطن سے بہت جی خوش ہوا خداوند تعالیٰ آپ کو خیر و عافیت سے لائے
 میں آرزو کرتا ہوں کہ آپ وطن سے مجھ دیدار طلب کے دیکھنے کو رام پور
 ہی تشریف لائیں۔ خدا کے لیے اب کے ایسا نہ کیجے گا کہ میں منتظر رہوں خواجہ
 حمید بنان صاحب کی خدمت میں حصول امیر اللغات کا بھیج دیا۔ گھرنا اور
 گھرنا دونوں صحیح ہیں مگر گھرنا شعر کے کلام میں نہیں پایا۔ فصحاء نے لکھو
 گھرنا کو ترجیح دیتے ہیں۔ رشک مرحوم نے جب گھرنا نہیں اور چٹری نہیں

طرح کی تھی تو مجھے یاد آتا ہے کہ شعر انے گزری نہیں بھی ان معنوں میں کہ تاساؤنگ (جو)
کا شعر پورے

ڈھالی ہوئے ہیں سانچے میں یہ بھی بن کی طرح ہرگز سنا نے ترے زیور گھرے نہیں
اور جہڑے یعنی تنہا البتہ میں نے لکھنویں فصحا سے نہیں سنا اور کلام میں
بھی نہیں دیکھا۔ موتی کی لڑی کی سند آپ نے ایسی دی ہے کہ اب میں آپس
کچھ کلام نہیں کر سکتا جنہوں نے جھکو منع کیا تھا جب انہیں کے یہاں موج
ہی تو مجھے کیا تامل ہو سکتا ہے۔ محمد احمد آپ کی مہربانی کے شکر گزار ہیں مولوی
کریم رضا صاحب کا خط ان کو پہنچا اور بہت خوش ہوئے۔ مولوی صاحب
کا پتا ٹھیک ٹھیک لکھ بیٹھے تو اسی ذریعہ سے ان سے خط و کتابت کریں۔
ریاض نے ایک نامہام سی غول اپنی بھیجی تھی اور لکھا تھا کہ اور شعر کے کیجیو سنگا
پھر کوئی خط نہیں آیا۔ کوہیم کا حال مطلق نہیں معلوم کہاں ہیں جلیل اور
آہ اور سب اہل دفتر اور بندہ زاد گاں کہہ اور اصغر ماو جب گزار میں فقط
ایمیر فقیر عفا عنہ۔ بقلم دیگرے۔

۱۰۔ فروری ۱۹۳۷ء

پیائے کوثر ہیں آپ کو خیر آہا خط لکھ کر بہت خوش ہوا تھا کہ اب کے
بار میری آرزو ضرور پوری ہوگی مگر افسوس کہ دل کی حسرت دل ہی میں رہ گئی
مصارف کی نسبت تو اگر آپ مجھے اطلاع دیتے تو میں بہال طیب خط
فوراً بھیجتا مگر آپ کا تکلف کہ اس کی اجازت دیتا تھا۔ امید وصال
تو بعد و گرافتاد۔ اوائل دسمبر میں یا دہین کون سی غول آئی تھی، دفتر میں

تلاش کراونگا بلجائے گی تو انشا اللہ کسی وقت یکمک پہنچو گا۔ یہ غلیں جواب آئے
 بیچیں باوجود دیگر حالات اور کمزوری طبیعت کے دیکھ کر قدر ضرورت بنائیں
 مشق آپ کی بعنائیت الہی بہت بڑھی ہوئی ہے غلیں قصیدوں سے کم نہیں
 ہوتیں اور ہر قسم کے مضامین ہوا کرتے ہیں مگر افسوس ہے کہ چرچے کی صحبت میں
 چندے آپ کا ہونا خصوصاً اس سچپان سے صحبت رہنا نہیں ہوتا اگر کسر ہے
 تو اسے قدر مجھے کسی دوا سے کچھ مطلق فائدہ نہوا اگر آپ کسی نسخے کی ترتیب
 ایسی دیں جو کاسہ ریح ہونے کے ساتھ شب کو کمالینے سے مافی الامعاء
 فضول کو بغیر تیلین کے آسانی سے دفع کر دیا کرے تو امید ہے کہ تکلیف گھٹ جائے
 عصر بول قبض و غلبہ ریح کے وقت زیادہ ہوتا ہے اور تیلین سے جب اجابت ملتی ہے
 تو اور زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ محاورات و لغات کی تحقیق کے واسطے خزان المحاورات
 اور گلشن فیض کسی قدر مفید ضرور ہیں مگر غیر محقق کو دہوکا دینے میں بھی یہ کتابیں اُستاد
 ہیں۔ دعا کیجئے کہ امیر اللغات مکمل ہو جائے تو خدا سے امید ہے کہ وہ ان سے کبھی
 مستغنی کر دے گا۔ دوسرے حصہ چھپ رہا ہے بلجائیں انشا اللہ شائع ہونے کی
 امید ہے۔ اس زمانے میں نور چشم خورشید احمد کا عقد کا کوری میں قرار پایا
 تھا۔ میں اپنے مرض کی وجہ سے جا نہیں سکا چند اخو یہاں سے ان کے ساتھ
 گئے تھے عقد سے فراغت ہو گئی آج کل میں خورشید احمد آنے والے
 ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ اپنے خیر آباد سے خط نہ لکھا۔ لکھا تو اتنے دنوں کے
 بعد اب لکھا۔ میں آپ کی عدم ادراک خیریت سے متروک ہو جاتا ہوں خط تو
 ضرور لکھا کیجئے کہ نگرانی نہ رہا کرے۔ سب غریز و اجاب خصوصاً ممتنا ز اور

جلیلین ملو جب رسال ہیں۔ رسید ضرور لکھنے کا۔

ایمیر فقیر۔

پیارے کوثر طغوف کا خد میں لکھوا کر پہنچا ہوں اس کو آپ دیکھ کر اپنے
مراسم کے موافق احمد علی خاں صاحب منصور آبادی کو جلد لکھ کر بچدیں۔ اور
کوئی دقیقہ کار برآری کا فروگزاشت نہ کریں۔ مجھے بھی عیال سے سخت انشغال ہے
اور ان کی کامیابی کا نہایت خیال ہے۔ انوس پر کہ میں عوامین و سیکہ کی وجہ سے
سفر نہ کر سکا ورنہ ضرور وعدہ ان سے وفا کرتا اور بسبب اس کے کہ جلیل کو دفتر سے
طلحہ ہونے دینا مجھے پسند نہیں اور ان کے والد درویش صفت ضعیف نینا
کے تعلقات سے کار و مکان پر ہیں ان سے کوئی دنیاوی کارروائی ہو نہیں
سکتی۔ بلکہ وہ خود پیرانہ سالی سے ایک دل سوز خدمت گزار کے محتاج ہیں ان
وجہ سے جلیل دور جانا نہیں چاہتے ہیں۔ ورنہ کن میں ان کا نوکر کیوانا ممکن
تھا۔ آدمی یہ ایسے اچھے ہیں کہ جہاں ہوں وہاں سلامتی برکتیں ہیں ان
کی طلحہ گی کو اپنی بد قسمتی جانتا ہوں مگر مجبوری گوارا کرنا ہوں بشرطیکہ سی جوار یعنی
قرب وطن میں ان کی سہراوقات کی صورت نیکی۔ چونکہ مجھے خوب معلوم ہے
کہ اس جوار میں عموماً لوگ مٹا سے معتقد ہیں اور خصوصاً احمد علی خاں صاحب
کو بہت ہی متاثر الحاظ ہے تم تہ دل سے کوشش کرو گے تو ضرور جلیل کا بیاب
ہو جائیں گے۔ لہذا بہت ہی اصرار سے کہتا ہوں کہ مگر گرم حاجت ملنی
ہو جائے۔ زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں آپ خود مجمع اوصاف حمیدہ ہیں۔ اللہ
آپ کی عمر دراز کرے اور اقبال بڑھائے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ میرا حال

پدستور اور ممتاز احمد کو امید انداز زخم تو قوی پر مگر ہنوز بخور و معذو رہتے
اور عزیز بھی گاہ گاہ بیمار ہو جاتے ہیں۔ آجکل پریشانیاں بڑھی ہوئی ہیں خدا رحم
فرمائے۔ میں بہت منتظر رہوں گا کہ کب آپ احمد علی خاں صاحب کا خط شعر
طلب جلیل بھیجیں گے، تعمیل و تکمیل کے ساتھ کوشش کیجئے۔ سب اطفال
واہل دفتر خصوصاً ہلیل و آد سلیمان اللہ ماوجب سناں ہیں۔ دنو آواز اس وقت
ڈاک سے ایک تیلی بھیجے گی جس کے منہ پر فقط ایک ڈور لپٹا ہوا تھا اور
دور سے پرنا لک کی مہر بھی نہ تھی شاید دھوکے سے یوں ہی روانہ ہو گئی اب آپ
کا خط آئے تو طریق استعمال معلوم ہوا اطمینان کے واسطے یہ دوسطریں
بطور رسید لکھیں فقط

امیر فقیر۔ ۵ فروری ۱۸۹۲ء

پیائے کوثر۔ مجھے بیماریاں و بیماریاں خصوصاً اور کمروہات دنیاوی
عموماً نہیں چھوڑتے کہ میں اجباب سے سرخرو ہوں تم بھی میرا قصور معاف
کردو۔ افسوس کہ طح گلچیں گزشتہ صبح آئی اس دن خیال ہوا
کہ ضرور دیکھ کر پہچانے گا، پھر ایسے حالات ہی کہ آج تمہارے لکھنے پر غل کا آنا
یا دیا، غرور خواہوں اور اس غل کو اسی وقت دیکھ کر پہچانوں، کتاب
لغت کی بدولت زیر باری حد سے بڑی ہوئی ہے خدا رحم فرمائے
پیشاب کا مرض سخت تکلف ہی ہو کی پر جاتے جاتے پاؤں ٹپک جاتے ہیں
اور ہر بار رک کر ہوتا ہی۔ دیر ہوتی ہی تو عسر بول پڑھ جاتا ہی۔ آنکھوں
کو جب سے روگ لگا ہی تب سے لکھنا اور کتاب دیکھنا گویا چوٹ

ہی گیا ہے۔ دوسرے کی محتاجی اور زیادہ مکلف ہے اور اکثر ہرج بھی ہوتا ہے۔ اب یہ
دوسٹر ہیں لکھیں اور انکیس ڈیڈ بائیں کروانے لگیں بصارت میں بھی کمی ہونے لگی
سب اجاب سلام کہتے ہیں اور اطفال تسلیم رساں ہیں۔ پیاسے کوثر پہلی
غزلوں کے شعر کچھ بنے ہیں خدا کرے دیکھ لوں تو بیچوں۔

تمہاری سچی محبت کا منت پذیر
امیر فقیر۔ ۶۔ اگست ۱۸۵۷ء

پیاسے کوثر۔ کئی روز ہوئے ایک کارڈ لکھ چکا ہوں اس کے جواب
کا انتظار ہی مجھ کو تیری فرصت اور اطمینان نہیں کہ آپ کے خطوط کی جگہ مراتب
پر نظر کر دوں اور ہر ایک بات کا جواب لکھواؤں۔ غزل آج دیکھ لی بیچتا ہوں
آپ صاف کر کے چھپیں میں بھیجے۔ زیادہ کمالوں۔ پریشانیوں بڑی ہوئی
ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے جلیل وآہ۔ تسلیم رساں ہیں۔

امیر فقیر۔ ۲۳۔ اگست ۱۸۵۷ء

پیاسے عابد۔ سلام و دعا کے بعد معلوم ہو کہ کارڈ یا مع الیخروطن آنا
اور عزمان وطن کو خیریت پانا مبارک ہو میری طبیعت۔ وزیر و بگرتی ہی جاتی
نہ سہولت ادارہ کو کوئی دوا مفید ہوتی ہے نہ ریل یا سواری کا غلبہ اور بار بار
تلیں ہو ناموقوف ہوتا ہے اور یہی تلیں اور جس ریل ہی زیادہ علت جس ریل
کے معلوم ہوتی ہیں۔ اکثر تجربہ ہوا ہے کہ جب اجابت صالح القوم یا سانی
اکبار کی ہو جاتی ہے اور ریل بلا تکلف گردش کرتی ہیں اور منکسر ہوتی ہیں تو ادارہ
میں سہولت ہوتی ہے حاجت ادارہ تو بار بار اس حالت میں بھی ہوتی ہے مگر

پیشاب کتنا نہیں ہے۔ ایسی دوا نہیں ملتی کہ شب کو سوتے وقت استعمال کروں اور صبح کو فضول مقوم بلا انتظار آسانی سے دفع ہو جائیں اور ریاچ نہ ستائیں اور ادار میں دشواری نہو آپ بھی اپنی خدقت رائے سے کام لیں۔ حکیم صاحب کیا کے سفر سے پہلے اب کے بار دو چار دن کے لیے آپ رامپور کو ضرور آپس اور اپنے دیدار فرحت آثار سے مسرور کریں۔ اگر ایسا نہو اتو مجھے نہایت حسرت رہے گی اور ملال ہوگا۔ لکنو ہو کر آنا ہو تو عطردائن کی شیشیاں اور چار شیشیاں قاریسے کی بڑے منہ کی پاٹی نالے سے لیتے آئیگا۔ سب عزیز و دوست ماوجب رساں ہیں۔ مولانا مولوی محمد عبدالحق صاحب کی خدمت میں سلام و شوق اور نیاز مندانه شکایت عدم یاد فرمائی اور سب اجاب کو مایلیق امیر فقیر ۱۱۔ دسمبر ۱۳۹۶ء

ریاست رام پور

۱۲۔ اپریل ۱۳۹۶ء

مجی و شفیع زرا دعنائیکم۔ سلام سنون۔ اخلاص مشحون۔ آپکا محبت نامہ ۲۳۔ فروری کا لکھا ہوا آیا تھا۔ مجھے کثرت افکار و آلام سے جواب لکھنے کا موقع نہیں ملا۔ ۲۴۔ شعبان کو جو واقعہ روح فرسا ہوا ہے۔ اس نے اور بھی دل کو چور کر دیا اور وہ واقعہ پھر یہ کہ عروس نور چشم محمد احمد نے سختی ولادت و ترہرہ سے رحلت کی تدبیر اور علاج میں اپنے امکان بھر کوئی دقیقہ اٹھ نہیں پایا۔ مگر مشیت الہی میں کیا دخل۔ میری طبیعت یوں ہی کبھی صحیح نہیں رہتی اور اب تو صدقات سے کچھ اور ہی حالت ہو گئی ہے۔ شمر اور بھن کا

کا مشغلہ قطعی ترک ہو گیا بلکہ اس کے ذکر سے نفرت ہوتی رہی۔ دعا یہی ہے کہ
 اللہ تعالیٰ خاتمہ بخیر کرے۔ آپ سے مجھ کو بہت ہی ندامت ہے کہ باوجود آپ
 کی محبت اور خصوصیت کے میری طرف سے خدمت گزاری میں مناسبت
 لگتی ہوتی رہی بلکہ ہوتی ہی نہیں۔ بعد از غائب ہوا جس میں ان میں ایک
 گیا کے مشاعرے کی ہر دوسری ٹھیس کی طرح ہیں۔ گیا کا مشاعرہ تو اب ہو
 ہی گیا ہو گا۔ ٹھیس میں البتہ وقت باقی ہے اسی نظر سے میں نے ٹھیس کی غزل
 دیکھی اور دیکھی کیا پڑھا کرتی جیسے میں سنی چونکہ اس کے ساتھ وہ دوسری
 غزل بھی تھی لہذا دونوں کو ہیجتا ہوں صلاحی کو صاف کر کے ٹھیس میں بھیجے
 اور غیر صلاحی کو اور وقت پر اٹھا رکھئے۔ جہاں اور بہت سی غزلیں دیکھنے کو
 باقی ہیں وہاں ایک یہ بھی سہی۔ آپ سے میں اپنی کم خدمتی کی معافی چاہتا ہوں
 یہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت اور اطمینان عطا فرمے کہ آپ کا بقیہ کلام
 دیجیسی کے ساتھ دیکھ سکوں۔ آپ کے خط کا پورا جواب اس وقت لکھ نہیں
 سکتا۔ طبیعت کو ذرا سکون ہو لے تو اس کو غور سے دیکھ کر ایک ایک
 بات کا جواب لکھوں۔ نور حنیف ممتاز علی اور تجلیں بہت بہت تسلیم کرتے ہیں
 اور سب اطفال ما و جب رساں ہیں۔

امیر فقیر عفی عنہ

رام پور۔ ۱۹ مئی ۱۹۳۷ء

مجی کو شفقتی زاد لطف فرمے۔ بعد سلام سنون اخلاص و دعا شخون کے
 مدعا نکار ہوں کہ آپ کا محبت نامہ آیا واقعہ جگر گردانہ جلالت برادر زادہ

اس پر اور تڑاوی منکر وہ صدمہ اٹھایا کہ اس کو دل ہی جانتا ہی۔ ہاں ان
 دونوں کی مرض ابھی کیا تھیں اور دنیا میں آکر انہوں نے ابھی کیا دیکھا تھا۔
 میرا ستم رسیدہ دل تو اس تصور سے پاش پاش ہوا جاتا ہاں کہ ان کے
 ماں باپ اور آپ کی کیا حالت ہوگی۔ مگر خدا کی مشیت میں سوا صبر و شکر
 کے بندے کو کیا دخل ہی۔ آپ خدا کی عنایت سے خود نیم آدمی ہیں مجھے
 صبر کے باب میں زیادہ سمجھانے کی ضرورت نہیں ہی۔ کچھ عجب وقت لگیا ہی
 عزیز ہوں یا احباب کسی کی طرف سے کہی خوشی کی بات سننے میں نہیں
 آتی۔ سوانح اور واقعات روح فرسا سے یہ حالت ہی کہ اب دنیا سے
 دل سیر ہو گیا ہی کسی چیز اور کسی بات میں کچھ پی نہیں رہی اکٹھ پھر ہی دعا ہی
 کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ بخیر کرے۔ آپ کی ناسازی طبیعت سے الگ تردد
 ہی۔ خدا کرے یہ شکایت جلد دفع ہو جائے۔ امید کہ مزہ صحت سے
 مطمئن و مسرور کرنے میں دیر نہ کیجئے۔ میری حالت بدستور ہی نہ بیمار یوں
 اور بیمار داریوں سے فرصت ہوتی ہی نہ آئے دن کے صدمات سے
 نجات ملتی ہی۔ باوجود اس برنجوری و معدوری کے غل و رہا عیاں آپ
 کی دیکھ کر ہیچتا ہوں۔ غل میں شعر کثرت ہے آپ انتخاب کر کے
 اچھے اچھے شعر مشاعرے میں پڑھیں۔ خنجر کا دونا ہونا صحیح ہی۔ سبب ہر آواز
 ماوجب گزار ہیں اور نور چشم آہ و حلیل تسلیم کئے ہیں۔ غل کی رسید
 اور اپنی شریعت بہت جلد اکٹھے گا۔

امیر فقیر

رام پور - ۹ - اگست ۱۹۳۷ء

عجلی و مشقتی زاد عنایتکم سلام سنون اخلاص دعا مٹھون۔ آپ کا مجب
نامہ مرقومہ ۱۸ جولائی آیا تھا میں سخت نام ہوں کہ نہ آپ کی غول دیکھ سکے
خط کا جواب لکھ سکے۔ کیا کروں بیمار دار یوں سے تو نجات ہی نہیں ہوتی
اب بھی بعض اعزہ سخت بیمار ہیں۔ جن کی بیماری بہت ہی تکلف روح ہے
اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ عجب اتفاق ہے کہ میری طرح آپ کو بھی کاشتوں کی
فراغت نہیں ہوتی۔ آپ کے سائی کی بی بی کا دو معصومہ لڑکیوں
کو چھوڑ کر رحلت کر جانا بڑے صدمہ کی بات ہے، خداوند کریم ان غریب لڑکیوں
کی حالت پر رحم کرے اور آپ کو مصائب اور آلام سے نجات دے
غول دیکھ کر وقت پر نہ بیچ سکے کی آپ سے معافی چاہتا ہوں اب زرا اطمینان
ہوئے تو اس کو نکلوا کر دیکھوں۔ آپ نے جوامیر اللغات کو شروع سے آخر
تک دیکھا اور اس کی بعض فروگزاشتوں سے مجھ کو مطلع کیا میں اس کا شکریہ ادا
ہوں۔ بے شک کاتب نے غلطی کی اور تصحیح کر نیوالے بھی چوک گئے جو حکم
کے شعر میں بچوا کی جگہ پنچا چپ گیا۔ اچھا اچھا کی مثال میں سخی کا شعر بیٹھا
بہت مناسب اور اچھا تھا مگر اول تو سخی مستند استادوں میں نہیں ہیں
دوسرے آجک ان کا کلام لغت میں دیا نہیں گیا، ایک تنکے کا شرمندہ
نہ ہونا میں فکر کا شعر ضرور دیا جاتا اگر پہلے سے ملتا اتفاق کی بات ہے کہ استغفار
سے یہ شعر رہ گیا، "اور ہوئے فصل الف مع الواو میں لکھا گیا ہے آپ کی نظر
اس پر نہیں پڑی۔ اب ملاحظہ کر لیجئے۔ حصہ سوم کی ترتیب ہو رہی ہے

قصہ کہ بکا حرف ایسی حصہ میں تمام کر دیا جائے اگر چاہیں صرف میں بھی بڑی
 بہت معلوم ہوئی کی گئی ہیں حتیٰ الامکان اختصار پر نظر ہو۔ غرضی ممتاز علی صاحب
 اپنے ناموں حافظ محمد محمود علی صاحب کے سخت بیمار ہو جانے سے وطن گئے
 رہے ہیں۔ حافظ صاحب کا مرض نہایت خوفناک کی حالت زار ہے۔ خداوند کا
 صبح کر دئے فرزندان فقیر سلام رسال ہیں۔ ارباب دفتر خصوصاً جلیل یلیم کتے
 ہیں۔ مکرر۔ بخلا اور مریضوں کے ایک نو چشم ممتاز احمد ہی جس کے ہاؤں کا زخم
 اہلکے پھر آلا ہو گیا ہے۔ تب میں ہر وقت چور رہتا ہوں انصاف کرنا چاہیے کہ ایسے
 میں مجھ سے کیا ہو سکتا ہے۔ کسی نگلہ ستیں تازہ چہی ہوئی میری غزل دیکھئے
 لویہ خیال نہ دے کہ میری حال کی شاعری ہے۔
 ایمر فقیر۔

رامپور۔ ۳۰۔ نومبر ۱۹۳۳ء

مجی شفقتی زاد عنایتکم سلام سنون دعا و خلاص مشجون۔ میں آپ سے اپنے
 قصور کی معافی چاہتا ہوں کہ آپ کے اکثر مہربانی نامے آئے اور میں کسی کا جواب
 نہ دے سکا۔ میری معذوریوں کی اب کوئی حد نہیں ہے جس بول کے دوسرے
 جلد جلد پڑتے ہیں آنحضرت روز ہوئے کن ہی کے دن سخت دورہ پڑا تھا دو مرتبہ
 قانا طیر کی نوبت آئی خون کئی روز تک آیا گیا۔ اب تک بے صفی بڑی ہوئی ہے
 ہر وقت دھڑکار رہتا ہے کہ اب پیشاب بند ہوا۔ اللہ اللہ کر نے کے سوا اب
 میں کسی کام کا نہیں ہا۔ خداوند کریم خاتمہ پھر کرے۔ نو چشم محمد احمد اور ہر خوردار
 لیاقت حسین جیسے ڈیرہ جیسے سے صاحب فراش ہو رہی ہیں لیاقت حسین

کی حالت بہت ہی غراب ہی اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور صحت دے۔ بڑی
مشکل سے یہ غزل آپ کی شکر میں لے بھائی۔ شعر اس کثرت سے اور اس
نگلی کے ساتھ آپ لکھتے ہیں کہ کہیں صلیح دینے اور وجوہ لکھنے کی جگہ نہیں
موجود اور وجوہ ظم انداز ہوتی ہیں۔ آپ کی غزل دیکھنے میں جو دیر ہو جایا کرتی ہے
اس کی وجہ یہی ہے کہ آپ کی غزل طویل بہت ہوتی ہے۔ جو کچھ آپ کہتے ہیں سب
لکھ دیتے ہیں انتخاب نہیں کرتے۔ میرے نزدیک مناسب ہے کہ آپ مکرر کر
نظر ڈالکر شعر منتخب کر لیا کریں۔ تاکہ مجھے بھی آسانی ہو۔ ریاض آقا جلیل
وغیرہ میں کس شعر سے زیادہ کی غزل کسی میں نہیں کرتے حالانکہ کہتے ہیں
بہت۔ زیادہ پریشانیوں کے سوا اور کیا لکھوں۔ امید کہ آپ مجھ سے ناخدا
نہوں اور خیر و حافیت مزاج جسے ہمیشہ مطمئن کرتے ہیں۔ اور حشمان سعادت
شان اور عرواں جلیل وآء تسلیم یہاں ہیں۔

امیر فقیر

راح پور۔ منہاج مشرق

مجھے حکیم صاحب سلام سنون دعا مشون۔ مہربانی نامے نے پہنچا
شکر گزار یا آدمی کا سہ لے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی باب
تک آپ کا فایز م ہونا سخت افسوس کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو
حسب و نگاه کرے۔ یہ دائمی خیر دعا ہے کسی وقت غافل نہیں رہے
ہوگا ناپسند آئے معنی ہیں اگلی زبان ہے اب میرے نزدیک بھی مستحسن لاکر
ہیں میں ہی کی نگہ بول چال میں چاہتے آجاتا ہو مگر کسی معتبر کلام میں اتنا

نظر سے نہیں گزرا۔ حکم اس کو استعمال کا نہیں دیا جاسکتا۔ حضرت امیر مرحوم کی
نظر سے آپ کے شعر میں نہیں معلوم کیونکر رہ گیا۔ اور میں نے بھی اسے دیکھا ہی
نہیں ہوا ہے۔ سو نظر کے اور کیا کہا جائے۔ انکھریاں چشم معشوق کے لیے
مخصوص ہیں اور یہ لفظ مجھے پسند ہے۔ بہت ا لفظ نہیں ہے۔ بد ہنسی اور سرائیت
کرنے کے معنی میں استعمال ہے جیسا ہے

شور جھکا کر یہ شعر جنہاں دل میں بدہ گیا ہی نکلیں حسن کا سودا دل میں
ایجا ذکر ہے سند کے شعر ذیل میں دیکھئے۔ آج کل اس لفظ کی تذکیر و تانیث
میں بحث چمڑی ہوئی ہے اخباروں میں مضامین دیکھے جاتے ہیں اور
جہاں جاسے میر سے پاس استفہ آتے ہیں سنا چتا ہی کہ نواب مرزا خاں صاحب
دفع کا قول ہے کہ دلی میں مونث کی مگر کلام میں کیس مونث کا بتائیں چلتا ہے
اگر ایک شعر شاعر نے بھی مونث کہا ہوتا تو کہا جاتا کہ مختلف فہم ہو اور بغیر کلام
کے ہوئے کیس کیس بول چال میں ہوتا کافی ٹکڑی ہے۔ نیم دہلوی سے
بقرہ آیا ہے دینے کو مبارکباد مرگ یہ نیا لہجہ ہی میر سے تم ایجا د کا

میر

میر تازہ لگا ہونے ایجا دگشتاں میں راتوں کو لگا رہنے صبا دگشتاں میں
اگرچہ اس شعر میں ایجا د کا لفظ جس صورت میں آیا ہے وہ سند کے لیے بوری
طرح سے کافی نہیں ہو سکتا۔ مگر دیوان میں اسی طرح چہاڑ اور نقات کو اسی طرح
پڑھتے سنا ہے۔ فاضل لکھنوی سے
شہنی مینالی کہاں دیکھیں میر چڑ وکل عالم ایجا د میں تو سب گزروں ایجا د میں

دشنام زیادہ موٹ ہی مگر ظفر نے ایک جگہ نہ کر کیا ہی لہذا مختلف کسا جا سکتا ہے
 ناخن

کسی نے جو چیدر کو دشنام دی تو گویا عیب کو دشنام دی

دلہ
 بارہا میں گیا ہوں نزد امام پ: کبھی جھگوندی کو لی دشنام

ظفر
 ہم کو پوشیدہ میں پیغام کو کے آتے خط یہ خط روز میں بنے نام کو کے آتے

ہوس بوسہ اگر کہیں نہ لاتی ہم کو کاہیکو سننے کو دشنام کو کے آتے
 سب بندہ زادے اور جلیل حسن بالخصیص تسلیم گزارو سپاس گزار میں۔

ایمیر فقیر
 پیارے کوثر محبت نامہ آیا غزلیں بھی نہیں: محنت کی تونہ فرصت خطاقت

خیر جس نظر سے دیکھ سکا فوراً دیکھ لیں اور اب بیچتا ہوں سفوف حجر البود کا

استعمال آٹھ دن سے ہوتا ہی ابی تو کوئی نتیجہ اس کا معلوم نہیں ہوا۔ آئندہ

خدا سے امید ہے کہ نفع ہو۔ مشاعرہ کی غزل میں نے بورا دیکھ کر بھی مگر افسوس

ہی کہ اس وقت تک آپ کے پاس نہیں پہنچی معلوم نہیں آپ نے بطور خود

انتخاب کر کے غزل پڑھی یا شرکت سے کنارہ کیا۔ چچ گچ میں جو غزل میں نے
 کہی اس کے کچھ شعر منتخب کر کے ایک عدد درجے سے دیے دین کا بھیجے
 ملاحظہ ہوئے اور پسند بھی ہوئے۔ دافع سے بھی خواہیں مجھے بھیجیں نہیں
 میں نے دیکھیں میری غزل انہوں نے مالکی تھی وہ بھیج دی۔ اس کے بعد

بھی کچھ شعر میں نے کہے۔ آپ کے اس دو غزلے میں بعض شعر مجھ سے منظر ہو گئے ہیں تو جو دو ایک شعر میرے اختیار سے باہر ہو چکے تھے وہ بھجوری تھیں یہاں سے نکال ڈالے اور جن اشعار نے شہرت نہیں پائی تھی ان کو اپنے یہاں سے نکال ڈالا۔ گلچیں کی دہوم دہام سن کر جی چاہتا ہوں کہ محنت کیجائے مگر نہ دل و دماغ میں طاقت نہ کمزوریات سے فرصت نہ صحت بھجوری یہی شعر جو موزوں ہوئے ہیں بھجورنگا۔ مجھے بڑی خوشی ہے کہ گو میری غزل سست ہے مگر میرے عزیزوں دوستوں کی غزلیں تو اچھی نکلیں گی۔ جلیل و آہ نے بہت اچھے اچھے شعر کہے ہیں اور آپ نے تو دریا باندہ سے یہ ریاض نے بھی ایک غزل بھی مٹی اور لکھا تھا کہ ناتمام ہے اور بھجورنگا۔ واقع میں پھر چہ اچھا نکلیگا۔ خدا کرے کا غزو خط بھی اچھا ہو۔ زیادہ اس وقت کچھ لکھا نہیں سکتا آپ اپنی غزل منتخب کر کے گلدرشے میں دیکھیں گے۔

امیر فقیر

پیائے کوثر میں اس زمانے میں لپٹے امراض و اعراض کی شدت سے بہت ہی بے چین ہوں کوئی کام حتیٰ کہ دوسرے کلمے سے خط لکھو دینا بھی مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ صبح سے نصف شب تک گویا چوکی ہی پر بیٹھ کر بسر ہوتی ہے۔ پہلے سات منٹ سے زیادہ توقف نہیں ہو سکتا ہفوف جگر البود کی نسبت میں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ پھر صرف جگر البود ہی یا اور کسی چیز سے ترکیب دی گئی ہے۔ اس کے جواب کا منتظر ہوں جو ان خانہ ساز تیار ہو گئے ہیں۔ انشاء اللہ کل برسوں سے شروع کروں گا۔

اس زمانے میں کچھ فضول امعا جمع ہو گئی تھی ان کے واسطے اجزا ملینہ سکا
استعمال کیا کہ شاید یہی علت فرید علی بول بواب الزا آسفون حجر الیہود عطیہ سامی کا
استعمال کرونگا بشرطیکہ کچھ نفع اس کا معلوم ہو۔ یہ بھی تحریر کیجئے کہ کتنے دن میں
اور اک اثر کی امید رکھوں غزل اب کے ایک ہی دو دن کے بعد دفتر پیام یا میں پہنچے
یعنی مگر افسوس کہ چھپی نیش رائے لکھا کہ دیر کو پہنچی مسودہ غزل آپ کو پہنچتا ہوں
میرے اطفال اور جلیل وآہ سلما اللہ ما وجب دساں ہیں۔ حصہ دوم امیر اللغات
کی کتابیاں مطبع مفید عام میں لکھی جاتی ہیں عنقریب چھپنا شروع ہوں گی اس
حصے کا نصف اخیر ابھی نہیں ہوا اس میں بعضے نوٹ دینا بھی طبیعت کو سکون
ہوتا ہی نہیں کہ وہ نوٹ لکھوا دوں۔ صبح سے بارہ بجے تک حتی الامکان کچھ کرتا
ہی رہتا ہوں مگر پانچ پانچ منٹ کے بعد چکی جانے آئے سے کوئی کام پورا
نہیں ہوتا میرے خیال میں یہ حصہ اول حصے سے خوبصورت ہوگا البتہ مستحق
توشیعات اس حصہ میں چھوڑ دئے گئے۔ ملک کے اکثر لوگوں کی رائے ہوئی
کہ یہ لغت میں پختہ ہے۔ اگر آپ کی کسی بات کا جواب رہ گیا ہو تو معاف
کیجئے۔

امیر فقیر۔

رام پور ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۵ء

پیارے کوثر۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اقبال میں برکت دے۔ اور دولت
کونین سے مالا مال کرے۔ محبت نامہ لکھ کر آپ نے مجھے مسرور اور شکر گزار کیا
غزل اور رباعیاں بھیجتا ہوں۔ رباعی آپ بہت اچھی کہتے ہیں کہ دیکھ کر جی خوش
ہو جاتا ہے۔ بارک اللہ فی عمر کم۔ مدت کے بعد آپ کا یہاں آنے کا ور مجھے

اپنے دیدار فرحت آثار سے مسرور فرمانے کا ارادہ ہوا چہ وہ آرزو ہو کہ ہمیشہ اللہ
 سے چاہتا تھا خداوند تعالیٰ آپ کے ارادے اور میری آرزو کو پورا کرے۔ آپ
 خیر و عافیت کے ساتھ آئیں اور جہان میں کہ دل بہقرار اور آنکھیں مجھ انتظار میں
 شک اور سہمے تیار ہو کر آپ کے پاس سے آگے اگرچہ میری فرمائش کے
 موافق نہیں مگر آپ لکھتے ہیں کہ باطن ہار بندش اور صفائی کام کے بہت اچھے
 ہیں خیر جی میں غیبت ہیں۔ آپ وقت قصد وطن اپنے ساتھ لائے اور
 دربجے شگہ کی کوٹھی میں منشی ظہور احمد کے سپرد کیجئے۔ آپ نے ظہور احمد کو جتنا
 لکھا ہے، شاید سہو ہو گیا۔ جناب نواب پیائے صاحب کے یہاں سے تنخواہ
 وصول فرمنا اور مجبور ہو کر آپ کا متعفی ہو جانا باعث افسوس ہوا اب دعا یہ ہے
 کہ جتھہ آپ کی تنخواہ باقی ہے وہ آپ کو وصول ہو جائے اور اللہ تعالیٰ آپ
 کو جمع مقاصد پر کامیاب کرے یہاں کی آب و ہوا ہنوز صفائی اور اعتدال ہے
 نہیں ہی جائے آگے مگر عارضی جاڑا شہر سے نہیں گیا اور نہ جانا نظر آتا ہے
 میرے گھر میں کئی آدمی بتلائے تپ لرزہ ہیں اور میرے امراض منہ کا حال بدتر ہو رہا
 شافی مطلق سب مریضوں کو شفا کے کامل عطا فرمائے۔ اطفال و اجباب
 ما و حسب گزرتیں جلیل بالخصیص تسلیم کرتے ہیں اور شکر گزاری کے ساتھ تمنا
 شوق طراوت ظاہر کرتے ہیں۔

امیر اللغات کا قلم حصہ مدت سے تیار ہے بے سرمایگی کی وجہ سے
 اب تک اس کی طبع کی نوبت نہیں آئی دیکھئے اللہ کو کیا منظر ہو دفتر ہا لکل
 امیر فقیر

حکیم صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پریشانیوں کے ہجوم سے
 آپ کی غل اور جواب خط نہ پہنچ سکا انفعال کے ساتھ مذبذبو ہوں۔ آپ کا
 مع الخیر والعا فیہ کمر پہنچ جانا باعث انشراح خاطر ہوا۔ مگر رامپور کی فتح غربت
 سے امید و ادلی یابوس ہو گیا۔ اب موسم گرما میں آپ اپنا قصد لکھتے ہیں۔
 خداوند تعالیٰ آپ کا ارادہ اور میری تمنا بعنوان احسن پوری کرے۔ نیچے اور
 شیک آپ نے لکھنو میں منشی ظہور احمد صاحب کو پہنچا دئے ہیں دل سے
 اس کا شکر گزار ہوں۔ اب وہاں سے دو چار دن میں آجائیں گے۔ غل
 ایک دیکھ کر ہوتا ہوا، امید کہ اپنی خیریت کے ساتھ اس کی سبید سے بھی مطمئن
 کیجئے۔ اور یہ لکھتے کہ وطن سے کب تک روانگی کا قصد ہے۔ سب چھوٹے
 بڑے واجب رساں ہیں خصوصاً جلیل بجد شوق تسیم عرض کرتے ہیں
 داعی خیر میر تقی میر جنوری ۱۸۹۶ء

رامپور

حکیم صاحب مجھی وکرمی سیمہ طیفن احمد صاحب کی ناچائی طبیعت کو طول
 ہواؤں میں ہمیشہ ان کے حالات مفصل پر اطلاع چاہتا ہوں اور وہ براہ مہربانی
 جواب ہمیشہ لکھتے ہیں مگر یہاں حالات میں ایسا اجمال ہوتا ہے کہ کہ حقہ تکمیل خاطر
 میں ہوں۔ دل سے تشویش نہیں جاتی معلوم نہیں کیا کیا امر غیب میں علاج کیا تھا
 کس کس مرض میں کس کس مقدار اس سے نفع ہوا ہے۔ نصیب اعداد
 معذرت کی حالت ہو یا اپنے پاؤں سے چلتے ہیں۔ آپ طبیعت ہیں
 بہت تفصیل کے ساتھ ان کے حالات سے آگاہی حاصل کر کے مجھے

اطلاع دیں اور میرے پریشان دل کو اطمینان بخشیں تو میں نہایت ممنون
ہوینگا۔ پرانے مہربان دوستوں میں ان کا دم باقی ہے اللہ تعالیٰ ان کے انکس
میں درگت دے فقط

محب سامی کو تر سلامت۔ کل محبت نامہ آیا ممنون کیا بھوشبھارت آپ نے
لکھے ہیں ان میں سے بعض تو میں رفع کئے دیتا ہوں اور بعض اس پر موقوف
ہیں کہ پورا شعر اپنا اور اصلاح میری لکھنے واضح ہو کہ گھما سے پھرتے ادھار ہم
بھی ہیں مجاورہ نصیب کا نہیں ہے اور بندش بھی تعقید سے خالی ہیں۔ گھما سے پھرتے
ادھار، ادھر ہیں ادھر اور پیچ میں ادھار ہم بھی، خوشنائیں۔ چاہو رہے ہو سیدنی
میں عہدیم المثل سیدنی میں یا سے تختانی کا اسقاط چاہئے۔ ترکیب فارسی
ہے اگرچہ بعض اساتذہ اردو کے کلام میں سندھی ہے مگر کیا ضروری۔ بنا شد
خیر تبو اسے شہوخ عیاؤ اس میں اگر جرتو، پسند نہیں تو غیر تو رکھئے، کچھ مضامین
منشی ریاض احمد صاحب کا دیوان جس قدر مجھے پہنچا تھا اتنا دیکھ لیا۔ مابقی ابھی
آیا نہیں بلکہ سوا مہینے سے کوئی خط نہیں آیا۔ اخبار ادیب ہندوستان
کے اچھے ہونے میں شک نہیں مگر بغیر جمع ہونے درخوستوں کے محض اس
امید پر کہ اشاعت کے بعد رونق ہوگی۔ جرات میں بڑتی۔ ایک بار بہت
نقصان اٹھا چکا ہوں۔ سب اجاب کو یاد جب۔ جناب برادر صاحب
قبلہ سلام و شوق اور ستادی منشی صاحب قبلہ بھی سلام و دعا فرماتے ہیں۔
امیر فقیر

سید زاهد حسین صاحب اہدیش سہارنپور کی

مکرم! سلام سنون۔ محبت نامہ آیا ممنون قدر شناسی کیا۔ میں ایک
پیرانہ سال شکستہ حال چھداں محض ہوں اور شاعری سے بیگانہ ہو گیا ہوں جو
اجباب مدت سے مجھ کو کلام پہنچے ہیں ان کا کلام بھی نہیں دیکھ سکتا۔ بیشتر حذر

حضرت زاہد کا خط بنام خاکسار مولف جو حسب غرض ان کے ذیل
مکتوبات کیا گیا۔

۱۶ فروری ۱۳۱۵ء - از سہارنپور۔

خدمت عالی مراتب ذوالمنائب مولانا ثاقب حسین امیر مصاب ذوالعباس عفو کے
طالب زاہد کثیر المعائب کا خدامانہ اور نادمانہ سلام معذرت نیتاً جو بامستمانہ مدد چھا
اور باعث شکر گزار می یاد آوری ہوا۔ اس میں کڑی شک و شبہ نہیں کہ میں ضرور
کسی درجہ تک سزا و اذیت ہوں اور مستوجب شکایت لیکن منفعیل اور شہساروں
اور عفو نقیض کا خواست کار۔ کمائیش سال بھر کا زمانہ ہوا۔ آپ کو تحفہ و شادی ایسر
مناسبتی (اللهم اغفر وارحم) کے خطوط کے لیے وقتاً فوقتاً یا ۱۰۰ ہائی ڈیمار سے پہنچا رہا
میری جانب سے کوئی دقیقہ تاخیر و تعویق کا اظہار نہیں رہا۔ آپ حضور اپنے جی میں کہتے
ہوں گے کہ یہ بھی عجیب باوہ گو ہے کہ خود ہی تو اس شد و مد اور وثوق کے ساتھ وعدہ
کیا اور اب خود ہی لیت و لعل اور جیلے ہمارے کمر ہاتھ سے لیکن مولانا زاہد صاحب
میں ۴۔ حدہ کو نہیں بھولا بلکہ منتظر وقت اور جو اے سے موقع رہا کہ زرا بھی آرام

کر دیتا ہوں اور کبھی کچھ دیکھ دیتا ہوں آپ میرے عذر کو واقعی تصور فرمائیں۔
 آپ کا کلام جو باضیاط تمام رکھا ہوا ہے بقدر امکان دیکھو لگا۔ میں خدمت گزاری
 اہل شوق و ذوق کو اپنا فخر جانتا ہوں مگر کیا کروں کہ مجبور معذور ہوں۔

امیر فقیر ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۸۷ء رامپور عرانا آباد

جی! سلام۔ غول کئی دن ہوئے بھیج دی ہے۔ اب پہنچ گئی ہوگی والسلام
 امیر فقیر ۱۲۔ نومبر ۱۸۸۷ء رامپور عرانا آباد۔

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کئی تحریں آپ کی آئیں اور میں نے ہر تحریر

جو اس مقام سے چمکا راہ تو ایسا سے عذر کروں مگر عوارض اشد اور طالت ممتد نے وہ طویل کیا
 کہ چوٹ و حواس غفل کرے۔ مینوں دلی رہ کر علاج کیا وہاں سے وطن کو واپس آیا تو نوعی
 تپ و لرزے نے اپنا بھاری بھالا اور ہلکا ڈالا۔ معذرا اختلاجات قلب کے لگتا تو دور سے
 بڑے جنہوں نے اور بھی ہلاک کر دیا۔ غرض وہ تکلیفیں اٹھائیں کہ ذکر سے دل لرزتا ہے
 اور کچھ دل ہی خوب جانتا ہے۔ دسمبر گزشتہ سے طبیعت اعتدال پر آنے لگی اگرچہ
 گو نہ اختلال و ضحلال باقی ہے لیکن بحمد اللہ شاید سے نجات پائی۔ یہی وقت ہے کہ
 تعمیل ارشاد کے لئے تہیہ کیا اور تہذیب و تعاریف جناب مرحوم کے خطوط کی نقل کو
 جاری رکھا۔ اب اگر اس محکم کو نفع مند و موثر انجام کر پایا۔ عرصہ ہوا میرا وہ کس جس میں
 ضروری کاغذات رہا کرتے تھے چوری کیا تھا اس میں ۱۸۸۷ء کے قبل کے اکثر خطوط
 تھے اور نقد مکتوبات حضرت امیر سے مالا مال تھا۔ چور مالا مال اور امیر مرگیا اور حقیقہ کو
 توفیق نہ رہی۔ بعض خطوط اس لیے نقل نہیں کر سکا کہ جناب مرحوم نے ان کو نظر

کے آئے ہی یہ قصد کیا کہ اب نزل دیکھتا ہوں اب معذرت نامہ پہنچا ہوا ہے
مگر جو کمزوریاں و صدمات اور فوری غم و اطمینان نے فرصت نہ دی پہلے تو اپنے برادر
مہربان ترانیدر کا ماتم رہا۔ پھر ان کی خاتون جو جھگڑا سے مادر تھیں ان کی طبیعت
کا غم ہوا۔ ایک آباد گھر برباد ہو گیا۔ ان حوادث سے جو صدمے جھڑنا تو ان
پر ہوئے ان کو لکھ نہیں سکتا۔ آپ کی عنایت و سیادت سے امید و غم
حرم کی رکھتا ہوں۔ کلام تلافیہ نزدیک و دور اس کثرت سے آتا ہے کہ
میں ان کو کسی طرح دیکھ نہیں سکتا قدردانانِ عدلستہ جو جھگڑا غیر اصلاح پر مصلحت

انہیں سے محفوظ رکھنے اور کسی کو نہ کہلنے کی تاکید ایکہ کردی تھی۔ ابھی اس سال خدمت
انشریف ہیں۔ میں ان پہنچا ہوا ہے جو امیر کو اپنا سہ ماہہ ناز اور دو انشا پردازی کا کھینچتا ہے
سمجھتا تھا۔ اور نثر اردو کی جان جاگڑا پی جان کی برابر رکھتا تھا۔ لیکن جب یہ دیکھا کہ آپ
مجھ سے زیادہ اہل اور قدردان وقت و ہیں و ان پندوں کو سمجھ رہے تھے لیکن
میں یاض کر رہے ہیں اور ان فصاحت و بلاغت کی تصویریں میں تدوین الطبع
کی روح ڈال کر اور حیات ابدی سے زینت دیکر جیتی جاگتی اور بولتی چلتی نمودیں
بنانے والے ہیں تو یہ صورت مجھ کو دل سے بنائی اور مطبوع طبع ہوئی۔ بنا بریں
مجھ تو ہم جو اہل شکر و ادب و اہل علم و ہمتی نذر کرتا ہوں۔ اور ان جو اہل علم
مکڑوں بلکہ جگر کے مکڑوں کو جو ان کو کچھ سے بچا رہے رکھتا تھا اپنے سے الگ کر کے
آپ کے دامن میں ڈال دیتا ہوں۔ اگر بار بار طرہ ہو اور پسند خاطر ہو تو میری
طرح سے اتنی رعایت و عنایت کیجئے کہ ان کو ہی سے یہ اور ترتیب سے طبع کرنا

کہتے ہیں آپ بھی پی شیدہ اختیار کیجئے۔ اور میں مہا امن آپ کا کلام الہی
 دیکھا کرونگا۔ اس وقت پیشی کے بستے میں سو سے زیادہ وہ خطوط ہیں جن میں
 مختلف اقسام کا کلام اصلاح طلب ہو۔ اب دیکھنا شروع کرونگا۔ اور اس مہم کو
 جب تک سرورنگا تب تک اور کلام آجائے گا۔ آپ خیال فرمائیں کہ پھر آخر
 تعمیل احکام سرکار بھی کرنا ہی نصف شب تک نہت کروں تو یہ کام ہو سکے۔
 دل و دماغ ضعیف ہو گیا ہی کچھ ہو نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ جمعیت خاطر دے
 کہ بطور خود ضبط اوقات کر کے خدمت گزار احباب ہوں۔ مکرہات ذہنیہ

تاکہ یہ موتیوں کی لڑیاں جنکو میں نے بڑی دیدہ ریزی سے پرویا اور گوند ہا ہی ٹوٹ بچا
 اور ان کے انمول موتی بکر کر انگڑہ وغیرہ منتظم ہونے پائیں اور اس سلک مرورید کے ساتھ
 جھکے موتی انشا اللہ کبھی بے آب ہونگے نہ گریں گے۔ میری اس تحریر کو بھی جس کی حقیقت
 ہوت کے دانوں سے زیادہ بنیں ضرور تسلیم کر دیجئے اور اس سے ابتدا کیجئے کہ گیارہ
 اگرچہ ناچیز ہی مگر دستہ گل میں ہوں لو کا حسن و وبال اکردیتا ہی۔ خال ہر چند کہ رو سیاہ و تلخ
 بنو لیکن خالص جمیع ہر طرح پر تعریف کا شفاء باضداد دھا۔ جناب مرحوم کے خطوط اگر
 اور زیادہ مطلوب ہوں تو انوی فشی محمد احمد صاحب قمر سے راہ پور میں اور بھی حافظ
 جمیل حسن صاحب سے حیدر آباد دکن میں اور شفقی ممتاز علی صاحب آہ تحصیلدار سے
 زیارت دیگر کثرت میں ضرور خط و کتابت کیجئے جنہیں سے آخر الذکر کے پاس یقیناً پورا ذخیرہ
 جمع ہو گا کیونکہ انہوں نے بھی کچھ دن ہوئے ایسا ہی قصد کیا تھا اب تک بعض وجوہ
 و موانع سے انجام کو نہیں پہنچا۔ والسلام خاکسار زاہر سیاہ کار

کوئی کام نہیں کرنے دیتی ہیں۔ خط کی رسید ضرور پہنچے گا تاکہ میں مطمئن
ہو جاؤں کہ معذرت نامہ پہنچ گیا فقط

امیر فقیر ۱۲۔ جنوری ۱۸۷۷ء

راہپور مراد آباد

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فقیر رمضان میں سفر سے فارغ ہو کر وطن پہنچا
اور بیمار ہو گیا۔ اب بفضلہ تعالیٰ صحت ہی البتہ اس کی شکایت یہ کہ دل میں غم و غصہ
اور تنہائی دیر لگنے پر بننے میں آنکھیں دکنے لگتی ہیں آنسو بھرتے ہیں۔ میں نے
چاہا کہ آپ کا کلام دیکھ کر بچوں اور غم خواروں کو اس کے تصور و تاثیر سے متاثر ہو کر
کلام اصلاح طلب کے منہ جس بستے میں رکھے تھے وہ بستہ یہی غائب ہو
نقل و تحویل اسباب میں اکثر چیزیں پریشان ہوئی ہیں۔ اگر آپ مکر۔ پنا کلام و کتاب
فرمائیں تو بشرط خیریت اب جلد بچاؤں۔ ورنہ جو وقت و وجہ ملا اور کلام نکلا
توضو و رہنماؤں کا۔ رفع انتظار کے لیے مجھ باندہ بصد معذرت یہ کار و دکھائی
والعفو عند کرام الناس مقبول۔ دوسرا دیوان میرا ابھی نہیں چپ فرصت کہاں
جو نظر ثانی کروں۔

امیر فقیر ۲۰۔ جولائی ۱۸۷۷ء راہپور مراد آباد

شفیقاً سلام سنوں۔ ایک مختصر پرچہ تحفہ اخبار میں ایمانوں عنایت
فرمایا۔ اللہ میرے حمایت کرنے والوں کو سکے۔ کلام جہر قتل کیا حتیٰ الامکان
دیکھنے میں آئے۔ ورنہ ہو گا۔ اخباروں میں جو کچھ میری نسبت کسی کسی صہبان
کی صہبانی سے چھپتا ہے میں نہ خود کسی اس کا جواب دیتا ہوں نہ کسی دوست

کسی شاگرد کو اجازت دیتا ہوں۔ بشرط یہ کہ اگر جو کچھ لکھا گیا ہو وہ سچ اور
صحیح ہو تو منفعل ہونا چاہئے اور آئندہ احتراز کرتا چاہئے اور اگر تعصب سے
خط ہات لکھی ہو تو صبر کرنا چاہئے۔ رد و قدح میں طول عمل ہر گنا فقط
امیر فقیر۔ ۱۹ جولائی ۱۸۸۸ء

راہپور احمد آباد

طنو نذر سلام شوق۔ سلام میں نے نہیں کہے حمد فردوس مکان میں جسے
فراموش دوچار سلام موزوں کہتے تھے وہ یاد نہیں کہ کس بستے میں ہیں مل جائیگی
تو ہنسی کا۔ حضرت سوزاں کی کیفیت آپ ہی کچھ لکھیں کہ اب مشغلہ کیا ہی اور دلی
کا تعلق کیوں ترک ہوا اور آئندہ کیا قصد ہی آیا وطن ہی میں اقامت مد نظر ہے
یا سفر کا ارادہ ہی اور سفر کا عزم ہی تو کہہ پر فقط۔

امیر فقیر۔ ۲۸۔ اگست ۱۸۸۸ء راہپور احمد آباد

مکرمی و محبی سلام سنون محبت نامہ آیا خاتم کو خوش رکھیں کہ مجھ تک
حال کی مزاج پر سی کرنے رہتے ہو میں اس سچی محبت کی دل سے قدر کرتا ہوں
اور اپنے پیار سے قدردان کے لیے دعا کرتا ہوں میں بفضلہ تعالیٰ اب تندرست
ہوں اور جس حال میں ہوں قابل شکر ہی کلام تا بقدر و دیکھ کر ہیجتا ہوں۔ اطفال
فقیر واجب رساں ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۵ نومبر ۱۸۸۸ء

ریاست راہپور احمد آباد

یاد آور کرم گستر سلامت۔ کارڈ آیا سنون فرمایا۔ بھگوانہ کہ میں زندہ

ہوں مگر اس زندگی سے جس میں اجباب کی خدمت نہ کر سکوں شرمندہ ہوں
 ہمیشہ عفو و تقصیر کا خواستگار اور دھڑلے حسن انجام کا امیدوار۔ ہوتا ہوں
 محمد احمد مع اپنے سب اخوان کے سلام نیاز عرض کرتے ہیں۔ حضرت انس
 سوزاں سلم اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بکمال اخلاص تسلیم۔
 امیر فقیر۔ انوری سلمۃ یارت امیر مراد
 میرے عنایت فرمائے قدیم سلامت سلام سنون اخلاص و پاس
 شیخوں کے بعد محبت نامہ آیا ممنون یاد آوری کیا۔ نگاہ اللہ زندہ ہوں
 مگر اس وجہ سے کہ جس واسطے پیدا ہوا ہوں وہ کام نہیں کرتا ہی زندگی سے
 شرمندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنی طرف توجہ کی توفیق سنئے۔ آپ کی مہر جستی شغل
 علم میں ہی اس سے جی خوش ہے اللہ تعالیٰ ترواقہاں بندہ سے نہال ہے
 وقت دیکھو واپس بھیجا ہوں اس خیال سے کہ شاید نہ پھر رہا ہو بہت
 آئے۔ شعر بہت اچھے اچھے ہیں۔ اللہ زد و بارک۔ محمد احمد مع اخوان سلام
 عرض کرتے ہیں۔ آب و ہوا یہاں کی آجکل فاسد ہے۔ دربار حیات کا سد
 خدا رحم فرمائے۔ میزے ایک عمدہ عزیز حکیم نعیم انور۔ خلف اکبر جناب سے لوگوں
 محمد وجیہ الزماں خاں ہی مرض وبائی میں مبتلا ہو کر رہا کرتے گئے ان کو اس
 واقعے سے جو قلق ہے وہ بیان نہیں کر سکتا دل نہیں ہو پا رہی۔ کیا خاک
 لکھا جائے۔ اللہ صبر دے۔ میرے دار بنو قریظ خدمت سوزار وہاں
 ہوں قسلاً سلام نیاز کہئے اور جب خط لکھا لیجئے تو سزا امیر کی خیریت اور کیفیت
 ضرور لکھا کیجئے مجھے حضرت موصوف کے ساتھ بہت سہ۔ نیاز باقی ہے

گو ان کی طرف سے التفات نہیں فر خوش ہیں اور پی تمنیات میں کامیاب۔

امیر فقیر - ۱۲۶۱ھ ۱۲ شوال ۱۲۶۱ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ نوازش امہ آیام سرور کیا۔ تارخیں صنم خانہ
عشق دیوان بانی کی پنجیں اور ذمہ زبں پھر در دیں دیہ ان کی ترتیب میں اغریا
حکیم نعیم الزماں نعیم تخلص کے دفعہ دیہا سے بیضہ میں بتلا ہو کر مرجانے سے
برج ہو اکہ طبیعت اس صدمہ جاننا سے نہایت افسردہ ہو گئی اور وسیم و آہ
سلوا اللہ کے اصرار و اعزاز سے جو ہیں چند غریب روز نشیب کو سن لیتا تھا
وہ شغل بھی چھوٹ گیا ہی اب چہنئے میں ذرا دیر ہو گئی۔ تارخیں آپ کی انشاء اللہ
ضرور چہنیں کی۔ عہد اسلام رسالہ ہیں حضرت سوناں مرحوم کی رحلت کا
صدمہ سخت روح فرسا ہوا ہے۔ کیا آدمی تھے۔ خدایتنا اللہ کے سوا اس
کا ہر ہم کہاں۔ اللہ تعالیٰ توفیق صبر دے۔ ان کے اعقاب میں جو انکا
جانشین ہو وہ کون ہی کوئی لایق فرزند ہی یا نہیں ضرور لکئے گا فقط

امیر فقیر - ۱۲۶۱ھ ۱۲ شوال ۱۲۶۱ھ

میر سے دنوا از جمعہ سے زیادہ مجاہد پر مہربان میر سے قدر والی سلامت
محبت نامیہ سرور کیا مگر غزل اس کی پشت پر ہی لہذا مجبوری اس سہ ماہ سرور
پہر ناپڑا۔ چیز دیگر پیر لینا اپنے کس سے سیکھا ہی۔ یہ روشن چہرہ دیکھے اور آئینہ
ایسا ستم نہ کیجئے اور کوتاہ قلبی بھی زرا گنٹائے۔ اب کے بار بہت دنوں
کے بعد یہ خط کیا میری کوتاہ قلبی کو معاف کیجئے۔ میں گونا گوں مصائب و آلام میں
آرٹتا ہوں۔ غزل آپ نے خوب کی ہی ماشا اللہ ثم ماشا اللہ زمین بھی نئی

تھی شعر بھی فرے کے نکلے۔ اپنا حق ثابت کرنے کو میں نے کچھ دخل
 دیا ہی۔ خدا جانے بگڑا ہی یا بنایا ہی۔ تیاج کا کئی بار قصد کیا اور دو ایک مادی پورے
 ہوئے بھی مگر خود مجھ کو بھی پسند نہیں آئے تو آپ کو کیا پسند آئے۔ فرصت تو ہونے
 نہیں شب کو لیئے وقت کبھی خیال کرنا ہوتا ہی، وہ بھی نصف شب کو کہ محنت کرتے
 کرتے طبیعت تنک جاتی ہی خیر پھر سوچو چکا۔ سید ضرور یہیجے تاکہ نگرانی
 نہ رہی اور غزل کے پہنچنے سے اطمینان ہو سوزاں مرحوم کے اخلاف واقعی
 خلف ہیں یا اور قطع ہی۔ انکے عہد دوستی تو نہیں معلوم، بلکہ علی اور اخلاقی صفات میں
 خلف الرشید ہیں۔ مجھے اطمینان ہو لے تو تعزیت نامہ لکھوں۔ والا فلا۔
 ہائے! میرے سوزاں کے کیا صفات تھے۔ خدا بخشنے۔ عجم احمد مع اخوان
 ماوجب دساں ہیں۔ آج کل آپ کے مشاغل کیا ہیں مفصل لکھنے۔ دیوان کے
 چھپنے میں بعض موانع سے کہ اس زمانے میں زیر بار زیادہ ہو گیا ہوں۔ زرا تاخیر ہو
 دعا کیجئے آپ بنی فاطمہ میں فقط

ایمیر فقیر۔ ۱۲۔ نومبر ۱۳۹۹ء۔ رامپور مراد آباد
 سید صاحب مہربان و کرم فرماتے مخلصان سلامت۔ سلام سنون
 میں بیمار تھا اب مرض تو لہذا ہر نہیں مگر ضعف زیادہ ہی اجاب کے بہت سے
 کام پڑے رہی۔ اور میں شرمندہ۔ با۔ آپ کی فرمائش تیاج کی تھی۔ آپ سے
 بھی عذر خواہ ہوں۔ وہ خطوط جن میں دن مینا وقت وغیرہ رحلت کا تھا وہ
 پیشی میں نہ رہی تھی کہ ڈاک میں کاغذ بکثرت آتے ہیں اور صند و قیہ معور بھجنا
 لہذا جیسے میں لکھی کئی بار صاف کیا جاتا ہے کہ ضروری کی کاغذ منسوب میں بندہ کر

اور بستوں میں بندہ جاتے ہیں مابقی چاک ہوتے ہیں۔ بہر کیف اس قدر قیام
 یہ خیال آیا کہ سال رحلت ۳۰ ہجری ہوگا۔ لہذا اس وقت مادہ تاریخ بخون
 کر کے تین مصرعے لگائے ہیں جو پہنچتا ہوں اگر پسند آئے تو خیر ورنہ پھر لکھنے
 میں خط محض بنظر احتیاط میرنگ پہنچتا ہوں ورنہ ٹکٹ موجود تھا اطفال اور اہل
 دفتر لغت اردو واجب مانگزا ہیں۔ مہربان! اگر عمدہ کتابیں ہوں تو اپنے کتب خانہ
 میں غور کر کے اچھی اچھی کتابوں کی فہرست ضرور بھیجئے اور عمدہ کتاب میرے
 نزدیک مطلقاً مذہب اور بہت خوشخط ہونے سے نہیں ہوتی بلکہ فی نفسہ فی الکتاب
 کے حسن پر نظر رہی فقط

امیر فقیر بنائی۔ ۳۰۔ ربیع الآخر ۱۳۰۰ ہجری
 قطع تاریخ

نہیں سیکھ سکتا کشش آید پدید علی حسین ار بگرد و قرین
 پئے سال رحلت بخاکش امیر۔ بگو۔ تربیت سیدہ مسلمین
 مہربان۔ سلام سنون اخلاص شخون۔ محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا۔
 بحمد اللہ یہاں خیریت ہے۔ آپ کا کوئی خط مع غزل یا بغیر غزل اس زمانے
 میں نہیں آیا۔ آگے جسے شاید دیر یا دور میں گزرتے ہونگے ایک خط مع غزل
 جس کی زمین اس وقت یاد نہیں ہے مگر اتنا یاد ہے کہ کوئی ٹی اور اچھی زمین تھی آیا تھا
 اور وہ غزل میں ضرور دیکھ کر بھیجی تھی اس کے بعد کوئی غزل نہیں آئی یہ
 کہے ہو کہ کتاب تھا کہ غزل آئی اور میں دیکھ کر نہ پہنچتا اور غزل بھی آپ کی نہ یاد
 کیا لکھوں۔ نہایت عذیم الفرصت ہوں۔ محمد احمہ مع اخوان سلام و نیاز کرتے ہیں

* دلنوازی۔ سلام ممنون اخلاص شتون خط آپ کا آیا ممنون فرمایا میں اللہ کی عنایت سے بخیریت ہوں باقی زندگی میں مرض و صحت سے نجات کہاں بہر خور دار محمد احمد کے پھوڑا نکلا تھا جس سے بڑی تکلیف اٹھائی۔ اب بفضلہ اچھے ہیں۔ اور بہر خور دار ممتاز احمد و جمع مناصل میں عرصہ سے مبتلا ہیں آپ کی دلنوازی و عنایت فرمائی کا بہت ممنون ہوں امید کہ گاہ بگاہ خیریت مزاج سے مطمئن کرتے رہوں گے۔ زیادہ خیریت وہیں۔ مگر آنکھ میں بھی مشتاق ملاقات کا ہوں مگر مشغلہ کسب کمال کا بہت اچھا ہے۔ خدا کرے کہ بعد فراغ اطمینان کے ساتھ ملاقات ہو فقط۔

امیر فقیر ۵ جولائی سنہ ۶۔

میری قدر کر کے میرا دل بڑھانے والے خدائے کور زندہ رکھے اور اقبال بڑھا ہے۔ آمین محبت نامہ آیا دل کو تسکین ہوئی تمہاری انشا پر داری کی ستائش کر کے اور مجھے شرمندہ کیا۔ شرمندگی کے ساتھ عتماری قدر دانی کا جو محض محبت سے ہی شکر گزار ہوں۔ خطوط جب میں فکر سے اچھے لکھتا تھا وہ ذخیرہ ایک سو کئی جزو کا میرے ایک شاگرد نے جمع کیا تھا۔ سو لہذا برس ہوئے کہ وہ بیچارہ مر گیا اور اس ذخیرہ کا پتہ ابھی کچھ کسی نے جمع نہیں کیا۔ تین چار شاگردوں نے کبھی کبھی کچھ خطوں کی نقیص اپنی پسند کے موافق لکھ لیں وہ جا بجا ہیں بعض تحریروں کی نقیص لڑکوں نے کر لی ہیں اور جب سے دفتر امیر اللغات کہلا گیا ہے محرمات و ذخیرہ بعض مکاتبات لکھتے ہیں

یہ سب بھی اگر جمع ہوں تو ایک مجموعہ ہو سکتا ہے۔ مگر کون یہ کام کرے ہتھیار
 ضرور ہے کہ کوئی خوش سلیقہ نمیدہ و سنجیدہ آدمی ترتیب دیکر ان کو یکجا لکھ سکے
 اور میں ایک نظر دیکھ کر جو مطالب شایع کر نیکی نہوں ان کو بکا لڈالوں تو سننے
 مگر اس کی فرصت ہی نہیں ہے۔ کروں کیا ایک انا رصہ بیار کا مصدق ہوں
 کا ہشوں سے نجات نہیں ہوتی یہ لغت اردو کا جسکو لکھ رہا ہوں اس نے
 کسی کام کر لینے کا وقت نہیں چھوڑا ہے۔ اور پھر وہ بھی جلد نہیں ہوتا ہے
 اور ہو کیونکر وہ پیسہ بہت چاہئے اور بیاں اب تھوڑا سا بھی نہیں ہے
 اخیر خدا مالک ہی وہی کسی فلاحِ حوصلہ کو بہت دیدے تو کام چلے اور اب
 شک جو ہزار بار وہ میرا صرف ہوا ہے وہ رائگاں بن جائے اور جانکا ہی نہ کھائے
 لکھا اگر کچھ کام ہو گیا تو مجب عہدہ کام ہو گا ایسا پورا لغت اردو کا اب تک
 کوئی نہیں اور آئندہ بھی امید نہیں ہے اس واسطے کہ اب زمانہ اس زبان کو
 سنا تا جاتا ہے زیادہ کیا لکھوں۔ آپ کو اپنا دستور سمجھ کر کچھ اپنا لکھ گیا ہوں
 خط نظر اخیار سے محفوظ رہی۔ بعد کے ساتھ لفظ میں کا لانا خلافِ نصحت
 ہے اور ہو کی جگہ ہو سے یا سوئے لکھی زبان ہے۔ نوال دیکھی کیا نہیں
 ہے اور کیا اچھے اچھے شعر کہے ہیں۔ باریک اللہ فی ذکر کم۔ اطفالِ حبيب
 گزار تہیں۔

امیر فقیر۔ ۷ اپریل سنہ ۱۳۰۶

پیارے زادہ۔۔۔ سیلے نوک کا شاہینچہ اور باعثِ شکر گزاری ہوئے۔
 اگرچہ کچھ لوکاٹ اعلیٰ قسم کے نہ تھے جیسا کہ سہارنپور کے لوکاٹ مشہور ہیں

اور تم پہنچا کرتے ہو تاہم آپ کے خلوص و محبت کے ساتھ تہذیب کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے اور دلنوازی میں فردا کرے۔ میں مدت آپ کے خط کا منتظر تھا اور حیرت تھی کہ آپ نے مراسلت کیوں ترک کی جبکہ آج آپ کی تحریر پر نوید دیکھنے میں آئی چونکہ اختصار کی وجہ سے تسکین خاطر پورے طور سے نہیں ہوئی۔ لہذا مفصل تحریر کا خواستگار ہوں۔ میری طبیعت اس زمانے میں بہت خراب رہی بخار آنے لگا تھا۔ اب اللہ کے فضل سے اچھا ہوں۔ سب بندہ زادے سلام کہتے ہیں فقط

امیر فقیر ۱۳۔ اپریل ۱۳۴۷ء رامپور

حضرت زاہد کو ایک رند آلودہ گناہ کا سلام پہنچے۔ اور حالی خاطر محبت مآثر ہو۔ کہ نایخ تو خط میں ہی نہیں جو معلوم ہو کہ یہ خط کب چلا کب پہنچا۔ اور لفافے پر ڈاک کی مہر پوری کھلی نہیں۔ بہر کیف آج ایک خط مجھے ملا جس میں یہ غزل تھی جو ش نقش پا۔ ہجوم انتشار میں غزل دیکھی اور اپنے گمان میں بنائی واقعی خدا جانے بگڑی ہی یا بنائی ہی۔ جو الفاظ کاٹ دے کاٹنے کے وجہ آپ غور سے سمجھ لیجئے گا۔ زمین مشکل اور پامال ہی شعر اپنے اچھے اچھے کہے ہیں۔ میں نے جن شعروں پر صا د کہے ہیں وہی رکھنے کا۔ مجھے فرصت و اطمینان نہیں ہی ورنہ وجہ بھی حواشی پر لکھ دیتا۔ یا شاء اللہ آپ خود فرما رہے ہیں سمجھ لیں گے۔ سبحان اللہ کیا غزل کہی ہی اور کس بیڑی زمین میں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عرواقبال میں برکت دے اور خیال میں اور وسعت۔ مطالعہ کی کتاب آپ کو فرصت نہیں ہوتی اور کتاب بینی کا مشغلہ رہتا ہی ذرا صبر بانی کر کے

اپنے کتب خانہ کی فہرست بھجوائے شاید کوئی کتاب مجھے مطلوب ہو تو مستعار لینے کی درخواست کروں اور نقل لیکر جتنا طے بچدوں۔ امیر المذاہبات کی تیل بند جیسی اور آپ کے پاس جلد پہنچے گی۔ محمد احمد تسنیم گزار ہیں۔

امیر احمد دیناوی عفی عنہ۔ ۳۰ جولائی ۱۳۱۰

دنوازا! سلام و نیاز کے بعد التماس ہے کہ ماشار اللہ کیا اچھے اچھے شعر آپ کے کہے ہیں۔ خدا آپ کی عرواقبال میں برکت سے۔ غزل اور خط ایک ہی کا غدر ہر خط کا واپس کرنا بہت ہی شاق ہوتا ہے مگر مجبور ہوں۔ آئندہ ایسی پیاری چیزیں کر پیر لینے کا ارادہ کیا کیجئے۔ انشا کی غزل کے سوا ایلا میلے کے قافیوں میں میں نے کوئی غزل اب سے پہلے نہیں دیکھی۔ کیا عمدہ غزل آپ نے کی ہے آپ کی طبیعت کا حسن ہر شعر سے ظاہر ہے افسوس ہے کہ میں آپ کی خدمت گزری سے قاصر رہتا ہوں ورنہ آپ کا شوق چمک جاتا۔ میرا نہ سالی کے علاوہ اور بہت سے اسباب ہیں جو جنگ و شاعری کے طرف متوجہ ہونے سے روکتے ہیں جیلا کا قافیہ ضرور کہنے کا ہے۔ شوخ لفظ ہی ضرور لکھنے۔ نوش کا قافیہ خوب کہا ہے۔ سبحان اللہ۔ ڈھونڈنا ہی کی جگہ ڈھونڈ ہی ہے اب زبان میں ہے قدم کتنے ہیں متاخرین نے ترک کر دیا ہے۔ خور و نوش مستمل ہی لفظ نوش میں محل پر زبان نہیں ہے۔ اور کوئی عیب نہیں۔ مضمون اچھا ہے اور معنی درست ہے۔ لہذا رہنے دیا۔ ضروری محو و اثبات لکھ دینے کی تو مجھے عادت ہے مگر آپ خود فریاد ہیں آپ کو ذرا اور اسی بات لکھنا کیا ضرورت ہے معذرا اصلاح سے زیادہ ہر جگہ وجہ اصلاح لکھنا دشوار ہے اور اکثر وجہ وجدانی ہوتے ہیں جنگ و طبع سلیم

سمجھ لیتی ہے۔ گوہر انتخاب کی فکر ہی کی اور حجب ملے گا ہی تو نکاح بالقصل میری تالیفات
مطبوعہ میں جو کتابیں موجود ہیں وہ بھی دو تین کتابیں ہیں۔ امیر اللغات اردو
زبان کا نفا و سہ اور خیاباں آفرینش میلاد شریف نثر اور دیوان لغت جس
میں کچھ کلام نیا بڑیا یا ہے اور خیاباں آفرینش کے ساتھ غلام خاتم البین ملا کر چھپایا
ہے۔ محامہ کا نسخہ بار بار چھپنے سے بہت غلط ہو گیا تھا۔ اس کو کچھ صحیح بھی کیا
اے تمہارے دفتر سے آپ کے نام غالبہ روانہ ہوا ہوگا اور نہ پہنچا ہو تو ریاض آزاد
وغیرہ میں دیکھ لیجئے گا یا لکھتے تو یہاں سے بھیج دوں۔

امیر فقیر۔

۲۴۔ جولائی ۱۹۰۶ء

عجب دلنواز۔ سلام و دعا۔ محبت نامہ اور اس کے ساتھ انگریزی
الفاظ کے اوراق جن میں بعض جزائر اور ممالک وغیرہ کے نام بھی مشتمل
ہیں اور بعض لغات اردو کے اوراق کا پمفلٹ مجھے پہنچا۔ تمہاری
بہنچہ ہمدردی اور پوری محبت و سعادت سے بہت ہی جی خوش ہوا
خدا تمہاری لیاقت اور عمر و مراتب میں ترقی دے۔ ملک
میں اب اس ہمدردی اور دل سوڑی کے لوگ بہت کم ہیں جو دوسرے
کے لیے اپنے اوپر محنت گوارا کریں۔ میں نہ دل سے تمہاری اس عنایت کا
شکر گزار ہوں۔ میں دو مہینے سے آشوب چشم میں مبتلا ہوں لکن پائے نہ بنا بالکل
چھوٹ گیا ہے زرا مجھے آرام ہوئے تو تمہاری بھیجے ہوئی اوراق کو بغور دیکھوں گا
اور جو بات ان میں نئی ملے گی اس کو لغت میں داخل کر کے ملک کو فائدہ

پہنچا دنگا۔ میرے پاس بھی الف سے ی تک مسلسل معنی و مثل کی ساتھ لغت
 موجود ہے جس کا نام میں نے بہار ہند رکھا تھا۔ مگر وہ فارسی عبارت میں گلشن فنیہ
 کی قطع کا ہی اب جہاں تک ممکن ہو اس سے بڑا نام مقصود ہے۔ امیر اللغات
 اس سے کئی حصہ زیادہ ہو گا تاہم آپ کے مرسلہ وراق کو میں بہت شکرتے
 اور قدر کی نگاہوں سے دیکھ کر دفتر میں رکھوں گا۔ انگریزی الفاظ سے مجھے کوئی
 مناسبت نہیں اس لیے اس کا ایسا ذخیرہ نہ میرے سینے میں جو نہ سفینے میں
 جس سے یہ معلوم ہو کہ اتنے الفاظ اردو نے قبول کر لیے ہیں۔ کتاب میں یہی سی
 اب تک بہت کم ملک میں تالیف ہوئی ہیں صرف فرہنگ فرنگ اور بعض اخبار
 کے وراق جنہیں ایسے لفظ جمع کئے گئے ہیں دفتر میں موجود ہیں۔ اس لیے
 میں تم کو ایسے الفاظ کے جمع کر دینے کی ضرورت تکلیف دینگا۔ اس کا احسان
 نہ صرف مجھے ہو گا بلکہ ملک ممنون ہو گا۔ تم نے جو انگریزی الفاظ امیر اللغات
 میں کم پائے اس کی وجہ یہ ہے کہ کبھی جیسا اتفاق ہے کہ وہ قریباً ہی نہ امیر اللغات
 میں وہی الفاظ انگریزی کے داخل کئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ میں کوئی فیض
 مختصر اور ٹیک ایٹس معقول ہیں لفظ موجود ہیں۔ ان میں سے اکثر راہ وغیرہ
 لکھے گئے مسودے سے خارج ہو گئے ہیں۔ ان کے ساتھ ان کی جگہ پھری اور
 دفتر اور آٹھر کی جگہ مصنف آؤر کی جگہ موجود ہے۔ ان کے آئی پیل۔ انگریزی وغیرہ
 لکھے گئے ہیں۔ باقی کیا لکھوں۔ ہاں یہ درست کہ تم سے لائق شخص کی نظر نہیں
 امیر اللغات سب طرح سے اچھا اور ملک و زبان کی ضرورت کو پورا کرتا
 ہوا چھا۔

پیاسے زاہد دعائیں لو۔ تمہاری غزل پس جام شراب جب سے آئی کئی
 بار ارادہ ہوا کہ بناؤں مگر اس موسم بار میں میری طبیعت کو بار بار ہرج ہو جاتا ہے
 سنبھلنے نہیں پاتی کہ پھر بگڑ جاتی ہے اور کچھ زمین بھی ایسی ہے کہ اس میں سنبھل کر قدم
 رکھنا چاہئے ناچار اس وقت یہ کارڈر فغ نگرانی کے واسطے پہنچتا ہوں غزل
 جب دیکھو سنگا تو پہنچو سنگا۔ تم سے نعلی کا کیا موقع ہے۔ میں تمہاری لیاقت و صلاحت
 و بے لوث محبت سے بہت ہی خوش ہوں اللہ تعالیٰ تمہاری عمر و اقبال میں
 برکت دے۔ تم ہمیشہ اپنی خیریت اور ترقی اقبال دولت سے مسرور کیا کرو۔ اور
 میری کوتاہی کی تقصیر کو معاف کر دو۔ امیر اللغات میں مدد دینے سے ہاتھ نہ لگو
 یعنی جو کچھ ہو سکے وہ لکھا کرو اور ممنون و مشکور کیا کرو۔ اگر کچھ الامثال کے
 سوا کوئی ذخیرہ مثلوں اور شان امثال کا ملے تو بڑا کام نکلے مثلیں تو خیر تہ الامثال
 میں ملتی ہیں مگر شان امثال میں ملتی۔ سوزاں مرحوم نے ایک زمانے میں
 وعدہ کیا تھا کہ اس کا مادہ میں دوں گا۔ افسوس ہے کہ وہ چل بسے۔ گو ہر انتخاب
 اور امیر اللغات کے باب میں کیا بات آپ پوچھتے ہیں مجھے یاد نہیں، پھر
 لکھ بیجئے۔ محمد احمد سلام نیاز عرض کرتے ہیں اور ان کے اور اخوان بھی
 اظہار شوق کرتے ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۱۳ جنوری ۱۸۹۶ء

پیاسے زاہد زہد مشرب۔ جام شراب والی غزل اس وقت میں نے
 لکھی اور مست ہو کر جو منہ لگا۔ مشکل زمین بھی مگر تم نے بہت اچھے اچھے
 شعر کہے اللہ تمہاری عمر میں برکت دے اور اقبال بڑھا سکے۔ میری طبیعت

اب تک صحیح نہیں ہے اور اس موسم بارش میں گنگوں میں بھیجیں رہتی ہیں رحم اللہ
 رحم فرمے۔ اور تب صدق رحمۃ للعالمین خاتم النبیین کرے۔ گوہر انتخاب کا
 کوئی نسخہ ہی تو ضرور گرڈ ہونڈھ کر ڈرائنگ کا لٹا دشوار ہی جو وقت کیس نظر پڑ جائے گی صرف
 ہیچوننگا۔ امیر اللغات کی جلد ثانی غالباً الف مقصورہ ہی پر تمام ہو۔ یا شاید با
 موصدہ کا بھی کوئی مکر اثر یک ہو جائے۔ تم سے اگر ممکن ہو تو زبان کی اصیلت
 کہ ابتدا کہاں سے یہ زبان پیدا ہوئی اور کن کن تغیرات کے بعد اس تک پہنچی۔ وغیرہ
 وغیرہ لکھو۔ تذکرہ آبجیات میں آزاد نے اور جلوہ خضہ میں صیفی نے اور گنتاں
 سخن میں مرزا صاحب بخش شاہزادہ دہلی نے کچھ کچھ اس بحث کو لکھا ہے جس پر اب
 کہ امیر اللغات میں یہ بحث ان سے الگ اور نہایت شرح و بسط کے ساتھ
 لکھی جائے مگر اس کے ماتے کا پتہ نہیں لگتا کہ کن سے اخذ کیا جائے
 تم کیس سے نوہ لگاؤ۔ میں بھی فکر میں ہوں جو کچھ آزاد و صیفی وغیرہ نے لکھا ہے
 امیر اللغات میں اس کی نقل کر دینے کو توجہ نہیں دیتا۔ نئی باتیں بھی پیدا ہوں
 اور ان کے ضمن میں یہ باتیں بھی سب آجائیں۔ اور عنوان مخبر کا ان سے
 الگ ہو تو مضائقہ نہیں۔ الف کا گزنا جائز نہیں۔ ہند ہی کا الف جو آخر میں ہو وہ
 اگر تا ہی بعض شعرا نے جو ایسا کیا ہے وہ قابل استناد نہیں ہے کیونکہ اساتذہ
 کی طرف سے وہ ہمیشہ مورد ایرادات رہے ہیں۔ مطلع میں میں نے دخل دیا کہ
 ہاتھ تک اس کے جوہر دسترس عام نہ ہو۔ کیوں نہ اس ہاتھ سے ہو پھر ہوں تم
 دوسرے صہج میں (اس ہاتھ سے) کی جگہ (انجواروں کو) بنا دیا ہے کیونکہ لطف
 اس قدر مضمول میں ہے کہ جب جام شراب کو پھر فخر حاصل ہے تو اس کے

ہاتھ تک پہنچائے تو ایسے جام شراب کی ہوس بخواروں کو کیوں نہو اور جب
اسی ہاتھ سے کئے گئے گا تو جام شراب کے اس ہاتھ تک پہنچنے کا فائدہ کچھ
نہی گا۔ جس کا کہ کھانا فصحائیں کئے۔ مقطع بھی بدل دیجئے۔ چشم بدوزاہی تمہارا
آغاز شباب ہی بڑھاپے کے مضمون کا ابھی کیا موقع ہے۔ اطفال فقیرناو جب
گزار میں فقط

امیر فقیر۔ ۲۰۔ جنوری ۱۸۹۲ء۔

محب عزیز میں۔ دعائیں لو خط پہنچا۔ ممنون یاد آوری کیا بعض موانع سے
جبکہ قصہ طول ہے اب تک امیر اللغات کے دوسرے حصہ کے چمنے کی نوبت
ہیں آئی زمانہ دم نہیں لینے دیتا۔ نصف نظر ثانی سے باقی ہے غالباً تیس جزو کا یہ
حصہ بھی ہوگا اور صرف الف مقصورہ کا۔ امید کوتاہوں کہ ۵۱ جون سے چمنے
کے واسطے روانہ ہونا شروع ہو جائے گا اپنا حال کیا لکھوں پیری و صد عیب
آپ اپنی خیریت سے مطلع کرتے رہا کیجئے

امیر فقیر۔ ۵ مئی ۱۸۹۲ء۔

پیارے سے زاہد۔ الہی تم ہوا اور دونوں جہاں کی لذتیں۔ دنیا میں نامرغوبات
سے محفوظ رہو اور عقبی میں نعمات سے محفوظ مدت کے بعد محبت نامہ آئیا میں
نے اس کو سینے سے چمٹایا آنکھوں سے لگایا۔ جواب میں تاخیر اس مجھ سے
ہوئی کہ امیر اللغات سے دوسرا حصہ نکلنے میں وقت سے بچاؤ زیادہ ہو گیا
ہی اس لیے باوصف عدم صحت اور ضعف و تھکاوٹ اسی حصے کی تکمیل میں
مصروفی رہتی ہے اور کسی وقت اور کام کرنے کی فرصت نہیں ملتی چاہتا تھا کہ

وقت طے تو تمہاری ہدایات بہت غور سے دیکھوں اور اردو کی تحقیق
میں جو کچھ تم نے لکھا ہے اس پر اپنی طرح نظر کروں تو اس کے بعد جواب لکھوں
مگر اس وقت تک ایسا وقت نہ ملا۔ یہ حصہ ثانی جس پر نظر ثانی ہو رہی ہے۔ چھپنے
کو بیچ لوں تو آپ کی تحریر کے ہر جڑے کو تدقیق نظر سے دیکھوں اور صاحبان
راے موجودہ دفتر سے ہی بحث کر کے رائے لوں۔ اس وقت ان سطروں
کے لکھنے سے صرف رفع نگرائی اور بلا لاجال آپ کی نگر گزاری مقصود ہے
مگر شکر تو اور ہو نہیں سکتا اس کے عوض بھی اس اخلاص نامہ مختصر کو دھا پر
تتم کرتا ہوں۔ الہی قلم بلیت و لیلاقت و رشد سعادت و عمر دولت روز افزون
فقط آپ کی سچی محبت کا منت پذیر

امیر فقیر از ریاست رام پور روہیلکھنڈ

۱۷ جون ۱۸۹۲ء

محبی سلام سنون دعا مشحون۔ محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا میں سے
مرسلہ اوراق کی نسبت میرا یہ خیال نہیں ہے کہ بعد طبع حصہ دوم ان کو دیکھ نوٹ
بلکہ نشا میری تحریر کا بھی ہے کہ مسودے پر جو نظر ثانی ہو رہی ہے اس سے فراغ
ہو لے تو ان اوراق پر نظر ڈالوں اور جو باتیں نئی اور مفید مطلب ہیں انکو
اس میں چھپنے کے ثل داخل کر دوں۔ ورنہ بعد چھپ جانے کے لغت
مقصودہ کے لغات کو دیکھنا کیا کام آسکتا ہے پہلے خط میں تم نے لکھا تھا
کہ ایک کتاب سنسکرت کی مفید لغت اردو دستیاب ہوئی ہے جہاں سے
یہاں علم سنسکرت کے پتھر ایک ہڈت ہیں اگر تم اس کتاب کا کوئی جزو

بہو تو یہاں پنڈت سے دریافت ہو سکتا ہے کہ یہ کتاب امیر اللغات کے لئے کیا
تک مفید رہی یا قی میں تمنا کے حسن لیاقت سے بہت خوش اور لذت آری ہو
و محبت اعانت کا بہت ممنون ہوں فقط

امیر فقیر رام پورسٹٹ - ۱۹ جون ۱۸۹۹ء

مجی سلام و دعا۔ کارڈ پہنچا۔ مجھے خیال تھا کہ جواب میں آپ نے دریافت
کی تھیں اس کا جواب میں دے چکا ہوں مگر افسوس ہے کہ یہ تاخیر سے یاد کی غلطی
تھی یا میرا خط ڈاک میں تلف ہو گیا۔ اب لکھتا ہوں کہ امیر اللغات کا دوسرا حصہ
بوجہ اب تک چھپنے کو نہیں گیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی مہینے سے تھوڑا تھوڑا
کر کے روانہ کیا جائے گا۔ آپ کے مرحلہ اوراق میں نے دیکھے اور
جس جس جگہ سے مدہ ملی اس سے فائدہ اٹھایا۔ مگر اردو کے لفظ میں بالفعل
مختصر طور پر کچھ لکھ دیا گیا ہے۔ اور ہمیشہ سے یہ خیال ہے کہ اس کی تحقیق علیحدہ
لکھ کر لغت میں لگائی جائے۔ کتاب ختم ہونے تک جو وقت موقع ملایہ خیال
پورا کیا جائے گا۔ اور آپ نے جو کچھ اس کی نسبت لکھا ہے وہ بھی آنکھوں
کے سامنے رہی گا تاکہ مفید باتیں اس میں سے بھی چن لی جائیں۔ گو ہر انتخاب
جہاں سے مل سکتا ہے اُنکا پتا آپ کو لکھا جاتا ہے۔ میرے پاس کوئی جلد اسکی
نہیں ہے۔ امیٹھی بندگی میاں کی۔ ضلع لکھنؤ۔ قاضی سید تصور حسین صاحب
آپ ان سے ویلوپنی اپیل خواہ ٹکٹ بھیج کر منگوائیجئے۔ ایک روپیہ سے کم قیمت
ہی ٹیک یاد نہیں۔ اپنی خیریت سے ہمیشہ سہرور فرماتے رہتے۔ خدا آپ کی
عز و راز کرے فقط

امیر فقیر ۳۔ اگست ۱۸۹۹ء

سعید و رشید داریں عزیزی سید زہد حسین کو ترقی و اقبال کی
 دعائیں محبت نامہ پہنچا۔ اور اس کے ساتھ وہ الفاظ بھی پہنچے جو آپ نے کسی
 دشمنی سے منتخب کر کے لکھے ہیں۔ میں آپ کی اس محبت و سعادت اور
 امیر اللغات کے ساتھ دلی ہمدردی اور اس کی امداد کے خیال کا بہت بہت
 شکریہ ادا کرتا ہوں۔ افسوس ہے کہ نصف ٹکڑا دوسرے حصہ کا ۱۵ ستمبر کو
 چینے کے لیے روانہ ہو چکا لیکن پھر بھی جہاں تک اس ٹکڑے میں الفاظ کا بڑھانا
 ممکن ہو گا کوشش کی جائے گی اور پھر ٹکڑا تو اب تک یہاں موجود ہی۔ میں منتظر
 کلام اور لغات سے عوام اور خواص کے وہی الفاظ لیتا ہوں جو اردو
 لغت کی شان پر پہتے ہیں۔ آپ کے مسئلہ الفاظ میں بھی جو لفظ ایسے
 ملیں گے داخل لغت کئے جائیں گے۔ میں نے بہت دنوں ملک کی طرے
 پر کام کرنا چاہا مگر باہم راہوں کا اختلاف استعد رہا کہ میں عاجز آ گیا۔ چند
 نازک خیال اور عالی دماغ اجاب نے یہی رائے دینی کہ ان جگہوں میں لغت
 تالیف سے بچا جائے گا۔ صرف اپنی رائے کو دخل دینا چاہئے۔ ملک سے
 بہت دنوں صلاح و مشورہ کیا گیا۔ ناچار میں اپنی ہی رائے سے کام
 لیتا ہوں اور جو عزیز یا دوست میری مدد کرتا ہی اور اپنی کوئی صاحب رائے
 خطا پر کرتا ہی اس کا شکریہ گزار ہوتا ہوں اور اس کی رائے ماننے نہ ماننے میں
 ہمت دہری نہیں کرتا۔ جن لغات متر وک کے آپ نے نام لکھے وہ سب
 اور ان کے علاوہ اور بھی اس دفتر میں موجود ہیں اور پیش نظر رہتے ہیں۔ مجھے
 یہ نہیں معلوم ہی کہ کون کونسے اخبار اس رائے میں امیر اللغات کی نسبت

لڑتے جگرتے ہیں۔ اکمل الاخبار نے توٹے دنوں سے لکنا چھوڑ دیا
 آزاد۔ ریاض الاخبار۔ نجم الاخبار۔ سر مور گوٹ۔ اور وفادار اس دفتر میں
 بھی آتے ہیں۔ ان اخباروں میں مدت سے کوئی بحث اس قسم کی نہیں
 چھپی۔ آزر دگی۔ آسودگی۔ آشفنگی آوارگی۔ یہ سب قاعدے کی بناء پر
 چھوڑ دئے گئے۔ اور آزادہ رو۔ آفس۔ آفیسر۔ آوارہ علاج۔ آنجل ٹلہنا
 بیشک امیر اللغات میں نہیں ہیں بعض تو اختلاف رائے کی وجہ سے عاجز
 ہو کر چھوڑ دئے مثلاً آفس کہ اس کی جگہ کچری اور دفتر کا لفظ موجود ہے
 جو ادبی انگریزی اور ادبی اردو بولتے ہیں زیادہ انہیں کی زبانوں پر لفظ
 ہی۔ اور آفیسر لکھنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ آفیسر موجود ہی اور اس کو کسکے حصے
 میں لکھا گیا ہے۔ اور بعض نقص استقراء سے رہ گئے۔ یہ الزام بچا ہے
 اس کا دعویٰ کہی نہیں کیا گیا کہ امیر اللغات میں کوئی لفظ چھوٹ بچا گیا
 کیونکہ یہ محال ہے۔ بڑے بڑے فارسی اور عربی کے لغات موجود ہیں
 جن میں روزمرہ کے صدہا الفاظ نہیں ملتے۔ صراح وغیرہ پر دس ہزار
 لغات صاحب قاموس نے بڑا ہے۔ صاحب غیاث اللغات نے
 کیا کچھ کوشش نہیں کی مگر پھر بھی صدہا الفاظ نہیں ملتے۔ اردو میں اس
 وقت جتنے لغت لکے گئے ہیں انہی ہی حال ہی کہ پہلے میں دس لغت
 ہیں تو دوسرے میں بیس تیس سے میں پچاس ہیں تو چوتھے میں سو۔ ہاں
 میں نے یہ قدر کر لیا کہ جو لغات حصہ چھپنے کے بعد چھوٹے ہوئے
 معلوم ہوں گے وہ سب ایک جگہ جمع ہوتے جائیں گے اور

ختم کتاب کے بعد ایک ضمیمہ ان کا لگا دیا جائے گا۔ جیسا کہ صاحب
برہان قاطع لکھا ہے۔

غزلوں پر اصلاح ہونے کی نسبت جو آپ نے لکھا ہے بہتر تو یہی ہے کہ مہینے ڈیڑھ
مہینے میں اس حصے سے ذرا غفلت پا جاؤنگا اس وقت آپ دو دو
ایک ایک کر کے بھیج دیجئے گا۔ اور اگر کسی غزل پر اصلاح کی نہایت ضرورت
ہو تو مجھے آپ کے لیے اس حال میں بھی خبر دینا ہے۔ زیادہ بجز دہلے
سرسبزی دارین اور کیا لکھوں میری طبیعت اچھی نہیں رہتی ہے اس سبب سے
ہر کام میں اور بھی دیر ہوا کرتی ہے۔ لڑکے اور ارباب دفتر سلام نیاز کرتے
ہیں۔

امیر احمد عفی عنہ۔ ۲۷۔ ستمبر ۱۲۹۵ء رام پور اسٹیٹ
پیارے زاہد۔ میں تم سے ہفتہ رنجوب ہوں کہ کئی دن سے تم کو خط
لکھنے کا قصد کرتا تھا مگر نہ امت کسی طرح اجازت نہ دیتی تھی اس اتفاق کو میں
نہایت ہی افسوس کے ساتھ لکھتا ہوں کہ تمہاری غزل گس جام شراب
کہو گئی۔ ہمیشہ بستی یا کاغذ گیر میں غزلیں اور خطوط اجاب و اغوہ کے لکھ
جاتے تھے مگر کسی کوئی خط یا غزل ضائع نہ جانا یا نہیں آتا۔ اتفاق سے تم نے
جو وہاں غزل کا مسودہ کہو دیا تو مجھ سے بھی یہاں صاف شدہ غزل جاتی
رہی۔ افسوس صد افسوس۔ میں نے کوئی دقیقہ تلاش کا اٹھا نہیں کیا
مگر غزل نہ ملتا تھا نہ ملی۔ اب نہایت ہی قلق اور نہ امت کے عالم میں
تم کو کچھ کارڈ اس لیے لکھتا ہوں کہ تم مسودے کو بخوبی تلاش کرنا اور

ماگر تمہاری جستجو بھی ناکامیاب رہی تو حافظے پر خوب زور دے نیکر شعر یاد کرو
اور پھر غزل پوری کر کے مجھے بھیج دو تو دیکھ لوں اب تک مجھے کچھ امید ملی ہوئی
ہے کہ تمہاری کوشش سے غزل پھر پوری ہو جائے گی اور اگر خدا نخواستہ
تم کو مسودہ نہ ملا اور حافظے نے بھی کمی کی تو مجھے اور بھی رنج ہوگا۔ افسوس
کیسی زمین میں تم نے کیسے کیسے شعر لکھے اور میں ان کو دیکھ کر چیخ و پند بھی کر دے
پایا۔ رات دن میں کئی کئی بار پھر غزل مجھے یاد آتی ہی اور لکھنؤوں تعلق رہتا ہی
خدا کرے مسودہ تمہارے پاس نکل آئے یا شعر پورے پورے یاد آجائے
تو میرا جی خوش ہو۔ زیادہ دعا کے سوا کیا لکھوں فقط

امیر نقیر۔ ۲۔ نومبر ۱۹۸۴ء

رام پور مراد آباد

پیارے زاہد۔ عرصہ ہوا کہ میں نے ایک معذرت نامہ تم کو لکھا تھا کہ
تمہاری غزل گیس جام شراب بقیض جام شراب مجھ سے کہو گی۔ اس کا مسودہ
اچھی طرح تلاش کرو اور پھر غزل بھیج دو۔ اور اگر خدا نخواستہ مسودہ نہ ملے تو
یاد کر کے غزل پوری کرو۔ اب تک تم نے جواب نہیں لکھا اس سے تردد
اور تعجب ہی۔ تردد تو اس وجہ سے کہ خدا جانے تمہارا کیا حال ہے نصیب خدا
کچھ مزاج تو ناساز نہیں ہو گیا ہی۔ اور تعجب اس کا ہی کہ اگر تمہاری طبیعت
اچھی ہی تو کیا باوجود کمال معذرت اور اظہارِ ندامت کے تم مجھ سے
استغدرِ خفا ہو گئے ہو کہ مجھے خط لکھنا ہی پسند نہیں کرتے۔ ایک خیال
یہ بھی ہوا ہے کہ شاید وہ معذرت نامہ تم کو پہنچا ہی نہ ہو۔ بہر حال اس کو دوسرا

معذرت نامہ سمجھو۔ اور میرے خدا ہی عزیت مزاج سے بہت جلد مطلع کرو۔ میں اپنا حال کیا لکھوں روز بروز تیزی۔ امراض قدیمہ اور بعض شکایات جدیدہ کے شدائد میں مبتلا ہوں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ لغات کا دوسرا چمپ رہا ہے۔

ایمیر فقیر۔ ۱۴۔ دسمبر ۱۸۹۲ء

پیارے زاہد۔ شافی مطلق تم کو شفا کے کامل عطا فرمائے اور اصل طاقت و توانائی جلد عود کر آئے۔ اتنے دنوں تک مہمارا خط نہ آنے سے جو ذہن کا بار بار دل میں سماتا تھا آخر مہمارے خط سے تفصیل کے ساتھ اس کی صلیت معلوم ہوئی اور بیمار اور زار و نزار دل کو بہت ہی افسوس ہوا میں کتنا ہی تھا کہ زاہد صاحب دیرینہ میرے خطوط کا جواب نہ لکھے اس کے کیا معنی۔ ہونو کوئی مانع قوی ضرور ہے۔ معاذ اللہ مہمارے خط ہی کو دیکھ کر مہمارا اوپر شدائد امراض اور ان سے حد سے ضعف اور ناتوانی کی تصویر آنکھوں میں پھر گئی۔ افسوس تم نے بہت تکلیف اٹھائی مجھ بورے سے اور کیا بھوکتا ہی ہوا اس کے کہ مہماری صحت اور تندرستی کے لیے ہیں تے دھاکروں۔ امراض اور افکار و آلام نے مجھے بالکل نکما کر دیا ہے۔ عجب کاشش اور بے چینی۔ کے ساتھ زندگی کے دن کا نہ رہا ہوں اللہ تعالیٰ خاتمہ بخیر کرے۔ تم بھی میرے حق میں دعا سے خیر کرو۔ جوں صالح ہو۔ آل رسول ہو۔ زاہد ہو۔ ایمر اللغات کا دوسرا چمپ رہا ہے صاحب مطبع نقین ولاتے ہیں کہ آخر فروری تک چمپ چائے گا

اس زمانے والے بہت سے لائق عزیز اور اجباب شانِ شمل لکھنے کے مخالف ہیں مجبوراً اس کو ترک کر دیا ہے۔ اب میں دعا پر اس خط کو ختم کر کے تم سے استدعا کرتا ہوں کہ اپنی کیفیت مزاج سے جلد جلد مطمئن کرتے ہو خود لکھنے میں اگر خدا خواستہ اب بھی تکلیف ہو تو کسی اور ہی سے ایک کارڈ لکھوا دیا کرو فقط

امیر فقیر۔ ۲۷ جنوری ۱۹۳۸ء رامپور سٹیٹ

الہی پیارے زاہد کو مکروہات سے محفوظ اور مرغوبات سے محفوظ رکھو۔ آمین۔ دعا ہو چکی مدعا یہ ہے کہ مدت کے بعد تمہاری تحریر دہلی پر سرور افزاے خاطر فائز ہوئی۔ ازالہ مرض سے اطمینان ہوا جھٹکا لے کر کون کا مژدہ بھی جلد سناے۔ غزلیں دیکھیں بقدر ضرورت بنائیں بارک اللہ ایسی پنچھریں میں کیا نازک شعر کہے ہیں اور کتنے کہے ہیں کہ جی ہی چاہتا ہے اگر اجازت انتخاب دو اور بھی چاروں غزلیں لکھو اگر مجھے پیچیدہ تو میں یا ضل وغیرہ میں چھوڑ دوں تاکہ لوگ دیکھیں کہ ایسی پامال اور سنگدلانہ زمینوں میں اب بھی ایسے ایسے پھولنے پھلنے والے موجود ہیں شانِ امثال میں میں نے پھر رائے قرار دی ہے کہ جس حکایت میں خلاف عقل عادت کوئی بات بنو وہ ضرور لکھی جائے۔ میرا گمان ہے کہ مانعین ہی وہی لوگ اکثر ہیں جو پیچہ کے خلاف امور پر معترض ہیں۔ میں ہاتھ کے مرتعش ہونے سے اب اپنے ہاتھ سے لکھتا ہوں دست و قلم کے قابو میں نہ ہونے سے لکھنے میں بھی ہوتی ہے اور خط بھی بد نما ہوتا ہے۔ جی ہی کہہ رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جلیل

آہ سلامتہ اللہ سے لکھوادیا کرتا ہوں۔ کلام بھی انہیں لوگوں سے سنتا ہوں اور جو کچھ بتاتا ہوں ہی لوگ لکھ دیتے ہیں۔ یہ چند سطریں تمہارے لیے اپنے قلم سے لکھی ہیں جنہیں نہ نوح حروف کے درست میں نہ کرسی صحیح۔ الفاظ مثلثہ میں ساکن کو متحرک کر نیکافا عدد عام نہیں ہی بلکہ جستہدر اساتذہ نے نصرت کر لیا اسی قدر جائز نہی۔ اور خواجہ نصیر مہم جو کلام استناد کے لیے کافی نہیں ہی۔ قادر بخشاں فارس نے کہا ہوتا تو مضائقہ تھا۔ معذرا خواجہ نصیر نے قدس معنی پاک نہیں کہا ہی بلکہ قدس ایک شہر کا نام تھا وہاں کے دشت کو کہا ہی ہے اور وحشی نے ترے دشت قدس کی تیلیاں۔

مستوں کی چشم مست کی خمرہ کو گس جام شراب سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ لیکن ایسی شبیہات میرے نزدیک کراہت سے خالی نہیں شاعر نے خال کو گس سے تشبیہ دی ہے۔ اور بکھرے باعتبار پیش کے زہور کے ساتھ تشبیہ دے لی ہے۔ محمد احمد مع انخوان ماوجب رساں ہیں۔

تمہاری محبت کا منت پذیر

فقیر امیر ۱۲ فروری ۱۸۶۹ء

روڈیک شہید ایہورم آباد

بھجب دینو السلام اللہ تعالیٰ سلام سنون اخلاص و دعا شون کے بعد دعا نگار ہوں۔ کہ بہت دن ہوئے کہ تم نے اپنی خیریت سے مجھ کو مسرور نہیں کیا۔ کیا کون تعلق خاطر کشتہ تکلیف دم دی۔ جو مہینے کے قریب قریب متا ہی کہ تمہارا سعادت نامہ آیا تھا اور اس کے ساتھ اس دو غزلے کی نقل

تھی جو یہاں گم ہو گیا تھا میں نے بڑی کوشش سے ان غلوں کو دیکھا
 اور فوراً اُمتاے پاس روانہ کیا۔ سخت تعجب ہوا کہ تمناے یہاں سے اُٹکی
 رسید تک نہ آئی آپسک انتظار کیا گیا۔ اب انتظار کی بھی گنجائش نہیں
 رہی تو یہ خط لکھنے کی نوبت آئی۔ چونکہ اس خط میں تمہیں اپنی علالت کا ذکر
 لکھا تھا اس خیال سے اور بھی تردد سو ہاں روح ہی۔ امید کہ دو حروف
 نیپیت کے لکھ کر بہت جلد مطمئن کرو۔ جب تک تمہارا خطا نہیں لیتا
 تسکین نہیں ہوتی ہی۔ میرے افکار و آلام کی اس زمانے میں کوئی حد نہیں
 ایک تو میں اپنے عوارض جسمانی ہی سے مورد مصائب و آفات ہا کرتا
 ہوں دوسرے بندہ زادہ کلاں مٹھی محمد احمد کی خاتون نے ۲۴۔ شعبان
 کو رحلت کر کے مجھے اور بھی چور کر ڈالا۔ اس قیامت نامہ سانچے سے
 جو روحانی صدمہ پہنچا ہے وہ بیان نہیں ہو سکتا۔ مگر مشیت ایزدی پر
 سوا صبر اور شکر کرنے کے چارہ ہی کیا ہے۔ آخر میں پھر تم کو لکھتا ہوں
 کہ میرا یہ خط پاکیزہ تریت نامہ لکھنے میں دیر نہ کرنا اور مجھے آزار رسیدہ کو
 تکلیف پر تکلیف نہ دینا فقط

امیر احمد مینائی عفی عنہ۔ ۹۔ اپریل ۱۸۹۳ء

رامپور سٹیٹ

میں زاد اخلاقم۔ سلام سنوں اخلاص و دعائیں شجون۔ محبت نامہ آیا
 دل کا سرور بڑھایا۔ اس سے پہلے ہی خط آپکا آیا تھا جو مکارہ سے
 جواب لکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ میرے آلام و استقام کی کیفیت بدستور

باوجود بخوری و معذوری کے میں نے آپ کی غزل دیکھی۔ بارک اللہ اچھے
 اچھے شعر کہے ہیں۔ امیر اللغات کا دوسرا حصہ چھپ گیا۔ کچھ جلدیں
 اسکی مطبع سے بھی آگئیں۔ یہ حصہ بھی مثل حصہ اول کے ۲۰ جزو میں نکلا
 اب حرف (ب) میں حصہ ثالث کی ترتیب ہو رہی ہے۔ صمنحنہ عشق الہی تاک
 طبع ہوتی ہو۔ نور چشم ممتاز علی چھپوانے کی فکر میں ہیں۔ جو وقت
 چھپے گا آپ کو ضرور پہنچے گا۔ میں اس سے بہت خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے
 آپ کو صحت تامہ عطا فرمائی۔ اب جو کچھ شکایت باقی ہو خدا کرے وہ بھی
 جلد رفع ہو جائے۔ امید کہ انہی خیریت سے اور اس غزل کی رسید
 بہت جلد ملے گی۔ نور چشم محمد احمد منع اخواں ما وجب رساں ہیں۔
 غرضی ممتاز علی تسلیم کرتے ہیں۔ اردو میں راہ باٹ تو کوئی بولتا بھی ہے
 فقط باٹ یعنی انتظار توڑ راہی متعل نہیں ہو۔ مگر یہ کہ حرف (ب) میں
 آپ سے جو کچھ بن پڑے بے تامل مدد دیجئے۔ یہ حصہ بھی آپ کی
 سعی و اعانت سے خالی نہ رہا فقط

ایمر فقیر ۱۹۔ مئی ۱۹۳۷ء۔ ریاست راجپور

سعید کوثرین مولوی ناہد حسین کو دعائیں۔ نور چشم نور بشید احمد ہینا نے
 سے آتے تھے ایک صندوق برگ میں تھا۔ اتنا موقع نہ ملا کہ سہارنپور میں اسکی
 بلٹی بدلواتے اس لیے وہ صندوق وہیں کے اسٹیشن پر رہ گیا۔ اس کی
 بلٹی اس خط میں ملفوف ہے آپ تکلف کر کے اس بلٹی کے ذریعہ سے صندوق
 کو منگوا کر مرانا دیرنگ بھیج دیجئے۔ اور صندوق پر یہ تہ لکھ دیا جائے "فشی

امیر احمد مینائی ریاست رامپور۔ دفتر امیر اللغات اور بلی اسکی ایک خط میں
عبد الکریم خاں کے پاس اس پتہ سے بھیج دیجئے "منشی عبدالکریم خاں منصرم
جاہداد سرکار رامپور متصل تحصیل شہر مراد آباد منصرم صاحب مراد آباد کے
اسٹیشن سے وھندون وصول کر کے مجھے رام پور بھیج دیں گے۔ باقی بنیادیت
اسی خیریت ہی۔ غزل کی رسید سے اب تک آپ نے مطلع و مطمئن نہیں
کیا فقط

امیر فقیر ۲۷ مئی ۱۸۹۳ء۔ رامپور

پہلے سے زاہد۔ پہلے تیار ایجا ہونا یا ب تحفہ اور ہدیہ پنچا اس کے بعد کارڈ
آیا۔ تمہاری محبت و سعادت کا دل سے ممنون ہوں۔ خدا تم کو دونوں جہاں
میں سکر بنز اور سر خور کرے مجھے اس کا افسوس ہوا کہ تم نے کس تپاک اور
محبت سے مجھے تحفہ بھیجا اور وہ خراب خستہ مجھ تک پہنچا۔ خدا جانے کیا بیچ
پڑ جاتا ہے کہ اس قسم کے تمام پہل اور میوے خراب ہو کر یہاں پہنچتے ہیں۔ صبح
سے ہر سال مجھے بشیر احمد خاں جن جن کرام بھیجتے ہیں مگر یہاں اس قدر خراب
ہو کر پہنچتے ہیں کہ کسانے سے صلح آباد کے ام نہیں معلوم ہوتے۔ ہر ام کسی
جگہ سے بچا ہوتا ہے اور کسی جگہ بالکل داغی اور سڑا ہوتا ہے۔ یہی حال اس تحفے
کا بھی ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ دام خراب کرنے سے کیا فائدہ آئندہ تکلیف نہ کرنا
متا سے منہ سے ہی چلے اس کا کیا نتیجہ۔ گو ہر انتخاب میں بہت سے اشعار
وہی ہیں جو مجھے وقتاً فوقتاً تلف شدہ دیوان کے یاد آئے گئے۔ یہ دیوان خدا
میں تلف ہو گیا۔ انتخاب یادگار ایک شخص کے پاس ہے مگر تین روپیہ سے

کتابیں پڑھا۔ سرکاری کتب خانہ سے مثنویاں دشتوار ہی۔ سرمہ بصیرت چہی نہیں قلمی
ہی۔ غزل میں نہایت خوشی سے دیکھ لوں گا۔ اس لیے کہ مثنوی غزل ہی۔ مگر
مصرع لگانے سے مجھے معاف کرو۔ اب میں بالکل شعر نہیں کہتا۔ میرا
آخر زمانہ ہی۔ شعر سے نفرت ہو گئی ہے فقط

ایمیر فقیر ۲۴۔ جون ۱۹۳۶ء

پیامے زاہد۔ بہار پوری میوں کی پٹاری پہنچی۔ جس قدر مثنوی محبت اور
سعادت سے مسرت ہوتی ہے اتنا ہی افسوس اس بات کا ہوتا ہے کہ یہ وہ
گل سر کے مجھ تک پہنچتا ہے میں نے اسی خیال سے تم کو مانگتے تھے مگر تم
پوش محبت سعادت نے کسی طرح نہانا اور بھر دیا۔ بڑا ہی جھوٹ
پہنچی ہے تو اس سے زرد آلو اور آلو پتے وغیرہ کا عوق پک۔ ہاتھ اکبول کے
جو دیکھا تو تمام پھل سڑ گئے تھے۔ کتاب جامن میں کپڑے بڑے صفائی
اب برائے خدا میوں کے بیٹے کا کسی ارادہ بھی نہ کرنا۔ یہ بیوے لطیف
الطف ہیں ان کو زیادہ قیام اور پائداری نہیں نہ اسی تاخیر میں بگڑ جاتے ہیں
اب افسوس کی کمائی کے بعد میں مثنوی کے خط کا جواب لکھتا ہوں
کہ انتخاب یادگار انشا اللہ تعالیٰ خرید کر جلد بھیج دیا جائے گا۔ آج منی آرڈر
بھی مثنوی کے پہنچ گیا ہے۔ غزل مصرع لگانے کا اگر تم کو ایسا ہی اصرار
ہے اور مثنوی ہی خوشی ہے تو غزل بھی دو میں لست دیکھو اور جب زمانہ
موقع دے اور فرصت ہو تو مصرع لگاؤں۔ ایمر اللغات کا بیٹا حصہ تیر
اور کل کیا جاتا ہے۔ کوشش کیجئے گی کہ ب کے لغات ہی میں آجائیں

لیکن اس وقت تک تو ہی معلوم ہوتا ہے کہ کل لغات ب کے اسمیں نہونگے
 لغت کی خوبصورتی بڑھانے اور کثیر اختصار کی راہ میں سنے نہ کالی
 ہے کہ اب صرف وہی مفردات اور مرکبات وغیرہ لکھے جائیں جو زبانوں پر
 راتدن کی بوجھال میں ہوں جنہیں نظم و نثر کی تخصیص ہی وہ چھوڑ دے جائے
 تھے تو فرس جام شراب - اور قفس جام شراب میں دریا بہا دے اب
 ذرا طبع رواں کو روکو - فرصت کے وقت دو دو چار چار شعر کر کے دیکھ
 لو ننگا - خاطر جمع رکھو - مگر یہ کہ اب قفس جام شراب سے اپنے مرغ فکر کو
 رہائی دو - ہرزین میں اشعار کی تعداد غول سے نہ بڑھ جانا چاہئے -
 ہرزین کا ایک پیمانہ ہوا کرتا ہے جہاں اس سے بڑھ جاتی ہے بدنامی آجاتی
 ہے - اور کچھ بھی یاد رکھو کہ سنگلاخ زمینوں میں لاکھ کوشش کیجئے
 مگر مزید اشعار ایسے نہیں ہوتے کہ سننے والے حجاز سے بھرنے لگیں
 اس لیے میں چاہتا ہوں کہ متنا را سامزیدار شاعر اپنا وقت ایسی سنو رو
 لا حاصل زمینوں میں نہ صرف کرے - لو چہ دار میں اختیار کرو تو دیکھو کیا
 مزا آتا ہے - متنا ری غلیں بہت اچھی ہوئی ہیں اور کلام میں ماشاء اللہ
 صفائی آگئی ہے - اب اس زمین کو بھی چھوڑو اور ہمیشہ کے لیے ایسی زمینوں
 کو ترک کرو - نور چشم محمد احمد اور ممتاز علی سلیم گزار ہیں -

ایہ تقریر ۳۰ جون ۱۹۳۷ء

ریاست رام پور مراد آباد
 جی سلام و دعا - آپ کا کارڈ شعر ادراک خیریت آیا ممنون مسرور

یاد آوری کیا۔ آج کل میری کاپس ہمیشہ سے بڑی ہوتی ہیں۔ اپنے امراض میں تو کوئی جدید شکایت نہیں ہے۔ مگر بیمار داریوں کی کثرت سے چور ہو رہا ہوں اسی سبب سے آپ کو دو سطروں کا خط بھی نہ لکھ سکا۔ مگر جام شراب والی غلیں بڑی احتیاط کے ساتھ رکھی ہوئی ہیں زرا اطمینان ہوئے تو انیس ویکس بھجوں۔ آپ مطمئن رہیں اور کچھ روز اور معاف فرمائیں۔ آپ کی خیریت زیادہ دن تک نہ معلوم ہونے سے مجھے بھی تعلق رہتا ہے امید کہ جلد جلد رفع نگرانی کرتے رہئے۔ غیزی ممتاز علی اپنے ایک عزیز کے بیمار ہو جانے سے وطن گئے ہیں نور چشم منشی محمد احمد مع اخوان وجہ رساں ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۸۔ اگست ۱۸۹۳ء

مجی سلام سنون اخلاص و عاشقوں۔ بہت کے بعد آج اسکی آئی کہ میں نے آپ کی یہ غلیں لیکیں اور آپ کی طباعی اور زور آوری فکر پر آفریں کی۔ خداوند تعالیٰ عرواقبال میں برکت دے۔ غلیں پہنچتی ہیں اسید سے مطمئن کیجئے اور اپنی خیریت سے چند جلد آگاہ کرتے رہئے کہ جگہ آپ سے بڑی قوت رہتی ہے اور میں بسبب ہجوم مکارہ کے اپنی کم خدمتی سے منفعیل رہتا ہوں۔ آپ سے عفو کی امید ہے۔ غزل میں فلکراستقد رگنجان اور چمکے تنگ کر کے آپ لکھتے ہیں کہ اصلاح دینے اور وجوہ لکھنے میں زرا دقت ہوتی ہے۔ آئندہ سے واضح ہونا چاہیے چند شعروں پر بے اختیار نظم سے صاد نکل گیا ہے آپ پر خیال کریں کہ یہی چند

شعر انتخاب ہیں ان غزلوں میں بہت سے شعر منتخب ہیں۔ سب غزیر و اجاب
ما وجب سال ہیں فقط

امیر فقیر عفی عنہ - ۲۵ - اگست ۱۹۳۳ء

مجی۔ سلام سنوں دعا شون۔ مدت ہوئی کہ آپ کی غلیں دیکھ کر میں نے
بیحدیں۔ آج مکان کی رسید آپ نے نہیں لگی اگرچہ اس کا لفافہ بنظر
احتیاط بند کر دیا تھا۔ مگر پھر بھی رسید نہ آنے سے تردد ہی خدا کرے
وہ غلیں آپ کو پہنچ گئی ہوں اور آپ خیر و عافیت سے ہوں۔ امید کہ
اپنی خیریت کے ساتھ غزلوں کی رسید سے محلو مطمئن کیجئے کہ جی لگا ہوا ہے
اندون مجھے جس بول کا سخت دورہ پڑا تھا حتیٰ کہ قانا طیر کی نوبت آئی اس
روز سے تکلیف اور بے چینی معمول سے بڑی ہوئی ہو اللہ تعالیٰ رحم فرمائے
مگر پھر کہ اپنی خیریت سے واپسی ڈاک مطمئن کیجئے۔ مجھے آپ کی قابلیت و
سعادت مندی سے آپ کے ساتھ ایک ایسا علاقہ معنوی ہے کہ ہمیشہ داعی
خیر اور آرزو مند ادراک حالات خیریت آیات رہتا ہوں۔ آپ کو بھی میری
تکلیف خیال کننا چاہئے بلا ضرورت بھی خط لکھ بھیجا کیجئے۔ لغت کا تیسرا حصہ
آزاد تالیف ہے۔ اپنے حسن قابلیت سے اس میں امداد کی جلد کوشش کیجئے
اس لئے کہ حصہ جب ترتیب پا چکتا ہے تو پھر جا بجا اس میں ترتیب دینا مشکل
ہوتا ہے۔ فرزندوں و اجاب فقیر و وجب رساں ہیں۔

امیر فقیر عفی عنہ

ریاست رامپور ۱۳ - ستمبر ۱۹۳۳ء

پیارے زاہد۔ اللہ تعالیٰ عرواقبال میں برکت دے اور خوش رکھے۔
 آپ نے کئی خط لکھے ہیں ایک کا ہی جواب نہ دے سکا اب میری محدود
 کی حد نہیں یہی جس بول کے دورے جلد جلد پڑتے ہیں۔ آٹھ پور و رہو
 سخت دورہ پڑا تھا۔ دو ہارسلانی ڈالی گئی۔ کئی روز تک خون آیا کیا۔ اب
 دو تین دن سے افاقہ معلوم ہوتا ہے۔ نور چشم محمد احمد اور برادر زادہ کلاں
 لیاقت حسین مہینوں سے صاحب قراش ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صحت
 دے۔ آپ اپنی غیریت سے کبھی کبھی مسرور کرتے رہا کبھی۔ فرزند ادا حقیر اور
 عزیزی ممتاز علی تسلیم رساں ہیں۔ فقط

امیر فقیر۔ ۴۔ نومبر ۱۳۳۵ عر امپور

محبت و لنوار۔ سلام و دعا۔ کارڈ پہنچا مگر امیر اللغات کے لیے جو اجزا
 آپ نے روانہ کرنے کو لکھا ہے وہ اب تک نہیں پہنچے۔ خدا کرے آپ نے
 کسی وجہ سے اب تک روانہ نہ کئے ہوں اور راہ میں گم نہ ہوئے ہوں۔
 امیر اللغات کا تیسرا حصہ ترتیب و تالیف ہو رہا ہے۔ اب تک پچھین کما جا
 کہ صرف ب پر ختم ہو جائے گا یا پ کا بھی کوئی جزو شریک کرنا پڑے گا
 (تو) کی تذکیر و تانیث ہی کیا مگر جس محل استعمال کی رو سے آپ پوچھتے
 ہیں اس جگہ تو ہی کیس گے کہ اس نے مجھے تو کہا "لیکن اس سے تذکیر و
 تانیث تو کی نہیں پیدا ہوئی بلکہ اس جگہ لفظ (لفظ) مقدر ہوتا ہے جیسے
 اس نے مجھے عورت کہا دیکھئے عورت کو قطعی مونث ہی و قدس علی ہذا۔
 زیادہ سو آپ کی شکرگزاری سعادت کے اور کیا لکھوں۔ ممتاز علی تسلیم

رساں ہیں۔

امیر فقیر رام پور - ۹ - دسمبر ۱۹۳۹ء

پیارے زاهد۔ خدا تم کو دونوں جہاں کی نعمتیں عطا فرماے اور خوش و
محرّم رکھے۔ امیر اللغات کے تیسرے حصہ کی ترتیب ہو رہی ہے ابھی نظر ثانی
باقی ہے۔ اس لیے جو کچھ مسالائے ہیچا میں نہایت مسرت کے ساتھ اس
کا شکر گزار ہوں۔ تم نے مکرر محنت کر کے اپنے اور میرے افسوس کو قریب
قریب مٹا دیا جو اگلے پمفلٹ کے ضائع ہو جانے سے تھا۔ اشعار سند
میں نہ دئے جائیں اس کو تو میں خود بھی پسند نہیں کرتا چاہے کوئی کتنی
ہی مخالفت کرے اور مجھے یاد بھی نہیں آتا کہ کسی نے مخالفت کی ہے
ہاں اول حصے میں جس کثرت سے شعر دئے گئے تھے تو وہ ضرورت سے
زیادہ نظر آتے تھے اسی لیے کمی ضرور ملحوظ رہی۔ اور یہ بات بھی کہ فقرہ جیسقدر
مجل استعمال کو ٹیک ٹیک بتانا ہی شعر سے اتنا واضح نہیں ہوتا۔ اس لیے
شعر کم کر کے فقرہ خوبصورت بن پڑتا ہے تو وہی دہجہ کیا جاتا ہے۔

شان مثل کی نسبت اس وقت میں کوئی قطعی رائے نہیں قائم کر سکتا
اس کو پھر سوچ کر ہمیں مطلع کروں گا۔ حضور پر نور کی شادی رچی ہوئی ہے۔ میں
اگرچہ اپنے امراض کے سبب سے شرکت سے محروم ہوں تاہم بعض اسباب
سے فرصت کم ہے۔ اور طبیعت فراموشی نظم و نشر کی طرف متوجہ ہونے سے
بہت تن لغت کی طرف مصروف نہیں ہوتی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے
مرسلہ استقراء کو نظر غور دیکھ کر جو کچھ موجودہ مسودے پر بڑھ سکے گا بڑھاؤں گا

باقی دعا کے سوا کیا لکھوں۔ امید ہے کہ براہ محبت و سعادت اپنی خیریت سے
ہمیشہ مطلع و مسرور کرتے رہو گے فقط

امیر فقیر۔ ۲۰۔ فروری ۱۸۹۲ء رامپور

پیائے زاہد۔ حضور پر نور کی شادی بخیر و خوبی ہو گئی۔ ۲۲۔ فروری
عقد کی مبارک تاریخ تھی۔ اگرچہ مجھے افکار و امراض سے نجات نہیں بلکہ
روز ترقی ہی ہوتی ہے خصوصاً اس ماہ مبارک میں۔ تاہم بقدر امکان
متبارک کلام دیکھنے سے کسی حال میں بھی غرض نہیں ہے۔ کوئی غزل اگر لکھی ہو
تو بیحد و۔ میں نے نزول ا جلال کی تاریخیں اور قصیدہ لکھا تھا اور شادی
میں محلات کی فرمائش سے پانچ پانچ سات سات شعر کے سہرے
بہت ہی سیدھے سیدھے گانے کے قابل کہے۔ صرف ایک سہرا بند گا
حضور پر نور کے سامنے پیش کرنے کو موزوں کیا تھا۔ اس کی نقل و تصدیق
اور قطعات تاریخ کی نقل بھی جاتی ہے۔ باقی سوائے دعا کے کیا لکھوں۔

امیر فقیر۔ ۱۳۔ مارچ ۱۸۹۲ء رامپور

قصیدہ متضمن مصرع تاریخ تہنیت نزول ا جلال سرکا

دولتدار دام ملک و اقبالہم

کس کی آمدی بہار و درج پرورد کی طرح
کس کی آمدی کہ ہر بوج نسیم رامپور
کس کی آمدی کہ اگر ڈرتا ہے خاک
فروش ہیں انگلیں جو زنگس کی شجر کی طرح
مشاک بنیری کرتی یزیدت معنہ کی طرح
تل بہتے نہ سائے گردوں کے شتر کی طرح

کسی آمدی کہ سارے شہر کے لکے کنول
 کسی آمدی کہ یہ مشتاقوں میں چرچا ہے کہ آج
 اسکی آمدی کہ جواٹھا تھا دوسرے کے لیے
 اسکی آمدی کہ جبکی ذات فیض آیا تھے
 اسکی آمدی کہ جسکا سائہ بخت بلند
 اسکی آمدی کہ جس کے پر تو رخسار سے
 اسکی آمدی کہ جسکے ابر فیض وح سے
 کون وہ حامد علیخاں بہادر نامور
 جسکے جہنڈے کے پیرے اڑتے ہیں لکے
 جسکے تاب حسن سے ہر ہفت ہفت اقلیم پر
 جسکی عالی ہمتی کی سارے عالم میں وہوم
 جسکے جوہر تیغ کی صورت میں پورے جہاں
 جسکا دامن سارے مسکینوں یتیموں کیلئے
 آفریں اس جو صلہ پر مر جا اس غم پر
 دہنہ ہیں شوکت اجلال ہمراہ رکاب
 جس چن رس آپنے گلگشت کو رکھا قدم
 اللہ اللہ میہاں جس بزم دعوت میں ہوئے
 کیسے کیسے اوپنے اوپنے بادشاہوں سے ملے
 لوحش اللہ پر عایا کو ہوا یہ دن نصیب

کہل گئے جوش سر سے گل تر کی طرح
 بات بھی کانوں میں تھی ہی تو گوہر کی طرح
 نور برساتا ہوا نور شید خاور کی طرح
 ہیکر حسن سعادت سعد اکبر کی طرح
 خلق پر چایا ہوا ہی حرج اخضر کی طرح
 ذرے ذرے میں چمکتے تھے انور کی طرح
 جوش ن طبع بخور ہی سمندر کی طرح
 وا بھتی چشم منتظر جس کیلئے در کی طرح
 حکے سکے بیٹھے ہیں خاقان قیصر کی طرح
 جسکی خاک پا حسیں ملتے ہیں بود کی طرح
 نامور جو ساری دنیا میں ہی سخن کی طرح
 جسکے تور عبث ہیں غضنفر کی طرح
 کیا ہی راحت بخش ہی آغوش و دیو کی طرح
 کیسی کیسی منزلیں کی طوطا جگر کی طرح
 آگے آگے دولت اقبال میر کی طرح
 نہیں چلیں مٹی سے ہانکی کوثر کی طرح
 دوڑیں انگلیں ہیں پریوں کی سانگی کی طرح
 شان شوکت میں ہی اپنے مقدر کی طرح
 اسکے سر پر آپ آئے نعل داوری کی طرح

لعل و گوہری بنیں آئے قصد کیلئے
 ہر گدام سند لگا ہے ہر تو نگر کی طرح
 اس لوالعزمی کی ہیں نے یہ کمی تیار خاتمیر
 بارک اللہ سیر عالم کی سکندر کی طرح
 ۱۳

ایضاً

ایبرکرم و بحر سخا آیا ہے
 ہر ایک کے درد کی دوا آیا ہے
 ٹٹکے سے یہ آ رہی ہے آواز امیر
 پھر آئے رحمت خیر آیا ہے

ایضاً

حضور آئے ریاست میں ہر طرف تیرے
 ٹٹکستہ حال عایا کے دلنواز آئے
 عبت ہو سرگرمیاں انو قدم چومو
 امیر لو وہ غیبوں کے چارہ ساز آئے

ایضاً

لہ الحمد خیر سے آیا
 حیکے آئیں بابت یا ست میں
 ہو گیا آج ہر فقیر غنی
 اور امیر فقیر کا، کہ یہ رنگ
 ہر مکرر زباں پر اس کی
 وارث تخت ملک کا ستر لاج
 نقد عیش و سرور کا یرونج
 اب کسی کا بنیں کوئی محتاج
 بنیں ملنا خود اس کو اپنا مزاج
 ماہ برج شرف ہیں آیا آج

ایضاً

<p>سوی سلطنت شاہ حجاز آیا گھاتھا جو ہمسراہ ہمراہ آیا وہ روز خوش الحمد للہ آیا کہ ہر اک کا مقصود دلخواہ آیا کہ برج شریف میں ترامہ آیا عجب دور اللہ اللہ آیا پلے نذر نواب نجباہ آیا نسیم کرم کا ہوا خواہ آیا عروس رینا ست کا نوشتاہ آیا</p>	<p>مبارک ہوئے عسایا کو یہ دن ترقی و فادار اقبال کی ہو تنہا غی جن دن کے آئینگی سب کو مبارک سلامت کا خل ہر طرف ہی فلک کر رہا یز میں سے اشائے برات اتری ہے جسے گھر گھر شادی یہ ہی عید کا دن کہ ہر شخص گھر امیر ایک تاریخ کا قطعہ لیکر یہ تاریخ بھی لا کلام اک دلسن ہی</p>
---	--

سحر

<p>کہ نوشتہ ہی یوسف خریدار سحر بنی کے گلے کا بنا ہار سحر دکھانا ہی کیا سیر گلزار سحر دلسن کا ہو گیوں طلبگار سحر کرے سدا انجم کا بازار سحر ہوا سے جو ہلکا ہے ہر بار سحر</p>	<p>نہو کس طرح خود دیدار سحر لپٹا ہی الفت سے ہر بار سحر چنبیلی کے بیلے کے ہیں پھول کیا کیا جوانی کی زائیں مرادوں کے دن ہیں چمک موتیوں کی جو شب کو دکھائے چمکتی ہیں کیا بجلیاں نور رخ سے</p>
---	---

یہ ہمرنگ کی دون اللہ کے
 جوانی کے نشے سے ہی چوروش
 سکھاتی ہی دولہا کو آنکھوں کی شوخی
 چھاکتی ہی آنکھ اس سے بچا کر
 یہ کیوں ٹوٹے پڑتے ہیں تائے بیان
 بہت اچھے پہولوں کا مالن بنانا
 پریرادہ کیا دلن کا پھر بھیجا
 ملک پر ہو شوخی کے شوق نظارہ
 بڑی ہی گنی ہے طر حدار مالن
 جمائے ہو رنگ اپنا رخ کے چمن میں
 بنا حسن نوشہ کی دولت کا مالک
 چھپائے ہی منہ کو جھکائے ہی سر کو
 دعا بٹا یہ دیں ماں نے لیکر بلا میں
 رہا ہے ہی دو دو خزانے بغل میں
 ٹپکتے ہیں منہ سے پسینے کے قطری
 مہارک امیر اس کو نوشاہ بننا
 طر حدار نوشہ طر حدار سحر
 چلے کیوں مینتوں کی قمار سحر
 اٹھا دیجئے اب تو ہے بار سحر
 کہ تاعقد اٹھے نہ زہار سحر
 نزاکت سے پہولوں کی بار سحر
 پنہائے گا تجکو چنن ہار سحر
 جو لے اڑنے پر یوں ہی تیار سحر
 جیسا کا بنا ہی طر فدار سحر
 سنگار یمن سب کا ہی سردار سحر
 لگائے ہی پہولوں کا بازار سحر
 ہو چار بھولوں سے زردار سحر
 جیسا دار نوشہ جیسا دار سحر
 مری جاں! تجکو سنراوار سحر
 چھپائے ہی نوشہ کے خسار سحر
 لٹاتا ہے موتی گہر بار سحر
 دلن ہو ہمایوں سنراوار سحر

پیا سے زاہد - شعرا کے مشرب میں زاہد کی صفت خشک متعلیٰ
 مگر ممتاری نظم و نثر کی تروتازگی دیکھ کر روح تازہ ہو جاتی ہے اور زندگی

کی صفت خشک درست نہیں معلوم ہوتی۔ خدا تمہاری شیریں بیانی اور غزوت بہت
لسانی میں روز افزوں تر تھی عطا فرمائے۔ آمین۔

پیائے زاہد۔ آگ لگی والی غزل پر مصحح لگانے کے واسطے متن
مجھ دل جلے کو بخوبی کیا۔ پھر بھی تمہاری طبیعت کی گرما گرمی کا ایک نتیجہ ہی
غزل کے گرم ہونے میں کوئی شبہ نہیں مگر نظر اپنے تجربات کے میں جب
ایسے بدین شعر دیکھتا ہوں تو میرا دل ڈبھکتا ہے۔ وطن میں آگ لگی اور بدن
میں آگ لگی۔ اور انجمن میں آگ لگی و قس علیٰ ہذا۔ ایسے شعروں پر میں ہرگز
مصحح لگانے کی جرات نہیں کرتا کوئی اور مختصری اچھی غزل میرے واسطے
بخوبی کر کے بھیج تو قضیہ کا ارادہ کروں۔ میں اب شاعر نہیں رہا۔ شاعری
کے واسطے طبیعت میں امنگ شرط ہے وہ جوانی کے ساتھ سدھاری۔
بڑھاپے میں جوش کہاں۔ کبھی کسی دوست کی فرمائش سے مجبور ہو کر
کچھ کہہ لیتا ہوں تو بڑے ہی جبر سے پھر اس میں مڑا کہاں سے آئے ہو
جب اپنا کلام آپ ہی پسند نہ آئے تو اوروں کو کیونکر جھاسے۔ غزل
پسند آنے کے بعد مصحح لگانے کا قصد تو میں ضرور کروں گا مگر خدا کرے
پہلے مجھ کو پھر تم کو بھی پسند آئیں آمین۔

امیر اللغات کی تیسری جلد بعض موافق قویہ سے اب تک نہیں چپی
خداوند نعمت سر اقبال مسند آرائے حال کو متوجہ کرنے کی تدبیر کر رہا
ہوں۔ التفات ہو جائے تو کام چلے۔ سرمایہ مالی مفقود ہے۔ بعض عواض
لازمہ سے سفر نہیں کر سکتا۔ ورنہ قرآن اس پر دلالت کرتے ہیں کہ امداد

کافی کا سامان ہو جاتا۔ اب تو جو کچھ ہو ہمیں بیٹھے ہو۔ دو محاورے جو تمہیں
 لکھے ہیں وہ دونوں باندک تیغ ہیاں لکھے ہوئے ہیں۔ تم ضرور کوشش کر کے
 جتنے محاورے اور مثلیں کہ اپنی زبان چھوٹ جانے کا ہو جلد لکھ بیجو۔ ہا
 نمازی کا مسودہ زیر نظر ثانی ہی ابھی وقت ہاتھ سے گیا نہیں۔ میں تمہاری
 سعادت عندی اور محبت و مہربانی کا نہایت ممنون ہوں خداوند تعالیٰ
 تمہاری عز و اقبال میں برکت لے۔ میرے دل کو تمہاری ذات سے بہت
 قوت ہے۔ غزل کسی وقت دیکھ کر بیجو گا۔ سراسری نظر سے دیکھ گیا۔ اصلاح
 کی حاجت تو معلوم نہیں ہوتی شاید ایک آدھ جگہ کچھ بنے۔ دور سا لے
 نو تالیف جو ذریعہ نجات و باقیات الصالحات ہونے کی امید پر میں نے
 چھپواے تھے ایک ایک نسخہ ان کا آپ کو بھی بھیجا ہوں۔ امید ہے کہ عنقریب
 ان کی رسید آئے۔ اطفال فقیہ واجب گزار ہیں۔ اور اہل دفتر سلام ملوث کتنے
 ہیں فقط
 تمہارا فدائی

۲۳ جون ۱۸۹۲ء
 امیر احمد بینائی

ہیائے زاہد۔ دعا و سلام۔ عین انتظار میں تمہاری تحریر تشویش خیز
 آئی۔ اللہ تعالیٰ تمہاری خاتون پر رحم فرمائے۔ میری بڑی لڑکی کو حرار
 حرمہ سے نجات نہوتی تھی اظہار عاجز ہو گئی تھی مگر ایک بغدادی سید نے
 گولیاں نہوادی تھیں ان کے استعمال سے صحت ہو گئی۔ یہ قصہ بارہاں
 ادھر کا ہے۔ اب تک وہ لڑکی اچھی ہی مطلق حرارت کا اثر نہیں۔ بہت سے
 اور مدقوقوں کو بھی یہ گولیاں نافع ہوئیں۔ مگر افسوس کہ کسی نے وہ تو

جس میں یہ گولیاں ہیں چرالی۔ اب ایک گولی ہی نہیں ہے ساتھ برس بعد
وہ سید صاحب پھر ملے اور بہت خوشاندا اور خدمت گزاری کے بعد
نسخہ بنانے پر راضی ہوئے وہ نسخہ میں بیچتا ہوں اگر بن پڑے تو بنوادو
اور آدھی گولیاں مجھے بھیجو۔ خدا سے امید ہے کہ بیماری خاتون کو صحت
ہو جائے گی۔ دعاے صحت میں ضرور کروں گا اگرچہ انتہا کا کنگہ کار
ہوں مگر گناہوں سے شرمسار ہوں اور ارحم الراحمین سے مغفرت آجات
دعا کا امیدوار ہوں۔ محمد احمد سلام نیاز کے بعد عرض کرتے ہیں کہ خدا
آپ کو اطمینان دے تو میرا پوری عمدہ مکملوں کی فکر کھجکا۔ رام پوری
آب و ہوا بہت ہی فاسد اور بازار حیات کا سد ہی۔ خدا رحمت فرمائے
میرے گھر میں بھی بہت سے عزیز اور ملازم بیمار ہیں۔ بیخواسی میں غل
دکھی۔ اس سنگلاج زمیں میں ایسے شعر کنا آپ ہی کا کام ہی۔ آگ لگی والی
غل آئی ضرور تھی مگر اڑھائی بلکہ تین مینے سے بوجہ کثرت امراض وبائی
ہوش نہیں خدا جانے وہ غل کہاں ہے۔ منہ کی بوتل منہ کے ہانی کی بوتل
یہ سب درست ہے مگر ابر کی بوتل مستعمل نہیں۔

امیر فقیر۔ ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء

رام پور مراد آباد

نسخہ خوب کہ جمع اقامت تبھی کہ فی اہم بقائے است

جو اکبر عہد ستم الہی فہم فہم گرفتہ یار یک نمودہ آب مصطفیٰ بنکٹائی بہنر مع
نخج و برگ و نم کہ دران درو نہا شہد قدم سے انداختہ در کمرل خوب حل نامہ

بر وز دوم باز آب بنگنا۔ بوزن پاؤ آمار افزوده حل نمایند و ہر روز چہارم کہ قد سے
 نمی از آب بنگنا باقی ماند آب لیوں کا غذی مصفی انداختہ خوب حل نمایند ہر گاہ
 قابل حبستن گردد جبوب بقدر مونگ بستہ نگاہ دارند و یک حب ہمار بخورند
 براسے تب فرمتہ تا وقت باقی ماندن اثرش الزام ملحوظ باشد و براسے ہیما
 دیگر صحت کفایت خواہند کرد۔ انشا اللہ تعالیٰ بسیار محرب است۔
 اگر وقت ضرورت ہیئتاً فرمداشتہ باشد برگ و پنخ ہم کافی است اینقر
 رہا سے زیاد۔ امیر فقیر کی دعائیں لو۔ اور اپنی خیریت دو بہت نوس
 منے کچھ لکھائیں اور مجھے بھی اپنی کاہشوں کی بدولت خیر پرسی کی توفیق نہیں
 ہوئی۔ خدا کرے تم بخیریت ہو اور ہر طرح خیریت ہو۔ لغت کا تیسرا حصہ تمام
 ہوا اور نظر ثانی بھی ہوگئی اب کچھ یوں ہی سا کام اس میں باقی رہا ہے
 میں نے آپ کے اجزاء اب نکالے اور دیکھے۔ تمہاری دلسوزی اور
 محنت پر آفریں کی اور شکریہ گزار ہوا۔ اس میں اکثر لغت نئے ملے اور
 اکثر شعر بھی کام آئے۔ امثال کی شان نزول اور بعض لغات کی شرح
 جو تم نے لکھی پچوہ قابل قدر ہے۔ امیر اللغات نے اس کو خوشی سے لیا
 اور تمہارا شکریہ ادا کیا۔ مخزن الحواورات کے لکھنے میں تم نے ناحق
 محنت کی۔ یہ کتاب وقت تالیف یہاں پیش نظر رہتی ہے۔ دریاے لطف
 بھی دفتر میں ہی مگر اس کے دیکھنے کی نوبت کم آتی ہے بلکہ نہیں آتی اس کے
 محاورے جو تم نے انتخاب کئے وہ مفید ہوئے۔ نظیر کے کلام نے
 ایک لفظ کا فائدہ نہیں دیا۔ ان کے ماوراجو تم نے بعض بعض الفاظ کے

نوٹ لکھے ہیں اور شلوں کی شان لکھی ہے انکا ماخذ معلوم ہونا چاہئے کہ کہا ہے
 اور کس کتاب سے لئے گئے ہیں۔ امیر اللغات میں تو وہی لکھنا ہوتا ہے جو
 کسی صورت سے نامعتبر نہیں ہوتا غالب ہے کہ تم نے اس کا خیال کر لیا ہوگا
 زیادہ اس وقت تھا ہے شکریے کے سوا کیا لکھوں۔ میرے امراض کی
 حالت بدستور ہے۔ رام پور کی آب و ہوا اصلاح پر آکر نا صاف ہو جاتی ہے
 میرے گھر میں اب بھی کئی مریض ہیں۔ تم اپنی خیریت اور ہر ایک کی صحت سے
 جلد مدد کرو اور اس خط کا جواب جلد لکھو اللہ تعالیٰ تمہارے علم و عمر
 میں برکت دے اور دولت کو بین سے مالا مال کرے۔ ۶۔ ایں د عا
 واز جملہ جہاں آئیں باد فقط
 امیر فقیر۔

۱۲۔ جنوری ۱۸۹۵ء از رامپور

محب اعزاز و اقبال کم۔ د عاے صلاح و فلاح دارین کے بعد مدد عالیہ کی
 کہ میں نے ایک ضروری خط آپ کو لکھا تھا اس میں دریافت کیا تھا کہ آپ نے
 تاریخی حالات جو لغت کے متعلق لکھ کر بھیجے ہیں وہ کس کتاب سے لیے ہیں
 مگر آپ نے جواب نہ دیا مجھے اس کا انتظار ہے اور بڑی ضرورت ہے۔ چند
 لغت اور ہیں جن کے متعلق تلخ سے کچھ حال لکھنا مقصود ہے۔ ہزارہ
 بہلول وانا۔ بیچو باورا۔ بظلموس۔ ان کے نوٹ اگر آپ جلد دے سکتے
 ہیں تو لکھئے اور بھیجئے اور اگر جلد تلاش کرنا اور لکھنا ممکن نہ ہو یا دشوار ہو تو
 مجھے ان کتابوں کا پتہ لکھئے جن میں انکا حال لکھا ہے کہ میں خود لکھوں۔

لیکن تعجیل بہت مطلوب ہے حصہ بالکل تیار و مکمل ہے صرف اتنی ہی کسر باقی ہے
 دونوں ہاتھوں کا جواب دیکھئے۔ اور اپنی اور اپنے ہمت علیہن کی غیرت لکھئے۔
 نور چشم محمد احمد سے کسی قدر آپ کی غیرت و کیفیت معلوم ہوئی تھی اس سے
 لے کر کہیں نہیں ہوئی۔ آپ نے گویوں کہ شاک کر نے کی ترکیب پوچھی
 تھی مجھے بالکل یاد نہیں اور یہی یاد تھی کہ اس کی ضرورت نہ تھی یا نہیں
 اب فصل ایسی آگئی ہے کہ گویاں آپ سے آپ شکست ہو رہی انشا اللہ تعالیٰ
 میں تکلفوں سے فارغ نہیں ہوں بہار بھی ہوں اور بہار دار بھی۔ ورنہ خود
 تیار کر اگر ہیجرتیسا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنے حبیب
 اور آل حبیب کے صدمہ سے ہمہ تر در و گداز کرے سے محفوظ و مطمئن کی نفقہ
 آپ کا دعا گو

امیر فقیر - ۳۰ - پیرچ - شہدہ

پہلا سے زیادہ سکھ اللہ تعالیٰ - پہلے وعدہ لگتا ہوں کہ تم غیرت ہو اور
 متاری وہن کو حسب و الخواہ صحت ہو پھر تکلیف دیتا ہوں کہ مجھے بہر شوال
 مطابق ۲۳ - اپریل روز سہ شنبہ کو چاشنی داریوں کی ضرورت ہے
 جیسے لوکاٹ - رنگتر سے - شربت لیوں - یہاں پھر فواکہ اس زمانے
 میں اچھے نہیں ملتے - امید ہے کہ وہاں یہ چیزیں عمدہ دستیاب ہوتی
 ہوں - آپ بہت جلد توجہ کر کے اس حساب سے روانہ کیجئے کہ
 عین ۲۴ - شوال کو یہاں پہنچیں اور حتی الامکان قرایسے ہوں کہ تین چار
 دن ٹھہر سکیں اس لیے کہ ایک عزیز صفاوی مزاج کے ساتھ ریلوے پر

روانہ کرتا ہی تاکہ اسکو سفید ہوں۔ مگر لگتا ہوں کہ بہت اہتمام کیجئے میوں کے
 بیچنے میں کہ وقت پر پہنچیں۔ میں بہت ممنون ہوں گا۔ محمد احمد مع اخوان
 ما وجہت سال ہیں فقط پانچ روپیہ کا نوٹ ہی ضرورت کے واسطے
 ملے گا۔ آپ کا دعا گو

ایمیر احمد امیر عفی عنہ

۱۶۔ اپریل ۱۳۵۹ء ریاست امپور

پیارے زائد۔ اللہ تم کو خوش رکھے اور طاعت داریں نصیب کرے
 لوگ ثابت قدم بنے بیچے اور وہ عین وقت پر پہنچے۔ ۲۶۔ سوال کو وہاں ہی
 روانہ ہوئے اور ۲ کو یہاں پہنچ گئے بہت جلد پہنچے تب بھی بہت شکر کی
 یہ غایت لطافت کی دلیل ہی اور میوے شاید فصل ہونے سے دستیاب
 نہیں ہو سکے مگر کیف اس سے کام نہ لگیا۔ میری طرف سے بہت بہت
 دعا اور شکر یہ ہر کچھ قبول کرو۔ تم نے کوئی سعادت نامہ نہیں لکھا۔ اپنی
 خاتون کی خیر و عافیت سے مسرور نہیں کیا۔ سخت تشویش ہے۔ لوگ اس
 بیچ دنیا اور کچھ نہ لگنا اور بھی تردد کا باعث ہے۔ خدا کرے اطمینان ہو
 صحت ہو آرام ہو۔ میں دعا سے کسی وقت غافل نہیں ہوں تم مجھے
 مطمئن کرنے میں دیر نہ کرو قلم اٹھاؤ خیریت نامہ لکھو اور تردد رفع کرو یہ سب
 عزیز سلام و دعا کہتے ہیں۔

ایمیر فقیر۔ رامپور۔ ۲۸۔ اپریل ۱۳۵۹ء

پیارے زائد۔ تمہارا خط نہ آنے سے پہلے ہی میرا جی دہر لگتا تھا کہ

حضور کچھ دال میں کالہی اور میں دعا مانگتا تھا کہ الہی خیر ہو۔ آج جو تمہارا
 خط آیا اس کا ہر فقرہ میرے کلبے میں تیر بکرا اُترا۔ جو انگری کی کا صدرہ تو ایسا
 ہوتا ہی کہ دشمن پر بھی ہو تو دل دکھ جاتا ہی ایسی خاتون جو ان عمر مانوس الطبع
 خوش اوقات خوش صفات کی مفارقت والی کا دل کیونکر دل میں ناسو
 نہ ڈالے حقیقتاً ہی توفیق جبر سے تو صبر آسے تغیرت نامہ میں نے
 علیحدہ لکھا ہی اس کو ضرور بار بار پڑھتی ہیں اب تمہارے واسطے دعا
 توفیق مصابرت مانگتا ہوں اور مرحومہ کے لئے دعا سے مغفرت۔ خدا
 اس بچے کو جو مرحومہ کی پیاری نشانی ہی پروان چڑھائے اور اقبال کے
 ساتھ عمر دراز عطا فرمائے اور تم کو اپنی بارگاہ فیض سے (جہاں کسی چیز کی
 کمی نہیں) نعم البدل عطا فرمائے۔ اس جگہ تم یہ خیال نہ کرنا
 کہ مرحومہ کا نعم البدل کیسے ہو سکتا ہے۔ جناب ام سلمہ رضی اللہ
 عنہا جب اپنے شوہر ابو سلمہ کی رحلت سے بیوہ
 ہو گئیں تو انا اللہ وانا الیہ راجعون پر طبعی وقت یاد آیا کہ حضرت سول
 مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو کوئی کسی چیز کے فوت ہو جانے
 پر یہ آیت ترجیح پڑی تو اللہ تعالیٰ اس کو نعم البدل عطا فرماتا ہی اس خیال سے
 پڑھتی تو تیس مگر یہ خطرہ دل میں گزرتا تھا کہ میرے شوہر کا نعم البدل کیا ہو سکتا
 جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدے میں تو سمجھیں کہ حقیقتاً ہی نے کیا نعم البدل
 عطا فرمایا جو خلاصہ کائنات ہی۔ اس بیان سے میرا مقصود یہ کہ اگرچہ اس
 وقت تمہارے نفس پر شاق ہوگا۔ مگر اے میری جان سراپا ارماں نہا ہوا

ابھی سے دوسرے عقد کی فکر کرتا تھا ابھی جوان ہی تھا بچہ معصوم ناداں ہی
 اگلی پرورش میں جیسی کوشش چاہئے ویسی تنہائی میں دشوار ہوگی اور اسی
 جیل سے مرحومہ کا غم بہت جلد کم ہو جائے گا۔ میرے دل نے مانا
 میں نے نیک نیتی سے کچھ نصیحت کر دی۔ اگر اس کا جواب شعر قبول پاؤں گا
 تو خوش ہوں گا۔ اگر میں قابل سفر ہوتا تو تعزیت کے واسطے خود آتا اور
 تمہیں بہت کچھ سمجھاتا کیا کروں امراض کی وجہ سے معذور ہوں۔
 ایسی حالت میں تمہیں امیر اللغات کو مدد دینے سے کمی نہیں کی اس کا
 میں بہت ہی شکر گزار ہوں۔ دفتر کے عمدہ کارپرداز وطن کو گئے ہیں تہیں
 تو ان نوٹوں پر نظر کر کے برج امیر اللغات کر لیں۔ پیارے زاہد ابوبکر لکھو
 تک ہو گئی ہی موقع ملے تو کسی ادھر بھی آ نکلو۔ اب تو مدت ہو گئی کہ نہیں دیکھا
 مجھ کو بھی اپنے دیدار سے مسرور کرو مگر راجی بھی کچھ بہل جائے گا میرے
 سب عزیز دوست ما و جب رساں ہیں۔ واپس شدہ نوٹ مجھ سے
 میں نے رکھ لیا کہ ایسے وقت میں کیا تم سے بحث کروں بہر طور تمہارا
 احسان مند ہوں۔ میں کس قابل ہوں کہ تمہارے احسانات کی تلافی کر سکوں
 خیر بھائی تمہاری ہی آنکھ اوپنی رہی۔ تمہاری خوشی میری خوشی ہی فقط
 فقیر امیر احمد امیر ۳۔ جون ۱۹۰۵ء

وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ
 اور خوشی سنان صابرین کو کہ جب پہنچے انہیں کوئی مصیبت کہیں عملوں
 ہیں ہم اللہ کے اور ہم انکی طرف پرتے والے ہیں۔

اولک علیہم صلوات من ربہم ورحمتہ واولک ہم المہتدون۔
وہی ہیں کہ ان پر شاہان ہر ان کے رب کی اور رحمت ہو اور وہی راہ
پائے والے۔

پیا سے زاہد جو آپس پیشانی پر لگی گئی ہیں ان کے معافی میں غور کرو
کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ آپ
خوشخبری سنا دیں ان صبر کرنے والوں کو جو مصیبت کے وقت مال و ثناء
الیہ راجعون کہتے ہیں۔ یعنی ہم اور ہمارا مال ہماری آل عزیز دوست تمام
مخلوق اللہ کی ملوک ہی ہیں کسی شتم کی شکایت کا حق نہیں اور ہم سب اس
کی سمت پھرنے والے ہیں۔ کوئی کج کوئی کل کوئی دسٹن بعد یہی وہ
لوگ ہیں جن کی سچی سمجھ پر ان کے پروردگار کی طرف سے آفریں شاہان ہو
اور انہیں ہر رحمت نازل ہوتی ہو اور دنیا میں اپنی رضا و اطاعت کی راہ اور
آخرت میں عفو و مغفرت و نعمت بہشت کی دولت انہیں مل جاتی ہے۔
پیا سے زاہد عقل کو خواہش پر ترجیح دینا اور دائرہ اتباع شریعت
سے قدم باہر نکالنا صبر کی حقیقت ہے۔ آنسوؤں سے رو بنے کا کچھ مضائقہ
ہیں گریہ چشم رحمت ہی مگر اس کا قصہ نہ کہ طبیعت صبر و استقلال کی طرف
متوجہ ہو صبر و رضا کی مخالفت ہے۔

روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مناجات
میں حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ الہی گو نہا بندہ تیرے نزدیک محبوب ہے
فرمایا کہ یا موسیٰ جس بندے سے میں اس کی محبوب چیز لے لوں اور

وہ میری محبت کی وجہ سے برنامہ لے گا۔
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن خدا کے کھا
 میری امت کے ایک گروہ پر ایسی عنایت فرمائے گا کہ قبروں سے نکلتے ہی
 اڑ کر جنت کو چلے جائیں گے۔ اور اس دارالعیش میں جہاں چاہیں گے
 سیر کریں گے اور خوشیاں منائیں گے۔ فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ
 تم حساب دے چکے؟ وہ کہیں گے کہ ہم نے تو حساب دیکھا بھی نہیں
 فرشتے کہیں گے کہ تم پل صراط سے گزر چکے؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں پل صراط
 کی خبر نہیں کہ کہاں ہے۔ الغرض اسی طرح ان سے وزن اعمال وغیرہ امور
 آخرت کے سوال ہونگے۔ اور وہ سب سچائی لا علمی ظاہر کریں گے
 تب فرشتے پوچھیں گے کہ تم کس کی امت میں ہو وہ کہیں گے کہ محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں۔ تب فرشتے ان کو قسم دیں گے کہ سچ
 بتاؤ کہ تمہارے اعمال دنیا میں کیا تھے وہ کہیں گے کہ وہ خصلتیں ہم میں
 ہیں۔ ایک یہ کہ جب تنہا ہوتے تو خداوند تعالیٰ کی نافرمانی سے بچا کرتے
 دوسرے یہ کہ جو معاملہ اللہ تعالیٰ ہم سے کرتا ہم اس پر راضی رہتے۔ فرشتے
 جب پھین گئے تو کہیں گے کہ تب تو یہ حال تمہارا ہونا ہی چاہئے تھا۔
 پیارے زاہد۔ صبر کی فضیلت قرآن میں شریک آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ
 نے صابریں کے ساتھ اپنی معیت کا وعدہ فرمایا ہے اس سے بڑھ کر کوئی
 نعمت دنیا و آخرت کی ہوگی۔ پیشانی ہی کی آیت توفیق صبر و رضا کے وسط
 کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ آفریں اور شاباش فرماتا ہے اور پھر رحمت و ہدایت

کی خوشخبری سناتا ہے۔ جس ایک ایسے عمل پر تین تین جزائیں ہوں وہ عمل تو مستعد ہو کر کرنا چاہئے۔ ”عمل کرنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جو آنسو بے اختیار نکل رہے ہیں اُن کو روکو۔ بلکہ دل کو صبر کی فضیلتوں پر متوجہ کر کے خداوند تعالیٰ سے راضی رہنے کی کوشش کرو۔ ان کے سبب چاہئے والے عزیزوں کو ہی طرح کی باتوں سے صبر کی طرف لاؤ کہ اپنے صبر کرنے کے علاوہ تم کو ان صبر کرنے والوں کے ثواب سے بھی حصہ ملے۔ واقعہ شہداء کو بلا کو خود بھی یاد کرو اور اوروں کو بھی یاد دلاؤ۔ دیکھو جناب سید الشہداء اور ان کے اہلبیت پر کیا کیا مصیبتیں آئیں اور کیسا صبر کیا۔ تعزیت کے خط میں اور مطالب لکھنا مناسب نہ تھا اس لیے اس تحریر کو ہی مطالب تمام کیا فقط

فقیر امیر احمد امیر۔ ۳۰۔ جون ۱۳۸۷ء دوشنبہ رامپور
 پیاسے زاہد۔ دوپٹاریاں آلو اور شفق لو کی آئیں اور بٹی کے ذریعے
 سے وصول ہوئیں شکر نعمتہائے تو چند انکہ نعمتہائے تو۔ نخلبند حقیقی
 میرے میوے کھلانے والے کے نہال آرزو کو دو جہاں میں سرسبز
 و شاداب کرے۔ تمہارے دعا گو نے ایک خط اس سے پہلے بھیجا ہے
 اور اس کے دوسرے پرچے میں اپنی رلے کا اظہار کر کے تمہارے
 دل کو سر دست صدمہ پہنچایا ہے۔ امید ہے کہ تم اس رلے کو جو نہایت قیمتی
 اور عاقبت اندیشی سے دی گئی ہے اپنی والدہ اور خاندان کے بزرگوں
 تک پہنچاؤ اور اگر تم کو مترم آتی ہو تو مجھے راہ تباؤ کہ میں ان کو لکھوں

پہلے تم رضی ہو جاؤ پھر سب کچھ آسان ہی فقط

امیر فقیر - ۶ جون ۱۸۹۵ء راجپور سٹیٹ

دفتر امیر اللغات -

پیائے زاہد - خدا کرے تم خوش ہو خیریت سے ہو غم غلط ہو گیا ہو مصر و
عیش و طرب ہو اور یہی مصر و فی میری طرف کم توجہی کا سبب ہو - تم نے مجھ کو
بہلا دیا مگر میں ہمیشہ تم کو دعا سے خیر کے ساتھ یاد کیا کرتا ہوں - مدت ہو گئی کہ
ادراک خیریت کو ترستا ہوں اور ترپتا ہوں معلوم نہیں کہ تم کو اس ترسانے
اور ترپانے میں کیا فراموشی ہے - میں نے ایک تعزیت نامہ بھیجا تھا اور حکم دے لیا
کچھ نصیحت کچھ ہدایت کی تھی - اس پر تم نے عمل کیا نہ کیا اتنا تو ضرور کیس
کہ اپنے غم کا عوض مجھ سے لیا کہ اپنی خیریت سے بھی محروم رکھا میں انتظار
کرتے کرتے تنگ آ گیا اور ابھی معلوم نہیں کہ اس سلسلے کا خاتمہ کیا ہو گا -
اور کچھ نہیں صرف تمہاری خیریت مطلوب ہے - اب مہربانی کر کے مہر سکوت
کو توڑ دو خاموشی چھوڑ دو اپنی خیر و عافیت اور مسرت سے مجھے خوش کرو -
مجھ سے دعائیں لو - یقین کرو کہ مجھ کو اس سے آگے تاب اضطراب نہیں
تشویش تردد انتشار اضطراب سب دہم دم ترقی پذیر ہیں - اللہ سے امید ہے
کہ مسرت و عافیت اور طمانیت و جمعیت کی صحبت میں تمہاری طبیعت بہل
گئی ہوگی - میں اس زمانہ میں بہت رنجور رہا جس بول کے دور سے متصل
پڑے اور متواتر قانا طیر کا صدمہ اٹھایا گیا ہے جس سے اس وقت تک آرام جیسا
چاہتے نہیں ہے پھر بھی باری تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اس سے ملتی

صحت و عافیت رہتا ہوں۔ امید کہ میرے اس خط کا جواب جو بہت اضطراب
کی حالت میں لکھ بیٹھا ہوں فوراً لکھویں تو تم بھی جان گئے ہو گئے کہ تمہاری
سعادت و لیاقت اور تمہاری سچی محبت نے میرے دل کو کھینچ کر لیا ہے۔
لہذا تمہاری خیریت نہیں ملتی تو تعلق خاطر کسی طرح سے چین نہیں دیتا سب
اطفال اور ارباب دفتر واجب کئے ہیں اور منتظرِ مژدہ خیر و عافیت ہیں فقط
داعی خیر

امیر فقیر۔ ۶ ستمبر ۱۹۵۹ء ریاست امپور

پیارے زاہد۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے آپ نے مسرت نامہ لکھ کر
جگو خوش کیا اور اپنی محبت و عنایت کا منت پذیر بنایا۔ ۶ لے وقت تو خوش
کہ وقت ماخوش کر دی آپ کی دلپذیر تحریر لیاقت کا دفتر ہی قابلیت کا مجموعہ ہے
اللہ تعالیٰ نے آپ کو جتنی لیاقت دی ہے اس سے زیادہ سعادت دی ہے
اور سعادت سے بھی زیادہ میری محبت دی ہے اور میرے دل کو جو آپ
کی محبت دی ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہو ہی و
دعائیں دیا کرتا ہوں اور آپ کی یاد سے دل کو تسک
میں۔ امید

کہ آپ بھی اپنی خیریت کی خوشخبری ذکر جلد جلد مجھے رسالے میں
کچھ لکھتے ہیں۔ اس مہینے میں تین دو سے جتن بول کے پڑے
اور ہر دورہ روح فرسا تھا آپ کی بھی شکایت اکثر ہے اب بھی طبیعت
صاف نہیں ہے۔ بہر حال اللہ کا شکر ہے مجھے اس بات کا خود افسوس نہیں تھا
کہ میں اپنی معذوری کی وجہ سے اجاب کی خدمت گزار رہی نہیں کر سکتا

خصوصاً آپ سے احب کا کلام حسبِ لخواہ نہ دیکھنا اور آپ کو خوش نکر سکنا
 نہایت قلق کا باعث ہے۔ اب جو آپ نے ہر مینے اپنا کلام ہیجے کا ارادہ
 کیا ہے مجھے بخوشی منظور ہے اپنے امکان بھر اس کے دیکھنے میں ضرور کوشش
 کرونگا اور اس پر خدا بخواتمہ وجوہ قوی مانع ہوں گے تو عذر کروں گا۔
 بسبب پیرانہ سالی میرے ہاتھ میں رعشہ ہو گیا ہے جس سے لکھنا مجھ سے
 چوٹ گیا ہے بھجوری دوسرے کے قلم سے لکھواتا ہوں۔ اگرچہ قلم میرا نہیں
 ہوتا مگر زبان میری ہوتی ہے۔ ابر کی بوند بینک شعراء نے کہا ہے اس سے
 یہ غلط نہیں کہا جاسکتا لیکن اپنی اپنی پسند پر زبانوں سے مستعمل ہونے سے
 میری طبیعت اس کو پسند نہیں کرتی۔ اور اگر آپ اپنے کلام میں لکھنا
 چاہتے ہیں تو چنداں مضائقہ بھی نہیں۔ کر دے گی۔ کی یاے اول کا
 گرنا نا پسند کر کے اس کی جگہ۔ کرے گی بنانا ٹینک ہے۔ اب اپنے وجد
 سلیم سے کام لیجئے اور اس مصحح کو یوں ہی رکھئے جیسا میں نے بنایا ہے
 ہاٹ دیکھنا۔ راہ دیکھنے کے معنی میں فصحاء لکھنور و دہلی کی زبان نہیں
 میر کا لکھنا اس وقت سند نہیں ہو سکتا۔ اس وقت بولتے ہوں گے
 اب کوئی نہیں بولتا۔ اور مخزنِ الحار و رات چربی لال کا کیا اعتبار اس
 میں ہزاروں محاورے گنواروں کے لکھے ہیں منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے
 بہر کیف ہاٹ دیکھنا کسی طرح صحیح نہیں میں بھی آپ سے متفق ہوں۔
 تیسرا حصہ لغت کا مدت سے تیار ہے بے سرمانگی اس کی طبع سے
 مانع ہے۔ دفتر ابتر اور پریشان ہوا چاہتا ہے بلکہ ہو گیا۔ کام بند ہو گیا ہے

بڑا افسوس ہوگا اگر یہ کتاب نا تمام رہ گئی اور یہ افسوس نہ صرف مجھ کو ہی نہیں بلکہ تمام ملک کو۔ دیکھئے خدا کو کیا منظور ہے۔ بھو باورا وغیرہ کے نوٹ لکھ کر آپ نے بہت ممنون کیا۔ ارباب دفتر میں سے جو لوگ رہ گئے ہیں آپ کو سلام کہتے ہیں اور نور چشم محمد احمد مع اخوان ماوجب رسان ہیں۔ عزیز فی منشی ممتاز علی بیابا نہیں ہیں۔ تیاری کی فکر میں ہوں جس وقت حسب دلخواہ ہو گئی تو راہ بھیجوں گا فقط داعی خیر

امیر فقیر - ۱۹ ستمبر ۱۹۰۷ء راپور

برہم سے زاہد۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے آپ کی افسردہ خاطر کی کو شکستہ دلی سے بدلے اور دین و دنیا کی دولت سے مالا مال کرے محبت تمامہ آیا اور نور مسرور افزائے دیدہ دل ہوا۔ غزلیں دیکھ کر ہیجتا ہوں۔ ماشاء اللہ کیا کیا شعر کہیں چشم بدور۔ جس زمین میں انشانے چار شعر نچا لے آپ نے اس میں دریا بہا دے بارک اللہ فی عمر کم۔ آپ کی خاتون کی بیچ رحلت ہیجتا ہوں چار ہی مصرع ہیں مگر مجھے پسند ہیں۔ خدا کرے آپ بھی پسند کریں سہارنپور کی خرابی سن کر سخت تشویش ہوئی اسی وقت سے دست بدعا ہوں ارحم الراحمین رحم کرے کہ یہ بلا جلد دفع ہو۔ امید کہ خیر و عافیت سے جلد جلد تسکین دیتے اور دعا میں یکتے رہتے ہیں اپنا تال کیا لکھوں ہاں شکری ہوئی ہی مختصر یہ کہ اچھا نہیں ہوں اپنے مراض لازمہ پر طرہ یہ کہ گھر میں کسی شخص سخت مریض ہیں۔ اُنکی سے شفائی استدعا ہے جس نے مریض دوا دی۔ امیر اللغات کی شکستہ حالی پر جو ہمد دی آپ نے ظاہر ہی وہ

بہت ہی شکر کے قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی فکر و سعی کو کامیاب کرے۔
 پیشگی قیمت حاصل کرنے کے واسطے اشتہار دینے کی صورت امیر اللغات
 کی شان پر نہایت بدنامی۔ ابتدا سے پبلک میں پھانڈا لایا گیا کہ اس کام
 کی تمامی کی امید ضعیف نو خلق میں اسکی بہت مختلف خیالات ہیں کوئی مولف
 کو سہ ماہہ دار جانتا ہی کسی کو یہ خیال ہے کہ ریاست میں اسکی بنا پڑی ہے۔ رئیس
 کی امداد سے تکمیل کو پہنچے گا۔ ایسی حالت میں یہ عایمانہ طریقہ اختیار کرنا
 کہ پیشگی قیمت لے تو تیسرا حصہ چھپے مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ البتہ تیسرا
 حصہ نکلنے میں تاخیر ملک میں مضر ضروری۔ خدا کرے آپ نے جو صورت
 تجویز کی ہے اور آئندہ اس کی تفصیل سے آگاہ کرنے کا وعدہ کیا ہے خوشنما
 کے ساتھ نکلے۔ اور امیر اللغات کو اس سے معتد بہ مدد پہنچے۔ اس خط
 کا جواب جلد عنایت کیجئے گا۔ سب عزیز و احباب ماوجب گزارش ہیں

قطعہ تاریخ

رتبہ خاتون زہد دیکھ امیر آہ کیا جنت میں اس کا پایہ ہی
 ہے سیادت کی بدولت یہ شرف چتر سر پر فاطمہ اکبر ہا یہ ہے
 امیر فقیر ۱۲۰۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء رامپور

مجی و سعیدی۔ دعائے صلاح و فلاح داریں۔ پہلے پرچہ مورخہ ۱۰ نومبر
 جس میں غزل ملفوف تھی آیا۔ پھر کارڈ مرقومہ ۱۹۔ نومبر پانچا دونوں باعث
 سرور و پاس موفور ہوئے۔ امیر اللغات کی نسبت جو بمقتضائے لسنوی
 و ہمدردی آپ نے اپنی رائے ظاہر کی اس کا شکریہ جدا گانہ ادا

کرتا ہوں مگر مشفق من یہ صورت امیر اللغات کی کارروائی کے لیے کافی نہیں ہو سکتی۔ مختصر یہ کہ ایسا عظیم الشان کام اس وقت تک انجام کو نہ پہنچے گا جب تک گورنمنٹ انگلش پیڈیا کوئی ذی حوصلہ ریاست کافی مدد نہ دے گی۔ بھر حال آپ کا التفات مستوجب ہاسگزار کی ضروری۔ میں اس مانے میں صحیح نہیں ہوں علاوہ امراض فرمنہ کے اور ہی شکائش باعث رنجوری و معذوری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جواب خط لکھنے میں تاخیر ہوئی۔ زرا آرام ہو لے تو آپ کا کلام دیکھ کر بچوں صنفانہ عشق نظر ثانی سے منہذب و مکمل ہو گیا ہے کچھ ہی کسر باقی ہے بعض تلامذہ کا اصرار اس کے طبع کی نسبت بدرجہ غایت ہے جس سے امید کی جاتی ہے کہ اب کے چپ ہی کے رہے گا فقط
امیر فقیر - ۲۰۔ نومبر ۱۹۵۶ء - رامپور

پیادے زاہد۔ سلامت بخیر و عافیت ہو۔ تمہارے نامہ سعادت نے پہنچ کر بہت مسرور کیا۔ صنفانہ کی بابت جو دلچسپی تم نے ظاہر کی اور اس کی اشاعت و تشویق میں سعی کا وعدہ کیا اس کا میں دل سے شکر گزار ہوں امید ہے کہ اسی ہفتہ میں چھپنے کو اگرے روانہ ہو جائے۔ اب اللہ کی عافیت کچھ کسر باقی نہیں ہے۔ تمہاری تیج میں تلاش کرونگا مگر معلوم نہیں وہ کس سنہ کی ہے اگر حسب دلخواہ نکلی تو بخوشی دہج دیوان کرونگا۔ غزلیں دیکھ کر بہتچا ہوں اپنی خیریت کے ساتھ ان کی رسید بھی مطلع کیجئے گا۔ سب چھوٹے بڑے ماوجب رسال ہیں فقط

امیر فقیر - ۴۔ جنوری ۱۹۵۶ء - رامپور

پیارے زاہد۔ اللہ تعالیٰ تم کو خوش رکھے۔ تمہارا محبت نامہ صفحہ نمونہ عشق
کی تاریخیں لیکر آیا تھا مجھے بالکل فرصت نہیں ہوئی کہ میں اس کا جواب لکھتا
صفحہ نمونہ تیری کے ساتھ چھپ رہا ہے نصف سے زائد چھپ گیا۔ امید ہے
کہ آغاز سوال میں بالکل فراغت ہو جائے گی۔ تاریخیں بغیر طلب اجاب کے
بہت سی بھیجیں مگر ترو خشک تاریخوں سے دیوان کا حجم بڑھانا مجھے پسند نہ آیا
ان میں سے جن جن کروہ تاریخیں رکھیں جو انتخاب الما انتخاب نہیں اور باقی
سے قطع نظر کی۔ امید کہ اس کے جواب میں اپنی خیریت سے جلد مسرور کرو
سب عزیز و اجاب ماوجب گزار ہیں۔ تمہارے ایک شعر کے معنی میں ہمیں
سمجھا کہ بلغم کی طرح دوش و سر کی پوٹ کیا چیز ہے۔ یہ مضمون غالباً کسی قصے
سے متعلق ہو گا جو مجھے معلوم نہیں۔

امیر فقیر۔ ۴۔ اپریل ۱۹۰۹ء راجپور۔

پیارے زاہد۔ اللہ تعالیٰ تم کو خوش کرے اور ہمیشہ خوش رکھے۔
تمہاری تحریروں و الم کی تصویر اس وقت آئی اس کے دیکھنے سے دل ہل گیا
اس میں شک نہیں کہ تم پر گونا گوں مصیبتیں پڑیں اور تمہارا ہی کلیجہ تھا کہ تم
جھیل گئے۔ اس صبر جمیل کی خداوند جلیل سے تلمودا دلے گی۔ اور اس
کے اجر میں دارین کی نعمت و مسرت نصیب ہوگی۔ بلغم با عور۔ کا حال
جو تم نے لکھا میں نے دیکھا اب وہ شعر بے تکلف رکھنے کے قابل ہے۔ میں
اس سے خوش ہوا کہ تم نے صفحہ نمونہ کو پسند کیا اور دیکھ کر خوش ہوئے۔ پہلے
دیوان کا شعر جو اس دیوان میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ آ گیا ہے۔

اس کی علت محض میرا سہو و نسیان ہی اور اکثر ہو جایا کرتا ہی کچھ چنداں ہرج
 بیش ہی۔ امیر اللغات کی ہنوز کوئی صورت نہیں نکلی اور نہ نکلتی معلوم ہوتی ہی
 ۶۔ یاس اس امید کی رگ رگ میں ہی چائی ہوئی + زیادہ بجز دعا سے
 حصول جمیعت و طماننت کیا لکھوں۔ جلیل حسن سلام کہتے ہیں صدی
 اور پریشانی کی حالت میں آپ کے بہائی کا وطن سے چلا جانا اور ہی با
 کلفت ہوا۔ امید کہ جو وقت بلجائی اطمینان کے لیے مجھے ضرور آگاہ
 کیجئے فقط

امیر فقیر۔ ۱۹۔ اپریل ۱۸۹۶ء رامپور

ہمارے زاہد۔ امیر فقیر کی دعائیں لو۔ مدت کے بعد تمہاری تحریر نے
 آنکھوں کا نور بڑھایا۔ ساتھ ہی اس کے آلو کا پارسل بھی آیا جو مزید منت
 ہنری بری اور شکر گزاری کا باعث ہوا۔ اللہ تعالیٰ تم کو خوش رکھے کہ تم اپنے
 داعیان خیر کا دل خوش کیا کرتے ہو۔ میں اس زمانے میں ایک جدید کلیف
 پیش آجانے سے سخت پریشان ہوں عالی شان مکانات سرکاری جو
 اک عمر سے میری سکونت گاہ تھے دفعۃً بضرورت سرکار مجھے خالی
 کر دینا پڑے جس سے میرا سارا قافلہ پریشان ہو گیا اولاد و احفاد کہیں میں
 کیں۔ اسباب کیں۔ کتاہیں کیں۔ غرض ہنوز جمیعت و اطمینان کی کوئی
 صورت نہیں نکلی۔ کلام اجاب کے بے معلوم نہیں کس صندوق میں ہیں
 اور وہ صندوق کہاں ہی کسی طرح ممکن نہیں کہ اس وقت کوئی چیز تلاش
 کرنے سے بچائے۔ خداوند تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ اور جمیعت کی شکل

تو ہماری غزلیں نکلو اگر دیکھوں۔ امید کہ اس حالت پریشان خاطر ہی میں
اپنی خیریت سے جلد جلد آگاہ کر کے تسکین افزائی کرو۔ زیادہ کیا لکھوں سب
غیر واجباب سلام کہتے ہیں فقط۔

امیر فقیر۔ ۲۵۔ جون ۱۹۶۶ء۔ ریاست بہاول
مجی وسعیدی۔ سلام سنون و عاشقون۔ دیوان زمین آگیا مگر کوئی تحریر
آپ کی نہ آئی جو باعث تسکین خاطر ہوئی۔ آپ نے اپنے دیدار سے مسرور تو کیا
مگر سیری نہیں ہوئی اور اتفاق سے وہ ایسی پریشانی کا وقت تھا کہ میں جی بھر
کے دیکھ ہی نہ سکا اور نہ کوئی تواضع کر سکا۔ خداوند تعالیٰ سے امید ہے اور
دعا ہے کہ پھر آپ سے اطمینان کی ساتھ ملاقات ہو۔ آپ کی سیادت میں
وسعدت نے میرے دل پر جواثر ڈالا ہے اس کو میں ظاہر نہیں کر سکتا۔
بہر کیف میں داعی خیر ہوں اور آپ کی خدمت گزاری کو اپنا فخر سمجھتا ہوں
سب بندہ زادے اور جلیل حسن سلام شوق کہتے ہیں۔ امید کہ خیریت
نامہ سے مسرور کیجئے میرے سینے میں جانب قلب ایک گلی پیدا ہو گئی ہے
جو سخت تکلف ہے آپ سے ہی دعا ہے عافیت کی امید ہی فقط

امیر فقیر۔ ۱۲۔ ستمبر ۱۹۶۶ء۔ اپور

مجی وسعیدی۔ سلام سنون اخلاص و عاشقون۔ محبت نامہ آیا
دل بڑھایا (زرگرایا) بھتیجین و کسر او تشدید یا ہی اس میں کوئی تغیر اب تک
نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے جو لوگ ذکر کیا۔ ذال سے بالکسر لکھتے ہیں اور سکون
شانی و تحقیف یا کیسا تھ بولتے ہیں محض غلط ہے خواہ دہلی والے ہوں

یا لکنہو والے۔ انشا اللہ وقت فرصت میں آپ کی غزلیں دیکھ کر یہ جو ننگا بہت
دیر ہو گی جلیل حسن سلام عرض کرتے ہیں۔

امیر فقیر۔ ۲۶ ستمبر ۱۹۷۶ء رامپور

جی وسعیدی۔ سلام سنون دعاشون۔ زکریا کی تحقیق میں اس وقت
آپ کا دوسرا کارڈ پہنچا تعجب ہی کہ میرا کارڈ جو پہلے کارڈ کے جواب میں
گیا ہی آپ کو نہ پہنچا۔ میں لکھ چکا ہوں اور پھر لکھتا ہوں کہ زکریا نے سے ہی
ڈال سے کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا اور اس کے اعراب میں بھی تغیر ممکن
نہیں ہی آپ کا جواب بالکل با صواب ہی اور اس کا مدعی خطا پر ہے
زیادہ دعا فقط۔

امیر فقیر۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۷۶ء رامپور

پیارے زاہد۔ سلام سنون اخلاص و دعاشون کے بعد دعا نگار
ہوں کہ حافظ جلیل حسن کلم ضرورت دفعۃً روانہ وطن ہو گئے چلتے
وقت جلدی میں آپ کی غزلیں اصلاح طلب ان کو ڈھونڈنے سے نہیں
میری پیشی کا کام سب ان سے متعلق تھا اب ان کے آنے تک میری
تلاش سے کوئی چیز مل نہیں سکتی۔ لہذا چاہتا ہوں کہ اس کلام کو آپ دوبارہ
بہیچ دیجئے۔ یا ایک مہینے کا انتظار کیجئے کہ وہ مع انحر واپس آجائیں۔
مجھے اس وقت کچھ بھی یاد نہیں کہ آپ کی تحریر سعادت خیر میں کونسا مضمون
جواب طلب تھا جس کے جواب لکھنے سے میں قاصر ہوں۔ امید ہی
کہ یہ معذرت نامہ قبول ہو۔ ۱۰ طفل ما واجب گزار ہیں فقط

امیر فقیر بقلم دیگرے۔ ۳۰۔ اکتوبر ۱۹۳۷ء از رامپور
 پینا سے زاہدہ دعائے صلاح و فلاح دارین کے بعد مدعا یہ ہے کہ سعادت
 نامہ محبت شہانہ ۳۰ دسمبر کا لکھا ہوا آیا آنکھوں کا نور دل کا سرور برپا ہوا۔ موسم
 سرما میں مرض عسر بول بڑھ جاتا ہے جس بول کے دوسرے جلد جلد پڑتے
 ہیں اسی وجہ سے کوئی کام ہینک نہیں ہوتا۔ اجباب کی خدمت گزار رہی ہیں
 تفصیر ہوتی ہے حتیٰ کہ کوئی قلم بھی مستعمل کرتی ہے آپ سے بھی امیدوار معافی
 ہوں۔ امیر اللغات کے باب میں جو درخواست نواب گورنر جنرل ہسار
 کو بھیجی گئی تھی اس میں کامیابی نہ ہوئی سکریٹری نے جواب لکھا کہ یہ درخواست
 لفظی کے ذریعے سے آنا چاہئے۔ اب وہاں پیش کرنے کا ارادہ ہے
 حافظ جلیل حسن اب تک وطن سے نہیں آئے ان کے والد بیمار
 ہو گئے ہیں اس وجہ سے رخصت سے زیادہ توقف ہوا۔ امید ہے کہ اسی
 ہفتے میں آجائیں۔ ان کے آنے کے بعد آپ کی مطلوبہ کتاب کتابخانے
 سے نکلوا کر پہنچے گا۔ ان کی غیبت میں مجھے تلاش کرنا دشوار ہے۔ غزلیں اپنی
 آپ پھر بھجیں تو بہتر ہے۔ اطفال عقیدت خصال ما وجب گزار ہیں فقط
 امیر فقیر بقلم دیگرے۔ ۶۰۔ دسمبر ۱۹۳۷ء

از رامپور

سعید ورثہ سید کوئین محبی سید زاہد حسین سلمہ اللہ تعالیٰ۔ سلام و دعا
 کے بعد مدعا یہ ہے کہ نامہ سعادت بٹی لیکر پہنچا اور نوکارت کا پارسل ابھی
 اسٹیشن سے وصول ہوا۔ میرا دل آپ کی محبت اور خاص عنایت

کا شکر ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و اقبال میں برکت دے۔ میری کوئی
 غلطی بیشک سزاوار ملامت ہے اور مجھے آپ کی طرف سے انتہائی ندامت
 ہے۔ کچھ ایسی کاشتوں میں مبتلا رہتا ہوں کہ ضروری کام بھی مجھے بینہ ہو سکتا
 نہ آپ کو کوئی خط لکنا نہ خط کا جواب دیا اور نہ آج تک غزلیں دیکھنے کی
 نوبت آئی اور آپ کی طرف سے عنایتوں پر عنایتیں ہیں جن کا شکر بھی ادا
 کرتے نہیں ہوتا۔ آپ کے حق میں دعا البتہ کیا کرتا ہوں۔ اس کام میں
 کسی وقت قصور نہیں ہے اور نہ کہی ہو گا۔ امراض میرے بدستور ہیں
 اور پریشانیوں موقور۔ دل و دماغ آگے و آگے کے شکار ہو گئے ہیں
 اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ محاورات بیگمات کے تلف ہونے کا
 افسوس ہے مگر آپ کا یا کسی کا اس میں کیا قصور۔ آپ کسی طرح کا خیال
 انکسیر میری یہاں جتنی کتابیں ہیں اور جو چیزیں ہیں آپ ہی کی ہیں جس کتاب
 کی ضرورت ہو بے تکلف منگو ایسے لکھے۔ یہاں سے غلطی یہ ہوئی کہ وہ
 کتاب بصیغہ ہرنگ بھی گئی رجسٹری اس پر ہوئی ورنہ تلف نہوتی۔ اب
 میں فکر میں ہوں کہ کہیں سے کوئی نسخہ اس کا دستیاب ہو تو میں آپ
 کو پہنچوں۔ بہر کیف آپ کو انفعالی کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ امیر اللغات
 کے باب میں جو درخواست گورنمنٹ سے کی گئی تھی وہ وہاں سے اس
 ہدایت کے ساتھ واپس کی گئی تھی کہ لوکل گورنمنٹ کے ذریعے سے درخواست
 آنا چاہئے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کہ درخواست اور دونوں جلدیں لفٹنی
 میں بھیجی گئیں کہ وہاں سے درخواست اور کتابیں حضور و میر سے ہیں

پیش ہوں مگر ابھی تک کچھ نتیجہ نہیں ہوا اسکو کئی مہینے ہو گئے۔ اصلاح طلب
 کلام کے بستے بہت پر ہو گئے ہیں ایک انبار لگا ہوا ہے انہیں میں آپ کی
 غزلیں ہی غالباً ہوں گی کوئی ترتیب نہیں ہے کہ جو کلام مطلوب ہو جلد نکل
 آئے ایک سرسری نظر آپ کی غزل کے لیے ڈالی گئی مگر ناکامی ہوئی۔ لہذا
 مشکلف ہوں کہ نقل اس کلام کی ممکن ہو تو بچو ادیب کے کہ میں دیکھ کر فی الفور
 آپ کو بھیجوں۔ عزیز می حافظ جلیل حسن پر سخت صدمات علی التواتر آئے
 پہلے ان کے والد ماجد نے جو ایک بڑی جماعت کے مقتدا اور شیخ
 اجل تھے رحلت کی۔ بعد ازاں کئی عزیز قریب علی الاتصال راہی دار
 بقا ہوئے ان غموں نے عزیز موصوف کو بالکل بیکار کر دیا ہے۔ آپ
 کی خدمت میں سلام نیاز کمال شکر گزاری سے عرض کرتے ہیں اور اپنی
 کوتاہ فکری کے عذر خواہ ہیں۔ زیادہ بجز دعائے ترقیات کے کیا لکھوں۔ جو آپ
 اس کا مع کلام بہت جلد عنایت کیجئے، منتظر ہوں فقط
 آپ کا داعی خیر

امیر فقیر۔ ۱۰۔ اپریل ۱۸۹۷ء رامپور

پیارے زاہد۔ روحی فداک۔ سلام مسنون اخلاص و دعا شحون کے
 بعد مدعا نگار رہوں کہ میں سفر میں تھا اب رامپور پہنچا تو آپ کا خط مسرت فط
 پاکر انتہا کا سرور ہوا۔ یہ دور ایسا ہے کہ برسوں خوشی کی بات نہ دیکھنے میں
 آتی ہے۔ سننے میں۔ بحمد اللہ کہ آپ نے فردہ کتخدا کی لکھ کر میرے دل
 افسردہ کو شگفتہ کر دیا۔ زیادہ ترمجی اس سے خوش ہوا کہ پیارے

دولہا کو دلن بہت پیاری ملی۔ حق تعالیٰ دونوں کی عروا قبل میں برکات
 روز افزوں عطا فرمائے۔ میری طبیعت کسل راہ سے متغیر ہو رہی ہے ذرا
 سنبھل جائے تو اس عقد کی تیاری کو ننگا اور اظہار سرور کر دینگا۔ غزلیں اب
 کی مجھے نہیں پہنچیں شاید حافظ جلیل حسن کو پہنچی ہوں وہ وطن سے امروز
 فردا میں آنے والے ہیں یہ پرچہ رفع انتظار کے لیے لکھوا دیا ہے۔ اپنی
 والدہ کو میری طرف سے مبارکباد دیجئے۔ اطفال فقیر واجب رسلان
 میں فقط
 امیر فقیر۔ ۴ جولائی ۱۳۹۶ دفتر امیر اللغات
 رامپور

پیامے ناہد۔ تم ہو اور دونوں جہاں کا عیش
 میں نے سفر سے واپس آکر مختصر سی مبارکباد تمہاری شادی اور خانہ آبادی
 کی کسی لڑکے سے لکھوا کر بھیج دی تھی اور قصہ تھا کہ کسل راہ سے نجات کے
 بعد اطمینان سے کوئی تیاری کو ننگا۔ اور تمہاری مکرر بھی ہوئی غزلیں ملجائیں
 گی تو دیکھ لو ننگا۔ مگر طبیعت زیادہ بے مزہ ہو گئی اور اب تک ناچانی طبیعت
 کا سلسلہ چلا جاتا ہے منعذ اکروہات ہجوم ہے ایک مصرع کہا تو اس میں غرض
 قافیہ نہیں ملتے عام قافیوں میں قطعہ موزوں کرنے کو جی نہیں چاہتا۔
 بتکلف ایک قافیہ موزوں کر کے چار مصرع کا قطعہ بھیجتا ہوں مادہ تیاری حسن
 سے خالی نہیں۔ غزلیں تمہاری ابتدائی شاعری کی کمی ہوئی ملیگی ان
 کو بھی سراسر نظر سے دیکھ کر صحیح کر دیا۔ اُن کو خود بھی تم اپنے ذوق
 سلیم سے درست کر سکتے تھے۔ کسی وقت جمیعت خاطر نصیب ہو

تو پھر فکر تايخ کروں گا۔ امیثکہ کہ اپنے حالات مسرت آیات سے ہمیشہ
 مسرور کرتے رہو۔ اطفال محبت خصال اور جملہ عزیزان واجباب باحسب
 گزار ہیں۔ تايخ اور غزلوں کی رسید ضرور بھیجے تاکہ نگرانی رفع ہو الفاظ
 ہند یہ میں سے آخر کا حرف گرتا ہی پنج کا ہیں گرتا نشے۔ میں می سے
 پہلے غزہ مقرر و چاہئے۔ قرار عینی اقرار عینی و فارسی میں نہیں ملتا۔ بغیر
 و او عطف قول۔ قرار کو جس طرح آپ نے اردو کر لیا ہی اس کا مضامین
 نہیں۔ اضافت کی حالت میں اعلان فون جائز نہیں یہ شعر مجکو جی سے پسند
 آیا۔ بارک اللہ خوب کہا ہی ہے

وہ آنکھوں میں ہی شیلیوں کی طرح مگر دیکھنے کو نظر چاہئے
 قطعہ تايخ گنجدانی
 نہیں یہ تم قلم زاہد کی ہر گنجدانی ہیں فضائے خلد میں گویا نہیں نخل طوبی کے
 امیر اس عقد کی تايخ کیا نکلیں گی میں دولت دولہا ہیں دونوں رنگ بوکھا خوبی
 امیر فقیر۔ ۱۴۔ جولائی ۱۸۹۹ء عریامپور

محب دلتوا از سلام و دعا۔ بہت چاہتا ہوں کہ آپ کے اخلاق ناموں
 کا جواب فی الفور لکھا کروں مگر ہجوم کمروہات سے تاخیر ہو ہی جاتی ہے
 ۱۶۔ صفر کو جو تحریر پر تنویر آئی اس کا جواب آج چوبیسویں روز پہنچتا ہوں اور
 تقصیر تاخیر کا غدر خواہ اور آپ کی سیادت سے عفو کا امیدوار
 ہوں۔ بجز اللہ کہ تايخ تقریب گنجدانی آپ کو پسند آئی اس کے متعلق
 جو الفاظ محبت و خلوص کے آپ نے لکھے ہیں وہ میری دلی مسرت

لئے کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شاد و آباد رکھے اور اس دلنوازی کی جزائے۔ امیر اللغات کی ابتری بدستوری فی الحقیقت اس کے پورا ہونے سے جس قدر افسوس کیا جائے کم ہی۔ حضور پر نور والی راہپور نے جب میں سفر کے لیے رخصت ہوتا ہوں اس کی تکمیل پر اپنی آمادگی اور پوری خواہش ظاہر فرمائی تھی۔ بلکہ قرار پا گیا تھا کہ سفر سے میری محبت پر دفتر کمول دیا جائے گا مگر مجھے آئے ہوئے قریب دو مہینے گزر گئے اب تک کچھ نہیں ہوا۔ زبان کے متعلق جو شبہات آپ نے لکھے تھے وہ جتنی الامکان میں نے مرتفع کر دیئے۔ ملاحظہ کیجئے۔ جلیل کمال خالص و نیاز سلام کہتے ہیں۔ اپنی خیریت سے جلد مطمئن کیجئے۔ سہارنپور میں کون کون سا میوہ قابل اتحاف رہیں عالی مرتبت ہوتا ہی ضرور اس سے اطلاع دیجئے۔ ویا۔ اب بالکل متروک ہی اس کی جگہ صرف ہا بولتے ہیں۔ ہا ہمدگر کی صحت میں کلام ہی بایکدگر ہو سکتا ہی یا محض ہمدگر چاہئے لکھئے۔ یہ۔ بمعنی لیکن و مگر واجب التکرار ہی بجائے پر جو ہر جگہ مستعمل ہی۔ ہر سے لکھنویں بالکل متروک ہی اور دلی میں ہی اب وضحا کے کلام میں پایا نہیں جاتا ہی۔ آپ چاہئے لکھئے۔ پیار بر وزن قاع ہی فقط

امیر فقیر۔ ۱۱۔ اگست ۱۹۵۷ء راجہ رامپور

محب دلنواز۔ سلام و دعا۔ میرے خط کا جواب آپ نے نہ لکھا اس میں آپ کے سوالات کے جواب بھی تھے اور خط جواب طلب تھا

آپ کے خط نہ آنے سے تردد ہو۔ خدا کرے مانع نہ ہو۔ امید کہ یہ سطران
دیکھتے ہی رفع تشویش کیجئے یہاں بعنایت الہی خیریت ہی جلیل حسن سلام
یہاں عرض کرتے ہیں فقط

امیر فقیر - ۸ ستمبر ۱۸۹۶ء رامپور

عین الانسان و انسان بعین پیارے نر اہد حسین صانم اللہ عن کل شیئ
۹۔ ستمبر کی تحریر پر سعادت خیمہ نور افزہ نظر منتظر ہوئی شانے پر ڈل اٹھل آنے
اور اس کی وجہ سے تب لرزے میں مبتلا ہو جانے سے آپ نے سخت
تکلیف اٹھائی۔ اس پر طرہ یہ کہ ابھی ایک ڈل مندرل نہیں ہوا۔ اور دوسرے
کا ذکر شروع ہو گیا۔ شافی مطلق جلد شفا سے دلخواہ عطا فرماے۔
امیر اللغات کی طرف کچھ توجہ ہمارے آقاے ولی نعمت کی ہوتی معلوم
ہوتی ہی بڑی کوششوں سے خدا خدا کر کے یہ صورت پیدا ہوئی ہے
کہ دفتر قائم ہوا اور آگے کام چلے۔ مگر اب یہ وقت دقتیں ہی کہ وہ عملہ جو
برسوں کی صحبت میں کاموں سے واقف ہو گیا تھا سب متفرق ہو گیا بعض
ان میں کے دنیا ہی میں نہ رہے اور بعض کو اور مقامات پر تعلق پیدا
ہو گئے اب نئے ایسے آدمیوں کا ہم پہچاننا ہی جن میں قابلیت اس کام کی
سیکھ جانے کی جلد ہو۔ آپ پہلے سے زیادہ مکر باندہ کمر مستعد ہو جائیں
اور ہمارے عجی سے ترتیباً بقدر امکان استقرار کے پوری مدد دیں یا وہ
اس باب میں آپ سے علم دوست سے اصرار کی حاجت نہیں۔
میٹوں کی فہرست میں نے دیکھی بالفعل مجھ کو عمدہ انتہاس اگر بڑے

ہوں تو ہیں اور اگر چھوٹے ہوں تو چالیس مطلوب ہیں۔ ایک عالیشان
امید گاہ کو مر با تیار کرو اس کے بطور پیش پیش ہیں۔ آپ اپنے طور پر عمدہ
ترکیب استعمال احتیاط کہ کام پر دازان پل تصرف نہ کریں ہدیہ مجھے بھیجیں۔ بنظر بے تکلفی
تصدیق دیجاتی ہوں۔ محمد احمد مع اخوان اور حافظ جلیل حسن صاحب گزائیں۔ وقل
لفظ عربی ہر ذیل اسکی جمع ہے۔ ذیل صحیح نہیں آپ کے قلم سے کسی جگہ یونہی
نکلا لفظ اطلاق کا لکھا گیا فقط

امیر فقیر - ۱۹ - ستمبر ۱۸۹۷ء راپور

محبت و انوار سلام و دعا۔ آپ کے سعادت نامے سے فرحت تازہ
حاصل ہوئی مگر ادراک ناچاقی طبیعت نے تڑپا دیا آپ کی صحت عافیت بہت
ہی عزیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ صحیح و تندرست رکھے امید کہ خیریت سے جلد وطن
کیجئے۔ بچم مکروہات سے خط لکھنے میں مجھے دیر ہو گئی معاف کیجیگا۔ بائے
فارسی کے متعلق صرف ایک جزو آپ نے پہلے بھیجا تھا و کس قدر مدد دے
سکتا ہے۔ اب کچھ ہمت باندھے اور منوجہ ہو کر پوری مدد دیجئے۔ امیر اللغات
کو آپ سے امداد کی بہت امید ہے۔ آپ کی دلسوزی اور قابلیت ہمیشہ مشکور رہی۔
ذیل کی صحت میں اسلئے کو کلام ہی کہ کہیں فارسی میں پایا نہیں جاتا۔ اناسکے
اب قطع نظر کرنا چاہئے۔ گورکھ پوری پٹی بہت مراد آباد وغیرہ میں تلاش
کیا گیا کہیں نہیں ملا۔ عجیب اتفاق ہے کہ آپ نے جو ذخیرہ محاورات کا بھیجا تھا
اس میں قریب قریب سبھی حرف ہیں مگر وہی ایک ایک دو دو ورق فقط
امیر فقیر - ۲۰ - اکتوبر ۱۸۹۷ء راپور

محب و لنوار سلام و دعا انضمام - نامہ سعادت مورخہ ۲۸ - نومبر پنج کبر
 نور افزائے دیدہ و سرور افزائے دل ہوا - پونڈے بھی پہنچے اور نہایت شہر میں
 اور نرم سہیلے نکلے - آپ نے جو اوصاف لکھے تھے وہ سب پائے گئے
 کوئی شک نہیں کہ پونڈے بے مثل ہیں - میں آپ کے اس استحاف و ستائش
 کا شکرا ادا کرتا ہوں - بائے تازی کے اجزا جقدر آپ نے بھیجے تھے وہ
 کام میں لائے گئے - حصہ سوم کے اکثر نوٹ وہیں سے لکھے گئے ہیں - یہ
 حصہ تمام و کمال بائے تازی میں ہی - بائے فارسی سے جو تھے حصہ کا آغاز
 ہوا ہے - اللہ تعالیٰ اسے انجام کو پہنچائے خدا سے امید ہے کہ اب آپ
 کو اطمینان اور سکون خاطر حسب دلخواہ ہو - اعزائیں متواتر اموات کے
 صدقات لکھ کر آپ نے مجھے بچپن کر دیا - شافی برحق وہاں کی آئے ہوا
 کو جلد صاف کر دے - اور آپ کو مع متعلقین و متعلقات مکارہ سے
 محفوظ و مامون رکھے - دہل کا فارسی میں صحیح ہونا آپ کی اس تحریر سے
 معلوم ہوا - آپ نے جن لغات کا یعنی ہفت قلزم و تہمہ برہان قاطع کا
 حوالہ دیا ہے میں ہی اس میں انشاء اللہ دیکھوں گا -

ایمیر فقیر - ۵ دسمبر ۱۹۰۹ء عریاست رامپور

میرے دلنواز میرے قدر شناس سید صاحب حبیبی روحی فدک
 آپ کا محبت نامہ شہر مزیدہ صحت پہنچ کر سرمد کش دیدہ انتظار اور تسلی بخش
 دل ہی قرار ہوا - میں اب تک آپ کو خوش بیان و خوش تحریر جانتا تھا
 لیکن ماشاء اللہ خوش قلم اور پاکیزہ رنم بھی ہو - کلام معائب و نقائص

شعری سے پاک اور بالکل صاف ہوتا ہی چنداں ضرورت اصلاح نہیں ہی
 یہ تمہاری محبت و قدر شناسی ہی کہ پھر ہی مجھ پر کین سال شکستہ حال کو
 دکھلانے کے لیے بھیج دیتے ہو۔ جب کہی زبان وغیرہ کے متعلق نہیں
 ہوا کریں ان کو پوچھ کر اطمینان کر لیا کرو۔ مجھ کو تمہارے حسن لیاقت و قابلیت
 پر بہت کچھ ناز ہی اور بڑا ہر وہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کمال و اقبال میں رفد افزوں
 ترقی عطا کرے ہمیشہ اپنی خبر خیریت دیتے رہو۔ اور فقیر سے دعائیں لینے
 رہو۔ میری کاشیں اور شکایتیں بدستور میں تم اور رسول ہو میرے
 لیے ہی دعا کرو تاکہ دعا کی برکت اور تمہاری حد کے طفیل سے مجھ کو گنگار
 کا خاتمہ بخیر ہو۔ چونکہ خط میں کلام لغوف ہی، لہذا بنظر احتیاط بیرنگ بھیجا
 جاتا ہی۔ محمد احمد مع اخوان ما وجب رساں میں فقط

امیر فقیر ۱۳۔ دسمبر ۱۹۵۹ء

دارالریاست رامپور

شید و سید کو نین محی سید زاہد حسین صاحب سلم اللہ تعالیٰ۔
 سلام سنون دعا مشحون محبت نامہ آیا ہجوم مکروہات کی وجہ سے جواب
 میں تاخیر ہوئی۔ اب غزل دیکھنے کی نوبت آئی۔ آپ کی قوت فکری ہی
 سے پیدا ہے کہ ایسی پامال زمین میں سوا شعر آپ نے موزوں کئے ہیں۔
 اللہم زد و زد میں نے بقدر ضرورت ایک آدھ جگہ محدود اثبات کیا اور
 جو شعر قابل انتخاب نظر آئے ان پر صا ذکر دیا ہے۔ ان کے علاوہ جو اشعار
 دائرہ غزل سے باہر ہیں ان پر بہت بنادی ہے۔ یہ اشعار بھی سب

مخول میں رکھنے کے قابل ہیں۔ باقی اشعار کے رکھنے میں اختیار ہے
 بائیں فارسی کی جلد کا صحیح اندازہ ابھی نہیں ہو سکتا کہ کے جزو میں تمام
 ہوگی۔ آپ اب بائیں فارسی اور تارے قرشت سے متعلق جو کچھ ہو سکے
 وہ لکھئے۔ بائیں تازی کی جلد زیر نظر ثانی ہے۔ امید ہے کہ تین چار مہینے میں
 مکمل ہو جائے گی۔ چھپنے کی نسبت ابھی میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ کب چھپے گی
 نظر ثانی سے تکمیل کے بعد سرکار میں پیش کر دوں گا۔ آگے کی کارروائی
 سرکار کی مرضی پر موقوف ہے۔ اطفال فقیر اور عزیز کی حافظ جلیل حسن
 ما واجب گزار ہیں۔

امیر فقیر۔ ۳۰۔ دسمبر ۱۲۸۵ء بمقام پور

مجی وسعدی زاد عمکم و اقبالکم۔ سلام سنون دعا شگون۔ مدت سے
 آپ کی کوئی تحریر نہیں آئی غریب جو اصلاح ہو کر واپس بھیجی گئی نہیں انکی
 رسید بھی آپ نے نہیں لکھی۔ سخت تعجب ہے اور وجہ نہ معلوم ہونے
 سے اور بھی تردد ہے۔ خدا کیسے آپ مع النحر والعافیت ہوں اور من کل الوجوہ
 طمانیت وجہیت حاصل ہو۔ میں آپ کا ہر وقت خیر طلب ہوں چاہیے
 کہ ہزارہ سعادت یہ کارڈ پہنچنے ہی خیریت نامہ لکھئے اور رفع نگرانی کیجیے
 میری کیفیات پرستور ہیں ہر حال میں اللہ کا شکر گزار ہوں۔ زیادہ
 بجز دعا کیا لکھوں۔ سب کی طرف سے ما واجب جلیل حسن با تخصیص
 تسلیم گزار ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۲۶۔ مارچ ۱۲۸۵ء بمقام پور

سعید و رشید کوئین مجی سید زاہد حسین صاحب اسعد کم اللہ فی الدین
 سلام سنون دعا مشحون۔ ۶۰ صہ ہوا ایک کارڈ آپ کا اگر سرور افزا ہوا تھا
 اس کے بعد سے کوئی سعادت نامہ تکیں بخش خاطر نہیں ہوا۔ جی چاہتا ہوں
 کہ آپ کی خیریت جلد جلد معلوم ہوا کرے۔ اب کے رامپور میں آم کی فصل
 بالکل خراب اور کمی کے ساتھ ہی اور مجھے ایک عالی مرتبہ ریاست میں
 ہدیہ بھیجنے کی ضرورت شدید ہے۔ مجبوراً آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ سہارنپور
 کے عمدہ اور بڑے آم قابل تندی بقدر مناسب لطف کیجئے۔ مگر جلد
 چاہئے کہ موقع ہاتھ سے نہ جاتا رہے۔ آپ کی سعادت و محبت سے
 امید ہے کہ یہ بے تکلفانہ تکلیف دی بار خاطر ہوگی زیادہ دعا

امیر فقیر۔ ۲۶۔ جنوری ۱۹۵۹ء رامپور

محب و لنواز سلام و دعا۔ آم پہنچے۔ اور باعث منت پذیر می
 ہوئے اس کی حقیقت مجھے معلوم نہ تھی کہ سہارنپور میں عمدہ اقسام کے
 آم قلمی نہیں ہوتے اب آپ کے لکھنے سے حال معلوم ہوا اور لوگوں
 سے سنا بھی گیا کہ وہاں کئی آم اچھا ہوتا ہے اور اس کا زمانہ بہادوں ہی
 بہر کیف آپ نے جن دفتروں سے کوشش کر کے آم بھجوائے میں اس
 کا تہ دل سے شکر گزار ہوں اور مجھے اپنے بیوقت اور بیوقع تکلیف دی
 سے کمال انفعال ہے۔ دفتر امیر اللغات کی حالت جتھرا آپ کو معلوم
 ہو چکی ہے اس میں کوئی جدت نہیں ہوئی۔ جسطرح سرکار سے کمی کے
 ساتھ امداد ہو رہی ہے اسی طرح کام بھی آہستہ کی گئی کے ساتھ تھوڑا تھوڑا ہوتا ہے

چوتھی جلد جس میں پ کے لغات ہیں زیر تالیف ہے اور تیسری جلد تو گویا
تیار ہے۔ دو چار الفاظ اس میں تحقیق طلب رہ گئے ہیں مگر ابھی یہ نہیں کہا
جاسکتا کہ طبع کب ہوگا اور کیونکر ہوگا۔ آپ سے تو مدد کی سب کچھ
امید ہے۔ خداوند تعالیٰ آپ کو مکروہات سے محفوظ اور بجمیع الوجوہ مطمئن
رکھے۔ ارباب دفتر خصوصاً حافظ جلیل حسن سلام سپاس انضمام
عرض کرتے ہیں فقط

امیر فقیر - ۸ - جولائی ۱۸۹۸ء ریاست رامپور
دلنواز ارباب نیاز - سلام سنون دعا شون - گلہ سٹہ دامن گلچیں
جنوری سے باہتمام نور چشم لطیف احمد اختر پھر نکلے گا۔ یہ وہی پرچہ ہے جو
۱۸۹۸ء میں میری زیر نگہ رانی مکمل مقبول عام ہو چکا ہے۔ اب کے
بھی گوشش ہی ہے کہ حسن معنوی کے اعتبار سے پھر پرچہ آپ ہی نظر
ہو۔ چونکہ آپ کو اس کے ساتھ پہلے بھی کچھ پی رہ چکی ہے لہذا اب ہی
آپ سے بنظر خصوصیت خاص ہر گونہ امداد کی امید ہے۔ جنوری کی
طرح میں جو ذیل میں لکھی جاتی ہے اپنی غزل ۱۰ - دسمبر تک لطف فرمائے
تاکہ پھر ہر عزیز اور مشہور گلہ سٹہ آپ جیسے خوش فکر رنگین کلام
کے گہما گے مضامین اور اشعار رنگا رنگ سے تازگی پیدا کرے
اس سے زیادہ آپ سے لائق مہربان کو لکھنے کی حاجت نہیں
اشعار متعاقب پہنچے گا - طرح - گیسوے پچاں کو گلیاں ہیں مری چانی
ہوئی - اطفال و اجاب ماوجب رساں میں فقط

امیر احمد امیر یمنی ۲۴۔ نومبر ۱۹۷۹ء دکن امیر اللغات
 یہاں سے زاہد سلام ودعا۔ مدت کے بعد سوا دیکھ کر بر سعادت خیر سرمد کش
 دیدہ انتظار ہوا۔ تفتی سے متعلق میں بچ کے طور پر آپ کو اپنا مشرب لکھتا
 ہوں کہ میں ہدف سهام ملامت ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور تمام عمر تجربہ
 ہوا کہ اول تو مناظرہ جو احقاق حق سے عبارت ہے ہوتا ہی نہیں اور بالآخر
 ابتدا میں کیس ہوتا بھی ہے تو انجام کار مکار سے اور مجاہد لے کی طرف
 کچھ جاتا ہے۔ لہذا میں کہی ان جگہوں میں نہیں پڑتا۔ اور کسی استفتی پر فتویٰ
 نہیں دیتا۔ البتہ میرے سچے دوست جو بات مجھ سے پوچھتے ہیں اپنی رائے
 ناقص کے موافق ان کو بتا دیتا ہوں۔ یہی مشرب کی بنا پر میرا بیخ بھوت
 عنہ سے بحث نہیں کرتا اور آپ کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ بیفائدہ یہ دوسرے
 مول نہ لیا کیجئے۔ جب خصوصیت بہا حث متعلقہ تیاج سے قطع نظر کی گئی
 تو اب بتانے کی بات پھر رہی کہ مشرب کی ستارہ نہ کری یا مونٹ واضح ہو کہ
 یہ ستارہ مونٹ ہے اور جہاں کیس سخندانوں اور سخنوروں نے استعمال
 یہ تذکرہ کیا ہے وہاں ستارہ مقصود نہیں ہے جس کو مشرب سے تشبیہ دی ہے
 جیسے نسخ کے اس مطلع پر ہے

بلبل ہوں بوستاں جناب امیر کا روح القدس ہی دم سے ہضم کیا
 ان کے شاگرد رشید مرزا محمد رضا برف۔ نہ جو منیع اللغات ہیں
 اس میں قمری کو جس کی تائید میں کسی کو اختلاف نہیں ہند کیا استعمال کیا ہے
 تو بات یہی ہے کہ وہاں قمری ظاہر مقصود نہیں ہے وہ نصیب ہے یہ ہے

ہر دانہ ہوں ازل سے سراج مینر کا قمری ہوں سرو باغ علی کبیر کا
 میں نغمہ سنج ہوں چمن نینظر کا بلبل ہوں بوستاں انج جہاں
 تباخ میں زہرہ کے ساتھ مشتری کا لفظ آئے گا وہاں مشتری سے دولہا ہی
 مقصود ہوگا جیسی قمری سے برقی کے شعر میں عاشق یا خود متکلم و مصنف
 مراد ہے۔ زیادہ آپ سے ذکی اور فہمیدہ سخنور کو لکھنے کی حاجت نہیں۔ اگر
 تتبع کلام اساتذہ سے آپ کوئی سند مشتری کو کب کی تذکیر کی پاسے تو مجھے
 بھی لکھئے۔ تمام ہوئی یہ بحث۔ دامن گلچیں کا دوسرا نمبر عنقریب نکلے گا۔ چند
 تعمیل میں کوشش کی جاتی ہے مگر طبع کا کام چونکہ اوروں کے ہاتھ میں ہی
 دیر ہی ہو جاتی ہے۔ آپ کی غزل بھی اس پرچے کے ساتھ آپ کو پہنچے گی۔
 اس مرتبہ انتظار بہت رہا مگر آپ کی غزل نہ آئی۔ چاہئے کہ آئندہ سلسلہ
 جاری رہے۔ بہت دنوں آپ کی خیریت نہیں معلوم ہوتی تو نگرانی سخت تکلف
 ہوتی ہے۔ براہ سعادت خیریت نامے سے جلد جلد نمونوں و مسرور کیا کیجئے
 میرے حالات بہتستور ہیں اور ناگفتہ بہ۔ ہر حال میں اللہ کا شکر ہی زیادہ
 کیا لکھوں فقط

امیر فقیر ۱۲۔ پانچ ۱۸۹۹ء رامپور

پہلے سے زاہد۔ دعا دعا۔ مادہ تباخ میں لفظ ایجاب محض اور بجائے
 قرآن لفظ وصل لانا اور اس سے معنی ایجاب و قبول اور قرآن اجتماع۔
 مراد لینا بہت ہی بحث ہے اس باب میں مجھے بھی آپ کی ریسے سے اتفاق
 ملتی ہے۔ دامن گلچیں کی غزل دیکھی اور کینٹی انتخاب میں منتخب ہو گئی غزل

آپ نے بہت اچھی کی ہے۔ اصلاح کی فی الحقیقت ضرورت و گنجائش بھی
شبه آپ اپنی خرافات سے غور کر کے منالیا کیجئے۔ اگر کسی کوئی شعر شکوک
ہی رہ جائے تو اس کو لکھ بھیجا کیجئے۔ لفظ ساگا کی اصل ساگا بمعنی جنگ جہاد
ہی میر تقی مرحوم کے شعر میں ہی یہی معنی ہیں۔ قدام کے سوامتو سطین و متاخرین
کے کلام میں یہ لفظ دیکھا نہیں گیا۔ بہا کا اصل بہا شاہی اور ہندی میں شاہ
اور کہا کا بدلہ ہوتا ہے اردو میں فصحا کی زبان پر بیشتر بہا کا اور کمتر بہا شامل
ہے۔ امیر اللغات سے مایوس نہونا چاہئے۔ لا تقنظوا من رحمۃ اللہ۔ کام
تھوڑا تھوڑا ہو رہا ہے اور ایک بڑی جگہ سے امید بھی ہے۔ باقی خیریت ہے۔

امیر فقیر - ۴۔ اپریل ۱۸۹۹ء رامپور

محب دلنواز۔ سلام و دعا۔ نامہ سعادت بٹنی لیکر آیا۔ لوکاٹ کی
پارسل موصول ہوئی۔ زباں و دل دونوں تمہاری محبت کے شکر گزار ہیں
اللہ تعالیٰ اس دلنوازی کی جزا دے۔ انفلوینزا کا آج کل زور ہے
میں اور میرے کئی عزیز کئی روز سے مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے
اس سے پہلے نامہائے سعادت کا جواب لکھ چکا ہوں پہنچا ہو گا۔
حافظ جلیل حسن سلام و سپاس عرض کرتے ہیں فقط

امیر فقیر - ۱۴۔ اپریل ۱۸۹۹ء رامپور

پیارے زاہد۔ مدت کے بعد محبت نامہ آیا تمہاری سچی اور خالص
الفت و داد کا مشکور بنایا۔ خدام کو خوش رکھو کہ مجھ مخموم و محزون کو
اپنی خیریت کی خوشخبری سنا کر خوش کر دیتے ہو اور میری مزاج پر سی

کرتے رہتے ہو۔ میں تمہاری عنایتوں کو کس زبان سے ادا کروں
 پیارے۔ مجھے اس کی بڑی شکایت ہے کہ بالابالالکھتو آئے گئے اور اسے
 میں اس حسرت کش دیدار کو ملاقات سے محروم نہ کیا اور دیدہ ہائے
 دیدار طلب کو اپنے نور جمال سے محروم رکھا حضرت جلال سلیم کی ملاقات
 کی کیفیت آئے محل اور مختصر الفاظ میں لکھی، زرا تفصیل و توضیح کی محتاج
 تھی۔ یہ ان کے حسن ہنر و کمال کی بات ہے کہ مجھ بے ہنر و بے کمال
 کی اس قدر تعریف فرمائی۔ ورنہ میں اس کا سنوار و مستحق اپنے آپ کو نہیں
 پاتا ۶ عالم ہمہ افسانہ مادر دو ماہیج۔ آپ کا کلام لطافت انضمام ایک
 آدھ جگہ دخل دینے کے بعد ہیجتا ہوں۔ رسید ضرور لطف ہو آپ کی
 خوش گوئی و خوش بیانی سے بہت جی خوش ہے۔ واہ کیا کیا شعر کہے ہیں۔
 اللہم زدو بارک۔ میری حالت کیا پوچھتے ہو۔ مختصر آئیہ کہ بہر حال قابل شکر ہے
 ورنہ۔ ۶۔ حال میں غمزدہ ہے یار ہمائت کہ بود فقط
 امیر فقیر۔ یکم اکتوبر ۱۹۹۹ء۔

دارالریاست رامپور
 میرے پیارے زاہد نے مدت کے بعد مجھ کو یاد کیا۔ اس کا شکر گزار
 ہوں میں ایسی کاشیوں میں رہا اور ہوں کہ میری کوتاہی غفو کے قابل ہی
 مرض سے رنجوئی و معذوری ایک طرف۔ نومبر کے مہینے میں آگ نے
 زمانے مکان سے شعل ہو کر مردانے مکان تک دو پھر میں تمام
 اسباب راحت و سامان معاشرت جلا کر خاک کر دیا۔ قلمی اور مطبوعہ

کتابیں بھی بہت سی جل گئیں۔ بڑا حصہ میرے کلام غیر مطبوعہ کا بھی نذرانہ
 ہوا مگر خداوند تعالیٰ کا ہزار ہا شکر ہے کہ نفوس محفوظ رہی اگر شیت الہی موافقت
 کرے تو اور چیزوں کی تلافی ہو سکتی ہے۔ البتہ دل و دماغ اس قابل نہیں رہے
 کہ تلف شدہ منظوم و منثور کلام کا عوض ہو سکے۔ ایک پچھبات تم کو لکھنے کی
 قابل ہے کہ حضرت نظام عالی مقام حیدرآباد دکن خلدائے ملک و اقبالیہم سے
 میں بنارس میں ملازم بحمد اطلاق مجھے یاد فرمایا۔ اور جو نظم میں نے مناسب
 مقام راہ میں مرتب کی تھی اس کو کمال التفات میری زبان سے سماعت
 فرما کر داسخن دی اور وسعت اخلاق و مروت و فتوت فطری سے میرا اعزاز
 بڑھایا۔ مرضی مبارک کے موافق ان کے معزز ارکان ہشتاف نے مجھے
 ہر کام سعادت ہونے کے لیے اصرار کیا۔ افسوس کہ میں موسم شدت
 بردیں اپنے مرض کی وجہ سے ان کے اپشیل پر نہ جا سکا۔ ایک مانع قوی
 یہ بھی تھا کہ یہاں کے تعلقات کثیر اور حالت نازک بغیر حصول رخصت کیونکر
 چلا جاتا۔ بہت ہی خطرات کا سامنا ہوتا۔ ناچار آغاز موسم گرما میں شرف
 حضوری کا وعدہ کر کے چلا آیا۔ یہ سفر باعث مزید زہری کا تو ہو اگر
 جس عنوان سے ملاقات ہوئی اس سے وہاں پہونچنے پر امید کامیابی
 کو حسب درخواست ہو گئی۔ ان کے دربار کے لوگ بالاتفاق کہتے تھے
 کہ ایسی ملاقات ہم نے کسی کے ساتھ نہیں دیکھی۔ اب ہر وقت یہ فکر ہے
 کہ سماں سفر ہم ہو جائے تو تینہ سفر کریں۔ اس لئے کہ اوپر کے سفر کا
 اظہار بھی یہاں خلاف صحت ہے۔ دیکھا چاہئے منظور الہی کیا ہے

گھو اپنا دل سوز قدیم تجھ کی یہ کچا چٹھا بطور راز لکھا۔ یہ بات بھی وہاں کے اجباب
 عائد سے معلوم ہوئی کہ سرکاریں برتاؤ بہ نظر حیثیت ہوتا ہی۔ میرے ساتھ چند
 عزیز چند شاگرد لایق ضرور ہوں گے۔ اور مرض عسر بول و جیس بول کے
 سبب سے ایک پوری گاڑی سیکنڈ کلاس رز وڈ ہسٹریس کرنی پڑتی تھی
 پھر وہاں پہنچ کر انعام و اکرام وغیرہ کے مصارف علاوہ کہ اس کے بغیر کسی
 دربار میں کام نہیں چلتا۔ اور وہ تو بڑی سرکار بڑا دربار ہی۔ اگ نے اگر گھر
 برباد کر دیا ہوتا تو تین سو سا مان سفر میں بسا ماں بسے وائشہ کی ضرورت نہوتی
 جو نظم میں نے وہاں پڑھی اس کو شائع نہیں ہونے دیا۔ یا میرے پاس
 ہی یا حضرت نظام کی جیب میں کہ انہوں نے سننے کے بعد ہاتھ بڑھا کر
 مجھ سے لیلیٰ تھی۔ سب اطفال و عزیزان و اجباب ماوجب گزار ہیں
 اس خط کی رسید ضرور لکھنے کا تاکہ پہنچنے سے اطمینان ہو جائے فقط

امیر احمد امیر۔ ۱۷۔ فروری ۱۹۰۷ء

پیائے زاہد۔ تمہاری تحریر سعادت خیر سرور افزائے خاطر فاتر ہوئی
 واقعہ آتشزدگی پر جو دل سوزی کے کلمات تم نے لکھے انہوں نے لگی کو
 بھجوا دیا۔ سفر سے متعلق جو دلنوازی کی باتیں لکھیں انہوں نے اور میرا دل بڑھایا
 اللہ تعالیٰ تمہاری فراخ حوصلگی کے موافق فلاح و کشائش کا دروازہ کھولے
 آمین۔ میں اپنی غنیمت کی نسبت کیا لکھوں۔ دکن سے ارکان دولت
 کے خطوط برابر آتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت قدر قدرت میرا ذکر خیر فرماتے
 ہیں۔ میرے ہی خواہ اجباب ہی پر زور سے رہی ہیں کہ تازہ تازہ ہ

ملاقات ہوئی ہی اس کا اثر باقی ہی یہ موقع ہاتھ سے نہ جانے دیجئے سفر کیجئے اور بہت کچھ لیجئے۔ میں باوصف بخوری و معذوری سفر پر تیار ہوں مگر کیا کروں موانع قوی جو سد راہ ہیں بر طرف ہو لیں تو کام چلے اور میں بھی چلوں۔ حافظ جلیل حسن اور اطفال عقیدت خصال سب تسلیم گزرا میں فقط

امیر فقیر۔ ۴۰۔ ماہِ ربیع الثانی ۱۲۹۵ء دارالریاست رامپور

جامع مکتوبات، خاکسار ثنائی کے نام

دارالریاست رامپور افغاناں

یکم ربیع الاول ۱۲۹۵ء ہجری

بندہ نواز تسلیم۔ ۱۹۔ دسمبر کا پوسٹ کارڈ اس وقت نظر پڑا چونکہ اس میں آپ نے لکھا ہی کہ سہانپور پہنچ کر ہیں تذکرہ انتخاب یادگار کی نسبت کچھ لکھو لگا اور اس کے مضامین سے اطلاع دوں گا۔ لہذا اس کے انتظار میں اب تک جواب نہیں لکھا اب مجبوری اس پوسٹ کارڈ کی رسید اور شکر پسند تذکرہ کا لکھتا ہوں۔ بندہ پرور اس تذکرے میں اگر کچھ محاسن ہوں تو ان کو آپ سے بہترین جائیں اور جو اس میں مجبوری قبال ہیں قرار واقعی ان کو میرا دل جانتا ہی۔ مگر کیا کروں مامور تھا معذرت تھا۔ دیباچے میں اس کا اشارہ بھی کیا ہی۔ آپ غور سے پڑھئے گا تو سمجھ جائے گا کہ مولف مجبور تھا خداوند تعالیٰ آپ کو مراتب امتحان سخت و دشوار سے فارغ کرے اور

اس محنت شاقہ کا ثمر ہے۔ ہندوستان میں کسی جلیل عمدے پر آپ
کی ماموری اور حکومت کی خبر سامعہ نوازی فرمائے تو دل کو چین آئے۔

امیر فقیر عفا عنہ

بندہ نواز۔ نواز شہ نامہ آیامنت پذیر فرمایا۔ صبح ازل شام ابد لیلۃ القدر
بہجت ہوں۔ ذکر شاہ انبیا جو جامع مضمون ولادت و رضاعت و معراج
و فضائل و وفات پر اب نہیں باقی ہے دو شتویاں مختصر ایک نور تجلی دوسری ابرار
بھی موجود ہیں مگر محض ثوابی ہیں۔ شاعری ایسی نہیں ہے کہ آپ کو پسند آئے اسلئے
نہیں بھیجیں۔ ان مسدسات میں کسی قدر حسن شاعری ہی ہے۔ تو نظر نحت جگر محمد
تقریر تسلیم عرض کرتا ہے فقط

امیر احمد عفا عنہ۔ دہم فروری ۱۳۵۷ھ

از دارالریاست راہپور افغانان رومیلکنڈ

سلام نیاز کا رڈ آیا سر فراز فرمایا محمد احمد سلمہ اللہ الصمد مزاج پر ہی کے
شکر گزار ہیں اور دوا ڈھائی برس سے طبیعت ان کی صحیح نہیں رہی اب بھی
بیمار ہیں۔ یونانی اور ڈاکٹری علاج ہو رہا ہے۔ میں ضعف پیرانہ سالی اور دائم الخضر
ہونے سے حائل محض ہو گیا ہوں۔ آلام روحانی سب پر طرہ ہیں۔ انقلاب
ریاست سے ترددات ایسے بڑھ گئے ہیں کہ ان کو لکھ نہیں سکتا۔ فراق
دامی لباب خلد آشیال کا صدمہ اور زیادہ روح فرسا ہے کہ وہ میرے بٹے
ناز بردار اور عمو اہل منہر کے قدر دان تھے۔ الغرض عجب نازک حالت
میں زندگی کے دن کاٹتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ آپ کے جشن

کھڑائی کی عمدہ تیاری کہنے کو بہت جی چاہتا ہوں مگر افسر وہ دلی سے کچھ تین ہو سکتا
دعا فرمائیے کہ اسباب جمعیت خاطر کے رونما ہوں۔ آپ کی دلپرسی کا
نہایت ممنون ہوں فقط

امیر فقیر۔ ۱۲۔ رمضان سنہ ۱۳۳۵ ہجری

مکرم و نواز۔ سلام سنون اخلاص مشحون۔ نامہ نامی آیا ممنون یاد آوری
فرمایا۔ غزل بھی دیکھی اور ہر شعر پر وہ جد کیا۔ سبحان اللہ کیا کیا شعر کہے ہیں۔
میں بسر و چشم ان پہلوؤں سے دامن گچیں کو آراستہ کرتا مگر دامن گچیں سے
میرا خاص تعلق نگرانی کا ہی اور امور میں قربانیاں رائے کیٹی کا رہندہ ہوتے ہیں
اور کیٹی کی رائے غیر طرح کلام نہج کرنے کی اب تک نہیں دیا اور طرح کا کلام
استفراغ آتا ہی کہ وہ بقی بڑھانا پڑتے ہیں اسلئے میں نے آپ کی غزل کو با احتیاط
رکھ لیا اگر آئندہ کلام غیر طرح چھپنے لگے گا تو ضرور چپے کی بشطیکہ میں
سے پہلے شائع نہ چکی ہو۔ مجھ کو آپ اپنا مخلص دیرینہ تصور فرمائیں۔ آخر میں
پھر غدر خواہ ہوں کہ مجبوری ہی آپ کی غزل بچ گلدستہ میں ہو سکتی۔ ہاں
اگر اردو زبان میں کچھ موزوں کرنے کا اتفاق ہوتا ہو تو طرح دامن گچیں میں
طبع آزمائی ضرور فرمائی جائے کہ اس کی رونق بڑھے اور ترتیب حروف
بھی میں آپ کے مخلص سے نامہ شلہ کا گراں آباد ہو کہ وہ ویران پڑا ہے

پیشکش

امیر احمد عفا عنہ

لکھنؤ کٹرہ ابوتراب خاں۔ ۱۳۳۵ ہجری

یاد آوریم۔ کرم گستر سلام نیاز۔ کا رد آیا ممنون یاد آوری فرمایا۔

گرفت نذر کرد و ہات طاقت وقف اسقام و آلام جمعیت تو ایک مفروض محض
 کہیں بھی نہ اب یہ نہ آئندہ محتمل۔ البتہ اسباب اس کے فقدان کے مختلف ہوتے
 ہیں ریاست میں اطاعت سے فاقہ کباب و فور مکارہ سے معدوم ہی الغرض
 نفس لیٹم شکایت سے کہی خالی نہیں۔ بندہ نوازیں ضعیف البیان ہوں اور
 اکثر بہار اور پیار و نکا پرستار رہتا ہوں۔ حق تعالیٰ نے ایک قافلہ صغار و
 کبار ذکر و امانات کا خدمت گزار کیا ہے اور زمانہ دو برس سے ناموافق ہی گونا گوں
 نقصان اٹھائے اور اٹھاتا ہوں۔ الغرض اسباب پریشانی کا ہجوم
 اجباب کی خدمت میں نامہ نگاری سے بھی محروم رکھتا ہے میری کوئی عملی معا
 ہو۔ لکینو میں جب آپ تشریف لائیں گے تو بشرط حیات ملاقات سے مستفید
 و مسرور ہوں گا۔ محمد احمد بصرورت دہلی گئے ہیں زیادہ کیا لکوں۔

امیر فقیر لکینو بھلی گنج قریب شوالہ بہوانا سنگ

مکان ڈپٹی وحید الزماں خان حرم سہیل

گرامی گوہرا۔ سلام سنون خلت شجون۔ عنایت نامہ آیا غزل سلطہ لایا
 اس نے سرفراز کیا۔ اس نے دلنوازی کی دونوں کا شکر گزار ہوں، اور
 براہ دل سوزی جو کچھ آپ نے خط میں لکھا اس کا شکر ادا نہیں ہو سکتا میں
 خود سمجھتا ہوں کہ میرے حق میں پاس وضع مبصر ہی کر کیا کیا جائے کہ پاس
 آبرو سے قطع نظر نہیں ہو سکتی۔ اسباب ایسے فراہم ہوئے ہیں کہ نہ جلتے
 ماند نہ پاسے تین کا مصداق ہو رہا ہوں حرکات اضطرابی ہوا کرتے
 تھے۔ یہاں سکوں و حرکت سب اضطرابی میں موقی حقیقی توفیق نیک

عطا فرمائے۔ آپ بھی دعا فرمائے۔ بنی طفیل احمد صاحب میرے پاس
 دوسو روپے دو صحت ہیں کہ میں ان کی صفات پر نثر کرتا ہوں۔ اللہ ان کو
 دونوں جہاں میں اس کی جزائے۔ غزل فارسی آپ کی دیکھی۔ ماشاء اللہ
 مشتقی میں کیا کیا شعر فرمائے ہیں اللہ زدہ۔ گلہ ستہ و امن گلچیں کی نسبت
 التفات آپ کا اسقدر کافی نہیں ہے کہ آپ خریداری فرمائیں بلکہ آپ سے
 فرد و تراجم اب نئے بھی تیس تیس درجہ آستین بھجوائی ہیں آپ کو بھی برعایت
 اپنی شان اور پیاس مشرب و وضع و محبت کے سعی و یلغ فرما کر جلد درجہ آستین
 بکثرت بھجنا چاہئے۔ غزل فارسی آپ کی جب آپ منتخب فرما کر بھجوائیں گے
 رونق افزائے گلہ ستہ ہوا کرے گی۔ غزل فارسی اپنی آپ کو کیا بھجوں
 شرم آتی ہے میں تو نہ اردو کا شاعر ہا نہ فارسی کا۔ سراپا آلام و اسقام ہوں
 بنا چاری کچھ موزوں کرنا ہوتا ہے کبھی ہیجوں گا۔ اب تو اللہ اس گلہ ستے کی پیل
 مندری چڑھائے اور شہرین آستانے جس غرض سے میرا نام درج اشتہار کیا ہے
 اسکی لاج رہ جائے۔ نور چشم محمد احمد نے مجبوری اس مشقت کو گوارا کیا ہے
 آپ بہت اس کا پیاس کچھ زیادہ کیا لکوں۔ جواب ضرور لطف ہو۔

ایمیر فقیر۔ ۷۔ جنوری ۱۳۵۵ھ

سلام سنون اخلاص و سپاس مشنون۔ اس وقت ہر مہر کی کارڈ
 آیا چونکہ اس سے پہلے کوئی تحریر عنایت خیمہ مجاہدین پہنچی لہذا میں اس
 فقرے کے معنی کہ "تاریخ تقریب سے معزز کیا جائوں" بالکل انجام امیدوار
 ہوں کہ مفصل تحریر فرمائے تاکہ قصہ تخیل حکم کیا جائے۔ اس زمانے

میں گوناگوں پریشانوں میں مبتلا ہوں خصوصاً قلق و فراق دائمی حضرت خلد
اشیباں نے سخت افسردہ دل کر دیا ہیئت کی صحبت و یکجائی تھی افسوس صد
افسوس۔ اب رئیس حال کے حق میں دعا ہے کہ خداوند اقدس عمر دراز کرے
اور صحت کاملہ عطا فرمائے۔ جناب اعظم الدین خاں بہادر جنرل ریاست
اب مدارالمہام باختیارات کامل ہیں وہ اک مروتین و مہذب انگریزی تعلیم
یافتہ بڑے جفاکش ہیں بطور خود ربط و ضبط و نظم و نسق میں کوشش کر رہے ہیں۔
میری حالت اب تک تو باعتبار تعلقات کے بدستور ہے۔ آگے کا حال
معلوم نہیں فقط

امیر فقیر۔ ۱۱۔ مئی ۱۸۸۷ء۔ راجپور مراد آباد

آئینہ جمال فتوت جمال آئینہ مروت اعلیٰ اللہ شاکم۔ بعد سلام و شوق کے
عرض کرتا ہوں سر اپنا تقصیر امیر فقیر کہ پھر بخور ڈیرہ مینے سے دربار جانے سے
معذور تھا اسی سے تعمیل حکم میں قصور ہوا عذر خواہ ہوں والعذر عند کرام الناس
مقبول۔ آتش بے دود کا ایک نسخہ مجھے ہدیہ پہنچا۔ اس کا شکر کس زبان
سے ادا کروں میری عاجزی کو پیرانہ پیاس گزاری سمجھئے۔ جو نسخہ حضور میں
مع عرصہ داشت گذرانا تھا مگر کارنے بہت شوق سے اس کو ملاحظہ فرمایا۔
اور ارشاد کیا کہ ہماری طرف سے بہت تعریف لکھوا و دیوان فارسی ہدیہ
پہنچو۔ حسب حکم پارسل دیوان کی روانہ کرتا ہوں۔ اس خط کو لکھتے وقت
ایک عنایت نامہ مع حاشیہ اصطلاحات پہنچا۔ اس نے اور زیادہ منت
پذیر کیا۔ امیدوار ہوں کہ مجھ کو محض ممنون تصور فرما کر ہمیشہ کا رہائے لا یفہ

سے سرفراز فرمایا کیجئے اور چونکہ دائم المرض و ضعیف الیقینان ہیں تو دیر کو
جواب لکھنا اگر کبھی واقع ہو تو عفو فرمائے فقط

معروضہ امیر احمد حفی عنہ

۲۶. شوال ۱۳۹۷ھ

احسن الاجامولوی احسن اللہ خاں ثاقب سلیم النواہب۔ بعد سلام
مسنون اخلاص مشغون کے واضح ہو کہ رافت نامہ مدت کے بعد آیا اور
نور پور و دیدہ و دل بڑھایا۔ میں آپ کی کس کس عنایت کا شکر کروں کہ
مجھ سے ناچیز کو بایں خوبی و اخلاق یاد فرمائے ہیں اور کوتاہی کا گلہ کرتے
ہیں اس شکایت کا شکر ہی ادا نہیں ہو سکتا۔ خداوند تعالیٰ مکارہ سے
محفوظ رکھے آمین۔ اب میں بصد انفعال غدر کرتا ہوں کہ اس زمانے
میں خود بھی بیمار رہا اور غریبوں کا بھی بیمار دار رہا۔ ایک عزیز کا انتقال ہو گیا
انکا ماتمہ رہا۔ ان کے علاوہ اور بہت سے مکروہات رہی شکریاں نہیں
ہو سکتا۔ امید کہ آپ قصور معاف فرماویں۔ تذکرہ انتخاب یادگار حسب
فرمایش سرکار مرتب ہوا اور چپکے سرکار میں داخل ہوا۔ میں اپنی تالیفات
کو اس قابل نہیں جانتا کہ ہدیہ احباب کروں علی الخصوص یہ تذکرہ جس میں
مجموع حالات تاریخی اور انتخاب اشعار میں اپنی مدخلت ہے جسے قلم کو دست
کا تب میں۔ مگر اب جو آپ نے یاد فرمایا تو ضرور ہوا کہ ایک نسخہ بیچوں۔ تاجر
سے کہا ہے متعاقب پہنچے گا اور دونوں تذکرے ہو پالی میر سہ ماہ میں
آپ ان کے بھیجے کی تکلیف فرمائے۔ آپ نے انگلستان جانے کی

بڑی سنائی۔ یہ بار عظیم مہاجرت کا مجھ ناتواں سے کیونکر اٹھ سکے گا۔ خیر خداوند عالم ایسا کرے کہ آپ کو یہ سفر وسیلہ نطفہ ہو اور آپ فائز المرام رہیں اگر ہندوستان میں وہ مرتبہ پائیں کہ آپ لے کر طلب اس پر فخر کریں۔ زیادہ کیا لکھوں۔

امیر فقیر عفا عنہ۔ ۲۹۔ نومبر ۱۳۸۶ء۔ نو چشم محمد احمد قاسم رساں ہیں۔

مخدومی حضرت ثناء قبیلہ اللہ الواہب سلام سنون اخلاص مشون قبول ہو۔ اور دیر سی جواب معذوری واقعی پر محمول ہو۔ پہلا محبت نامہ آیا تو مرآۃ الغیب ہم پہچانی کی فکر ہوئی اس کو چپے ہوئے کئی برس ہوئے ہیں نے دو سو شے لکھے تھے وہ نذر دوستان نزدیک دور ہو چکے اس شہر میں تاجران کتب کے پاس ہی نہ ملا۔ ناچار بطبع منشی نو لکھنؤ کو لکھا اب تک جواب نہیں آیا۔ میرے پاس نعتیہ مسدسات جن کے نام ذکر شاہ انبیاء صبح ازل شام ابد لیلۃ القدر ہیں موجود ہیں۔ مرآۃ الغیب کو ہر انتخاب محمد خاتم البنین رضائین دل آئینہ نہیں ہیں۔ موجودات میں جس کی طرف التفات ہو بیچدوں۔ اور کوئی امر تحریر اولین میں جواب طلب نہیں تحریر ثانی سے امتحان انگریزی درجہ اول میں کامیاب ہونا معلوم ہوا اور ایسا جی خوش ہوا کہ اپنی کامیابی کا مزہ ملا۔ حق تعالیٰ وہ دن لاے کہ مرثدہ صدر آرائی سنیں آئے۔ الہی مدام مکارہ سے محفوظ اور لٹا سے محفوظ رہے۔ زیادہ کیا لکھوں کہ نہ بیماری سے نجات ہوتی ہے

نہ پرستاری سے۔ مگر وہاں دنیاوی اور اندیشہ ہائے اخروی علاوہ
ہیں۔ اللہم اغفر ذنوبی واستر عیونہ

راقم آغ

امیر احمد غفاری ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء

مخدوم و مکرما داعم الطائفکم۔ بعد سلام سنت الاسلام کے حالی خاطر عاظم
ہو کہ تلاش کرتے کرتے عرضی مطلوبہ دارالانشائیں ملی اس کی نقل ایک
دوست سے لکھوائی مقابلہ کر کے تصحیح کی نوبت نہیں آئی۔ چونکہ آپ ہی کا کلام
ہی تو آپ عند الملاحظہ صحیح کر لیں گے۔ زیادہ سوائے اظہار اخلاص معنوی
کے کیا لکھوں۔ امید ہے کہ بنظر خلق و کرم اہم کے کبھی یاد فرمایا کیجئے فقط

امیر احمد غفاری ۱۳۔ جولائی ۱۸۸۶ء

گرامی گوہرا۔ نامہ دلنوازیآ فرمائیں تقریباً سالہ سب سے سیارہ نے دلنوازی
کی داد دی۔ مگر افسوس ہے کہ مجھ سے اس زمانے میں حکم کی تعمیل نہیں ہو سکتی
اس لیے کہ خود بھی بیمار ہوں اور کئی مریضوں کا پرستار ہوں۔ سبب پرطرہ
یہ کہ سرکار دولتمدار کے احکام کی تعمیل سے مطلق فرحت نہیں اگر باذنہ
صحیح بھی ہوتا تو ضرور کچھ لکھتا۔ اگرچہ میری تقریباً اس قابل نہیں ممکن تھی کہ
میں رسالے کے آخر میں بیوند ہوتی زربفت کے لباس میں ٹاٹ کا ٹکڑا
کیونکر کمپ سکتا۔ مگر خیر آپ کی خوشی تو ہو جاتی۔ افسوس کہ اس دولت سے
بھی محروم رہا اگر زندگی باقی ہو تو کبھی ملا فی ہوگی۔ امید ہے کہ حذر پزیری کو
کام فرما کر عفو جرم سے سرفراز کیجئے۔ فقط خدہ اگر سے آپ امتحان میں

پوچھتے ہیں اور خاطر خواہ کامیاب ہو کر روز افزوں ترقیاں پائیں فقط

ایمراحمہ عفی عنہ - ۱۸ - نومبر ۱۹۸۷ء

کرم گستر معنی پرور اسیلم - اب کے سال مجھ کو محرم کا تمام مہینا محرم کی دسویں کی طرح غم میں گزرا پوچھتے ہیں تو عرض کروں کہ عشرہ ثانیہ میں جو عنایت نامہ آیا اس سے معلوم ہوا کہ میرا وہ نیا زمانہ جو میں نے بھر دھندور صحیفہ اولین جواب میں لکھا اور بدھتہ سببہ سیارہ کی تاریخ کی اور اس میں لکھی آپ کو نہ پہنچا کاش ہی زمانے میں وہ خط پہنچ جاتا تو تقریباً نہ لکھنے کی شرمندگی مٹتی - افسوس ہزار افسوس کہ میری طرف سے تو یہ تعمیل حکم میں جلدی اور آپ کو یہ گمان ہوگا کہ یہ تاریخ لکھنے کو کبھی اڑا گیا - طرفہ یہ کہ ہاں محرم کو جو عنایت نامہ آپ نے لکھا اس میں پھر بھی لکھا کہ میں یہاں سے وہاں اور وہاں سے کہیں اور جاؤنگا تو جنوری میں مجھے خط لکھنا پس محرم کے مہینا بھر مجھ کو رونارہا کہ الہی جلدی یہ غم کے دن گزریں اور آپ سہارنپور پھیں اور میں خدا واقعی لکھوں اور پھر تاریخ بھیجوں اور وہ پہنچے تو کچھ آنسو بچیں - الہی میری نارمانی بخت آپ کی قوت اقبال پر ترقی نہ کر سکے - اور یہ خط تلف نمونے پائے خیر یہ مطلب تو تمام ہوا - سردی کی شدت جو آپ نے لکھی ہے سب واقعی ہے ادھر بھی اب کے سال بہت شدت ہے اور میں چونکہ ضعیف البیان ہوں اس موسم میں اکثر مریض رہتا ہوں - سردی ہو تو ہوا گرمی تری ہو یا خشکی جو کیفیت غالب ہوتی ہے طبیعت اس سے مغلوب ہو جاتی ہے میرے ضامن علی صاحب جلال آئے اور پچاس روپیہ مشاہرے پر نوکر ہوئے

مع الحزم میں زیادہ کیا عرض کروں فرصت میں ملتی اور لکھتے وقت دل کی
دل ہی میں رہ جاتی ہے۔ قطعہ تاریخ جو سر اسری عرض کیا تھا وہ پھر پہنچا ہوں پسند
کے قابل کو نہیں ہے مگر پاس خاطر جبراً قبول فرمائے۔ چھاپتے نہ چھاپنے میں
اختیار ہے مگر یہ خفگی تو جائے کہ نہ تقریظ لکھی نہ تاریخ فقط

امیر فقیر عفی عنہ ۳۰ جنوری ۱۳۱۷ء۔

بندہ پرور۔ اب کے بیڑ تک خط پہنچے کا تصور معاف ہو نہ گت لگا کر بھیج
تھا وہ نہ پہنچا اب کے جلکے بیڑ تک لکھا ہی خدا بخوہستہ یہ بھی نہ پہنچا تو یہ حشری کی
نو بہت آئے گی فقط

مخدوم گرامی مناقب کرمی حضرت مناقب سلام و نیات کے بعد التماس
ہی کہ مدت کے بعد اس وقت بھی ہوتی آگ بہر کی یعنی آپ نے یاد فرما کر پھر
ولولہ شوق و ذوق بڑھایا۔ میرے تغافل کی شکایت گو بجا نہ ہو مگر میں اس
شکایت کا شکر گزار ہوں ہر چہ از دوست میر سدنیکو ست۔ ششوی
نشر تیز کی تاریخ لکھنے کی فرصت اور لیاقت مجھ کو کہاں مگر تعجلاً للعلم میر دوست
جو خاطر فائر میں آباہی وہ قطعہ دوہیتی ذیل میں لکھتا ہوں کہ قبول آفت
آری و عرفہ "حرآة الغیب کے مونسے بقیہت مجھ کو بھی لینے پڑے
تھے۔ اطلاعاً عرض پرداز ہوں۔ تحریر مطبع واپس پہنچے ہی امین ہی
کہ آپ ہمیشہ یاد فرماتے رہے تاکہ یہ معلوم ہوتا رہے کہ آپ کہاں شکر لیں
رکھتے ہیں اور کس شعل میں ہیں اپنے استقامت جہانی اور آلام روحانی
کا حال لکھوں تو نامہ ایک و قمر ہو جائے اور دوست کا دل درد مند

ہو کیا حاصل۔ اپنے والد ماجد کی جناب میں بشرط گنجائش والتفات نیازمند کی
شرف سے تسلیم کمدیجئے۔

تاریخ

گفت چون ثنوی نشر تیز . ثاقب تیز فہم و تیز نظر
گشت محمود خلق و گفت امیر . دل حاسد مقام این نشر
امیر فقیر . محرم سنہ ۱۲۸۵ھ

فقیر نواز کموں یا امیر نواز کموں امیر نواز کہنے میں آپ کی ترقی مراتب تو ہی
مگر اپنی نسبت افادت کی اضافت خود نمائی ہی اور وہ بھی جوئی خود نمائی ایسے
کہ برائے نام امیر ہوں اور درحقیقت فقیر ہوں وہ یعنی لغوی یعنی محتاج محض
نہ باعتبار اصطلاح تصوف کہ وہ فقیری ہر امیری پر ترجیح رکھتی ہے گدا ہادشا
ست و نامش گداست۔ بہر کیف فقیر نواز و امیر نواز اس جگہ دونوں یکساں ہیں
لگنا کیا تھا ظلم بیک کر کہ ہر نکل گیا معاف کیجئے اور مطالب کا جواب یلجئے
کہ عنایت نامہ آیا منت پذیر فرمایا۔ اپنی کیفیت ابتدائے سن شعور سے
اب تک کی جو کچھ آپ نے لکھی وہ سب میں نے مکرر پڑھی اور آپ کی
بے تکلف عبارت کے مزے لوٹے حقیقت یہ کہ لڑکپن سے جوانی
تک اس انسان ضعیف البیان کو عجیب عجیب کیفیات میں بسر کرنا ہوتا ہے
کہ طبیعت تو آزادی چاہتی ہی اور مرضی مقید کرتے ہیں مگر ایک تیسری منزل
آتی ہے جس کو بڑھاپا کہتے ہیں۔ بہائی وہ کڑی منزل ہے جو لوگ اس منزل
میں داخل ہو چکے ہیں وہاں کے مصائب وہی جائیں۔ اللہ آپ کی

عمر میں ایسی برکت دے کہ میرے اس مطلع کے مصداق ہو جائے۔
 باقی مذکوئی دل میں الہی ہوس ہے بارہ برس کے سن میں وہ لاکھوں سن
 اور بڑھاپا بھی اللہ آزمائش سے بہر کر دے ہم لوگوں کی طرح ایڑیاں
 نہ رکھیں ایڑیاں رگڑنے کی توضیح اگر لکھوں تو آپ کا وقت عزیز ضائع
 کروں اور یقین تو آئے ہیں اس لیے کہ اس منزل پر ابھی پہنچے ہی نہیں
 لہذا اس افسانے کو چھوڑنا ہوں اور ضروری مطالب لکھتا ہوں کہ مسدات
 مطلوبہ کا مضمون ہیجدا۔ ہدایات متعلقہ شاعری جو آپ مجھ سے پوچھتے
 ہیں "مالویشن گیم گراہیری کینم" ایک مگر گئی مگر آج تک وہ بائیں میں
 آتی ہیں کہ خود بخیر رہتا ہے۔ آپ سے ذہن اور جوہر قابل کے واسطے کچھ
 ہدایت نامہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ماشاء اللہ فکر رسائی جو قسم شعر کہنے
 ابتداء میں کسی ہمداد سے اصلاح لیجئے اس کی مؤانیات سے چند
 روز میں خود راہ راست پر آجائے گا لغزش جاتی رہی گی۔ رہا منزل مقصود
 پر پہنچ جانا یہ بہت مشکل ہے اسباب سب فراہم ہو چکے ہیں عمر سے باید کہ یار
 اید کبنار۔ عروض عربی کے رسائل بہت ہیں بعض چپ بھی گئے ہیں
 معیار الاشعار محقق نصیر الدین طوسی ہا مع عروض عربی و عروض پارسی
 اور اگر عروض عربی زبان عربی میں مقصود ہو تو شرح قصیدہ خزرجہ لکھئے
 اور مولوی محمد سعد اللہ صاحب مرحوم نے عروض باقانیہ ایک متن مع شرح
 لکھا ہے وہ چپ گیا ہے وہاں نسلے تو میں تلاش کر کے بیچ دوں۔ زیادہ
 کیا لکھوں اردو فارسی کسی کوئی غزل مجھ کو بھی بیچ دیکھو کہ دیکھ کر خوش

ہو جایا کروں اور خط لکھنے میں بہت دیر نہ فرمایا کیجئے کہ جی افسردہ ہو جاتا ہوں
اپنے یارانِ انجمن کو میرا سلام اور شوقِ غائبانہ کیجئے محمد احمد سلیم گزار ہیں
کمالِ تعجیل میں یہ چند سطریں لکھیں بے ربطی اور بدخطی کا عذر قبول ہو۔
راقم آتم امیر فقیر عفا عنہ

۳۔ مارچ ۱۸۸۷ء

روحی فد اک۔ ایک پیٹنے کی مجھے ضرورت تھی۔ ایک عرق کا نسخہ اُسکے
بغیر کچھ نہیں سکتا اس نسخے میں آب گذر آب کسیر و آب پیٹھے ہی۔ گاجر تو
اس موسم میں ممکن نہیں مگر کسیر کی تلاش کمال ہو تو شاید مل جائے تو کمال
تلاش مجھ سے کیونکر ہو مجھے تو پینا بھی نہیں ملتا جو ہمیشہ ممکن الحصول ہی خیال
آیا کہ آپ کو تکلیف دوں سرکاری باغوں کا تعلق آپ سے ہو تو آپ باغ بانوں کو
تاکید آفرماویں اور جلد بجا دیں۔ اور اگر آپ سے تعلق نہ تو جن سے تعلق ہو
ان سے کہہ دیجئے یا ان کا نام نامی مجھے لکھئے کہ میں ان کو لکھوں۔ بہر کیف
کسیر و اور پیٹھا دونوں اگر پہنچیں تو سبحان اللہ اور کسیر و نہ ملیں تو پیٹھا جلد
منگو ا دیجئے۔ سو اسیر پانی کسیر و کا عرق میں پڑے گا۔ اور سو اسیر
پیٹھے کا۔

امیر فقیر عفی عنہ۔ ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء

میرے دلنواز۔ مجھے آپ سے مطلق شکایت نہیں بلکہ بدستور
آپ کی محبت قدیمانہ پر بہر و ساہی۔ حجاب ہی تو اپنے تسال کی بدولت ہی
اور شکایت ہی تو اپنی کم نصیبی سے ہے کہ احباب کی خدمت گزار سے

بھی تھا صبر رہتا ہوں۔ مکر وہات کا ہجوم رہتا ہی۔ میرے سفر میں پھر چند روز کا
 توقف معلوم ہوتا ہی اس وقت جو ڈاک آئی اس نے متوقف کر دیا دوسری
 تحریک کا انتظار کرنا پڑا جو ایک مہینے سے کم میں متصور نہیں۔ آپ اشعار مشکوک
 ضرور لکھیں تاکہ اشعار متصرف کی تکمیل ہو جائے تمہیں بیاض پھر کہی دیکھو کچھ فقط
 آپ کا منت پذیر ہونے پر تقریباً ۱۴ ماہ پر مشتمل ہے۔
 مکر یہ کہ اس وقت کی ڈاک سے رکنا پڑا اور نہ تینہ سالان سب ہو چکا
 تھا صبح کو کل قصہ تھا عفت۔ بی بی شمع العروہ اعظم
 مکر ما زاد غنائکم۔ اشعار مشکوک و محتاج نظر ثانی کو علیحدہ تحریر فرما کر دجوہ
 مشکوک لکھ دیجئے تاکہ میں نظر ثانی کر کے پیچیدوں اس کے بعد آپ سے ملوں
 پھر اس مقدمے کے طے ہونے سے ملنے کا مزہ نہیں ہو فقط
 غرق عرق تشویر امیر فقیر ۱۴ ماہ پر مشتمل ہے
 بھی و مکر می۔ سلام سنون دعا اخلاص مشون۔ میں نے سنا کہ کسی نے
 آپ کی ترقی ہوئی اگرچہ تو اس کی مبارکباد لیجئے اور منہ میٹھا کیجئے مینہ
 کرنے کا یہ طریقہ اچھا ہے کہ جس جس قسم کے چاول وہاں اچھے ہوتے ہیں
 وہ توڑے توڑے سے بھجوا دیجئے۔ تمہیں ٹکڑیاں بہت ملتی ہیں وہ ملائی جا سکتی
 اور سال بھر بیٹھے چاول کھا سے جائیں گے پھر بیج کا بھی استعمال زیادہ ہی
 اس کے لیے خالص دودھ کی حاجت ہی اور نہیں میرے یہاں ایک مہینے
 سے نہیں رہی۔ بازار کے دودھ سے نفرت ہی۔ ایک مہینے جو غریب و
 شایستہ قوم کی اچھی کم سے کم چھ سات سیر دودھ دیتی ہوئی اور کمال

صلاحیت و غربت سے گہر میں پل سکتی ہو وہ بھی ادھر تلاش کر دیجائے تو ضرر بہ
 احسان ہی۔ قیمت چالیس پچاس تک دینا منظور ہی نہیں بلکہ مال زیادہ کا ہو
 آپ وہاں مبصروں کو دکھائی جائے گا کہ جملہ محاسن اس میں ہوں طامنی وغیرہ
 عیوب سے بھی پاک ہو۔ غریب ضرور ہو ورنہ مانا میں خود شکرار کو ذکر الہی ہو
 نہیں گی۔ آپ کی روداری سے بیچاروں کے یہاں جو شوق سے پالتے
 ہیں بلجائے گی۔ یا بازاروں میں ہم پہنچے گی۔ یہاں نہیں ملتی۔ بلا سپور
 سوار میں تحصیلدار کو پیشکار کو لکھا تھا اور روپیہ بھی بھیجا تھا دستیاب نہ ہوئی اب
 دیکھا چاہئے آپ کی کوشش کیا نتیجہ دیتی ہے۔ چار پانچ گہڑے سر کے کے بھی
 اچار کے واسطے درکار ہیں میں نے رس رکھوا دیا تھا کہ وقت پر سر کھٹے
 مگر ضائع ہو گیا۔ وہاں بہ آسانی شاید ملجائے ورنہ شاہ آباد سے منگو لیا
 پڑے گا۔ محمد احمد مع اخوان اور لیاقت حسین مع اجباب ما وجب سائیں
 روپیہ چاولوں کی قیمت کا اوہینس کی قیمت کا یہاں فوراً ملے گا میں بھیجیتا
 مگر دو جگہ بھیجا سوار کو بلا سپور کو اور دونوں جگہ سے ہٹ آیا تو خیال ہوا
 کہ شاید روپیہ پہنچا ہی نہ ہو۔ لہذا صرف فرمائش پر اکتفا کی گئی۔

مجموع چاول ایک من پچتہ سے کم ہوں اور ہر قسم کا نام اور نرخ معلوم
 ہو جائے تاکہ جو قسم پسند آئے وہ عند الضرورۃ پھر منگوائے جائیں۔

امیر فقیر۔ ۱۴۔ اپریل ۱۹۴۹ء

مکرم۔ روحی فداک۔ سلام سنون و دعائے ترقیارت روز افزوں
 دو گہڑے سر کے کے پہنچے۔ اور بھی آلیں گے تو ایک ہی باریں کچا کر

کچھ اکر مقطر تیار کیا جائے گا یہ دو سطرین محض بطور رسبہ و شکر کے
 لکھی ہیں کہ ”لن شکرم لازلیدکم“ مجھے یاد ہے۔ خدا کرے عمدہ ہینس بھی بلجائے
 محمد احمد مع اخوان سلام نیاز کنتہیں اور لیاقت حسین بھی۔ مزدوری کما رہی
 کی دیدی گئی۔

امیر فقیر۔ ۲۱۔ اپریل ۱۹۴۹ء۔

روحی فداک سلام منون دعا و اخلاص مشون۔ نامہ دلمواذ آیا
 ممنون فرمایا۔ چاولوں کے منوں میں سے دلبادل غیر مطلوب ہی یہاں بھی
 ویسی بکثرت ملتے ہیں۔ چلکیا..... ایک من پختہ اور پنجوری دس سیڑھی پختہ
 یہ دونوں چاول اچھے ہیں البتہ پہلے سے گراں پڑتے ہیں کئی بار ان تمام
 کے چاول آگے منگوا سے تھے اس زمانے میں اس قیمت سے سے تھے
 بہر کیف اب جو قیمت ہے اس کے حساب سے سب سے چاہیں میں لے بیٹھا ہوں
 مزدوری بار بار داری کی جو قرار پائے اس سے آگاہ فرما بیگا ہینس جب
 کہیں قرار پائے تو شرائط پر تہا مانتا نظر فرما لیجگا۔ ایسا تو کہ بعض شرائط
 کے فوت ہو جانے سے اس کی پرورش دشوار ہو جائے مجھے امید ہے
 کہ آپ کی توجہ نتیجہ بہ نتیجہ دلخواہ ہوگی۔ آخر میں ایک بات بنظر بے تکلفی
 کے لکھتا ہوں کہ بانگی بمعنی نمونہ کو آپ نے دو جگہ اپنے خط میں باندگی باضافہ
 دال مہلہ بعد نمون لکھا ہے حال آنکہ دال اس میں ہینس ہے۔ امید ہے کہ یہ اطلاع
 طبع نازک پر گراں نہو۔ نور چشم محمد احمد کو کئی دن سے تب ہی ماہ ابجن میں
 کم فرصتی سے مسن ہو وقت ہولے طبیعت بگڑ گئی ہے سلام نیاز کنتہیں

سب اطفال ما واجب گزار ہیں۔

امیر احمد عقی عنہ . ۱۵۔ شعبان سنہ ۱۳۰۴ ہجری مطابق

۱۷۔ اپریل ۱۸۸۹ء۔

سرکہ اگر عمدہ اور مقدار میں معتد بہ پیچکا تو فرید منٹ کا ہا عت ہو گا۔
 روحی فداک ۔ چاول آٹے ممنون کیا جن چاولوں کا نمونہ تھا وہی ہیں
 پکوا کر دیکھنے کے بعد زیادہ کیفیت ات کی معلوم ہوگی ۔ میں اس غنائت
 کا شکر گزار ہوں ۔ لیاقت حسین کیس تحقیقات کو گئے ہیں ٹھونڈ ہو الیا ہا
 شاید اگر کچھ لگیں ۔ محمد احمد کو بفضلہ تعالیٰ تہ پر سوں سے نہیں ہی کل سہل تھا
 آج تبریدی سلام نیا ز اور شکر فلاح پری ادا کرتے ہیں نقطہ امیر فقیر ۱۹۔ اپریل ۱۸۸۹
 ۴۴ ربار برداری کے دئے گئے چاول وزن میں پوسے آتر سے پھر پلٹ کر
 وصول ہوا ۔

روحی فداک ۔ سلام سنون دعا مشون ہینس اگر ذرا بھی شری ہوئی کہ گھر میں
 نہ پل سکی یا دودہ دھوانے میں راگ لائی تو مجھے واپس کرنا مجھوری ضرور پڑیگا
 اور اگر دودھ کے مقدار میں متعین مشروط سے پاؤ بھر آدہ سیر کی کمی ہوئی تو ہرگز
 واپس نہوگی ۔ اور یہ امر کہ وحشت کرتی ہی یا نہیں اور دودھ آسانی سے دھوئی
 ہی یا چکتی کو دتی ہی اور آدمیوں سے گہرائی ہی اور سفید پوشوں سے ہاگتی ہی یا نہیں
 دو تین دن وہاں پلنے سا منے امتحاناً بند ہوا لینے اور پلنے حضور میں دھوا لینے
 میں معلوم ہو سکتا ہی ۔ زیادہ تفصیل آپ سے کرنا لقمان کو حکمت سکھانا ہی ۔
 آپ خود غور فرمائیے گئے تو وہ عیوب جنہر صبر کرنا نہیں ہو سکتا اور وہ محتاج

جن پر جبر کرنا آسان ہی متمايز ہو سکتے ہیں۔ سرکار کہا ہی اور اگر سرکار باسانی مل سکتا ہو تو کچھ افسانے میں انتظار کیا جائے ورنہ مقطر اسی کا بھو الیا جائے۔ محمد احمد مع اخوان ما و جب رساں ہیں۔ امیر فقیر ۲۹۔ اپریل ۱۹۰۸ء۔

ملاؤ اینیس کی زیادہ قدر رمضان میں ہی اگر جلد دو تین دن میں بچائے تو بہتر ہی ورنہ پھر زیادہ توجہ بیکجائے اس لیے کہ بعد رمضان برسات میں استعمال دودھ کا کم کر دیا جاتا ہی اور خیر بر شگال تک میری حملہ کو اینیس بچہ دے گی نئی خریدنے کی ضرورت نہو گی مگر یہ کہ دھونے کو میرے یہاں بھی گھوسی آتا ہی یہ گمان نہو کہ ماہ میں دوہتی ہیں البتہ اور سب خدمتیں شبانہ۔ روزنامہ میں کرتی ہیں گھوسی دودھ کر چلا جاتا ہی فقط۔

گرامی گوہرا۔ مجھے اس وقت آپ کے والد ماجد کی رحلت کی خبر معلوم ہوئی اور کمال صدمہ ہوا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون گستاخ اس داغ کا کوئی مرہم نہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو سایہ رحمت میں جگہ دے اور اعقاب کو بصیر اور توفیق ایصال ثواب عطا کرے اس سے پہلے ایک تحریر آپ کا کوئی مکان پر سے لکھا تھا میں نے اس کے پاتے ہی جواب لکھا مگر پچھوہ آدمی نہ ملا اظلاعاً لکھا گیا کہ آپ کو گمان جواب قلم انداز کرنے کا نہو میں بیماریوں اور بیمار داریوں کی کاہشوں سے نجات نہیں پاتا۔ خدا اہم فرمائے۔ مشعلہ شاعری کا بالکل بیہوش ہوا ہی اس سے آپ کا نکلا میری کہہ ہی نیست میں بقدر امکان مصروفی ہی۔ سب اہل دفتر ما و جب گزار میں فقط امیر فقیر ۲۰۔ صفر ۱۳۲۸ھ ہجری

عنایت فرمائے من۔ سلام سنون اخلاص مشون۔ کل ایک خط جس میں
 آپ کی غزلیں بتیں روانہ کر چکا ہوں آج اپنی غزلیں اردو جو دیوان قلمی میں
 قریب ہیں اور چند شعر اس میں اب بڑھا دئے ہیں اور فارسی غزلیں جو اس کم
 فرصتی میں محض آپ کی خاطر سے باوصف کم مشقی کے کہی ہیں بھیجا ہوں۔
 فارسی زمین سست ہی۔ عربی اور حافظ شیرازی کی غزلیں بھی ان کے مرتبی
 سے گری ہوئی ہیں بہر کیف زمین کے پیانے کے موافق شعر ہو سکتے ہیں
 اور شاعر کا کیا اختیار ہی۔ شاعر سے کے بعد رنگ مشاعرہ کہ کس کی غزل کیسی
 رہی کون پہولا پہلا کس کے ہاتھ میدان رہا ضرور مفصل لکھئے گا۔ آپ کے
 ان خان کو ما واجب فقط

امیر فقیر ۱۵ دسمبر سنہ ۱۳۰۶ء

مجھ سے زیادہ مجھ پر مہربان میرے قدردان سلامت۔ سلام محبت لیا
 محبت نامہ آیا اس سے پہلے دو اخباروں کے حاشیے پر جو کچھ آپ نے لکھا
 تھا ان کو دیکھ کر ہی میں نے مزہ اٹھایا تھا اور چاہا تھا کہ جواب لکھوں مگر خیال
 تھا کہ گاہے چپکے آتا ہو گا اس کے بعد لکھوں گا مگر بعد اچھہ کم فرصتی کچھ موسم
 کی سردی کچھ بڑا پائے کی کاہلی کو بھی کوتاہی میں دخل ہی۔ امید ہے کہ آپ متا
 کریں گے کچھ ناز انجمن بہر چہ سے شکفا تہ۔ میں کاف کا سکون بے تکلف جائز
 بلکہ فصیح ہی۔ البتہ مثال اس وقت یاد نہیں۔ پھر بہجہ و نچہ۔

امیر الفات کا پہلا حصہ پانچ سنہ حال میں تیار ہو گا۔ اگرچہ طابع
 فوری میں چھاپ چکنے کا وعدہ کرتے ہیں مگر مجھے امید نہیں ہے۔ تقریظ

لکھنے کے قصد نے شکر گزار کیا۔ مگر کتاب کے آٹھ حصے ہونگے تقریباً
 تو آخر میں ہوتی ہیں حصے چپ چپکے جس کو پہنچیں گے سب کو پہنچا کر کے پکایا
 دو جلد کو لے گا پھر سچ کی تقریظیں کی ہونگی غالباً نکل جائیں گی۔ اور اگر سب تک
 تو بے موقع رہیں گی۔ لہذا میری رائے ہے کہ حصے لکھنے کے بعد ریو یو
 کہ وہ درحقیقت تقریظ ہی پر لکھے جائیں۔ بہت سے اجاب خصوصاً
 صاحبان اخبار ریو یو لکھیں گے اور میں سب کو جمع کر کے دوسرے حصے
 کے ابتدا میں لگا دوں گا۔ ریو یو جب حصے کو دیکھا کر لکھا جائے گا تو بہت
 ٹھیک ہو گا۔ میرے مکرّم جناب قاضی ممتاز حسین صاحب کی خدمت
 میں یہی پرچہ پیش کر دیا جائے فقط امیر فقیر۔ اطفال تسلیم گزائیں۔ مراد آباد
 کب تک آتا ہو گا۔ خدا آپ کے ارادے کو جلد قوت سے فعل میں لائے
 اور کارخانہ تجارت میں جس کا ارادہ ہی برکت سے۔ کنندہ سارا ابھی ہوئی
 سین اور منہ بیٹھا ہونے کا شوق ابھی سے ہی۔ گلہ ستہ نہ چپا تو کچھ ہچ
 نہیں غزلیں بغیر چپے بھی مشہور ہونے والی مشہور ہو جائیں گی اور میری
 غزلیں تو کچھ بیٹیں ہی نہیں انکا تو نہ چپنا ہی اچھا ہی۔

اعلیٰ اللہ شاکم۔ پوسٹ کا۔ ڈکے جواب میں تاچرا اس وجہ سے
 ہوئی کہ شگفانہ لبکون کا ف فارسی کی سند تلاش کرنے کا خیال
 رہا مگر بنور نہ ملی تھی کہ شہنہ آیا اور بدلا ہوا مصرع پایا۔ آپ نے بہت ہی
 خوب کیا کہ مصرع بدل دیا۔ خدا جانے سند ملتی نہ ملتی۔ بیع کا مل کی
 فروخت نہیں ہے۔ میں نے دیکھا ضروری مگر یاد نہیں کہاں دیکھا ہی خیر

اب وہ قصہ ہی مٹا۔ احتیاط ہمیشہ اچھی ہوتی ہے۔ شبہ کی بات سے جہاں تک ممکن ہو بچنا ہی چاہئے۔ شنوا بسکون نوں کہاں ہی یہ تو میں نے کیس نہیں دیکھا بھرکت نوں ہی چاہئے۔ حضرت اسنادی ایمر مرحوم کا کلام بہت ہی مگر ابنے چہاہہ خانوں میں ہی نہ دکانوں پر ہی۔ لکنئیں بعض کتب فروش ایسے ہیں کہ فرمایش کی جاتی ہی تو کہیں سے تلاش کر لاتے ہیں اوقیت زیادہ ملتے ہیں۔ میرے پاس مطبوعہ کلام اکثر ہی مگر دفتر لغت میں کام دیتا ہی مگر کوئی نسخہ ہوتا تو میں تحفہ بھی دیتا۔ زیادہ سوانح اخلاق گرامی کے کیا لکھوں۔ اطفال تسلیم رسان ہیں اور اجاب بھی۔ مگر می جناب قاضی صاحب کی خدمت میں سلام نیاز۔ میں نے ایک خط جناب موصوف کو لکھا تھا خدا جانے پہنچایا نہیں

ایمر منت پذیر۔ فروری ۱۳۹۶ھ

میری کوتاہ قلبی پر نظر کیا کیجی میں پیرانہ سالی پریشاں حالی کم فرصتی کا ہلی سے بہت ہی نکما ہو گیا ہوں آپ کے خط آنے سے بہت ہی دل کو توت ہوتی ہی شنوا بسکون نوں اگر کلام میں ہو تو بدل دیجئے۔ مولوی صاحب ایمر اللغات کا پہلا حصہ نصف چپ چکا ہی فروری میں تمامی کی امید ہی شاید پانچ میں نکلے گا یہ بتا رکھئے کہ کتنے نسخے بکوا دیں گے زیر باری بہت ہوئی ہی۔ اجاب سے توجہ کامل کی امید ہی قاضی صاحب بھی متعدد ہوں اور آپ اپنے دوستوں کو بھی آمادہ کر کہیں غفر پب اشتراک لایم جو نگا۔ فرست تالیفات حضرت استاد مغفور ملفوف ہے۔

مولوی سید محمد فوح صاحب بیس مچھلی شہر ضلع جو پٹنور کے نام

دلنوازا میر فقیر محی شہید۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے تندرست رکھے
اور جمعیت و طمانیت دعاوار عطا فرمائے۔ آپ کی تحریر سعادت خیر مدت کے
بعد نظر افروز ہوئی جیسا میں اس کے پانے سے خوش ہوا ویسا ہی اس کا
مضمون دیکھ کر مغموم بھی ہوا۔ آپ کی پریشانیوں، آپ کی زیر باریاں، زیارت
کے اندرونی جھگڑے اور اس پر نصیب اعدا آپ کی طبیعت کی نادرستی
یہ سب باتیں اور خصوصاً آخر کا مضمون ایسا تھا کہ مجھے بہت ہی چین
کر دیا۔ میں تو قدیم سے آپ کا داعی خیر ہوں۔ سوائے دعا کے صحت و شفا
کے کیا اختیار ہے۔ عجیب الہ عوات سے امید ہے کہ قبول کرے۔ اور آپ کو صحت
کے ساتھ پوری طمانیت حاصل ہو۔ میں تو گویا دائم المرض ہو گیا ہوں جس نزل
کے دوروں کا سلسلہ چلا جاتا ہے اور پریشانیوں و قرضداریاں اس پر مترا
ہیں بہر حال اللہ کا شکر ہے کہ آپ لوگوں کے حق میں دعا کرنے کے لیے زندہ
ہوں۔ دفتر امیر، اللغات بے سرمایگی سے ابتر ہو گیا تیسرا حصہ مدت سے
تیار ہے۔ طبع کا سامان بہم نہ پہنچنے سے بے تہ بند ہا رکھا ہے۔ اس کا دوسرا
حصہ اور صنف خانہ عشق کل آپ کے نام روانہ ہوگا۔ نو چشم محمد احمد خیریت
میں سلام عرض کرتے ہیں۔

امیر فقیر - ۵ - اپریل - رامپور۔

مجھی حضرت شہید سلمہ اللہ التقیر۔ خدا آپ کو فائز المرام و شاد کام رکھے
امراض متضاد کے حملوں سے ایسا چور ہو گیا ہوں کہ لکھنے پڑھنے میں قوت
ہوتی ہی۔ جواب آپ کے کارڈ کا اسی وجہ سے اب تک نہ لکھ سکا۔

بہرنا اور تہ نائیں آپ کی رائے صحیح ہی۔ میرے ایک شعر کا مصحح تھامس
تیراک پانی چیر کے سن سنے نکل گیا۔ میرے استاد مرحوم نے پیراک بنا دیا تھا
نمونہ امیر اللغات پہنچ گیا ہوگا۔ اپنی رائے رزیں سے تفصیل اطلاع
بخشیں۔
فقیر امیر۔

دنوازا امیر فقیر۔ سلام منون اخلاص مشون و دعاے اجابت مقرب
لوچر چشم مجھرا حمد۔ نے آپ کے خط کا جواب شاید کل بھیج دیا ہی۔ کج آپ کی دوسری
تحریر نظر فرما فرمائی مولوی محمد حسین صاحب آزاد کو امیر اللغات کی نسبت
آپ نے ناحق تحریر فرمایا۔ پیچہ جواب آئے اس سے مجھے بھی اطلاع درجنگ
برخوردار سہل کی تحریر سے لکھنؤ کے مشاعرے میں آپ کی گہرا نشانی و
شرکت کا حال معلوم ہو کر خوش ہوا۔ آپ موبد من اللہ ہیں۔ حسرت ہوئی
کہ میں نے اپنے کانوں سے آپ کا کلام فصاحت الیہام آپ کی بانی
نہ سنا والد دعا

امیر فقیر۔

مجھی و شفقتی حضرت شہید۔ خدا آپ کو تندرست خوش رکھے الحمد للہ
کہ اس خط میں آپ نے اپنی صحت کا مزہ لکھ کر مجھے مطمئن و مسرور کیا۔
خفیف شکایتیں انشا اللہ جلد جاتی رہیں گی۔

نوح پشیم لطیف احمد نے آپ کی تحریر مجھے رکمانی۔ دامن گچھیں کی
روفتی آپ سے رنگین کلاموں کی بدولت ہی امید ہے کہ پہلے حسب طرح ہر نمبر
میں الزاماً آپ اپنے گہرائے افکار سے اس کا دامن بہرتے تھے اب
بھی محروم نہ رہیں گا فقط

امیر فقیر

دلنواز قدردان فقیر امیر حضرت شہید سلیم سنون اخلاص مشحون بحقیقہ
اشفاق نوح پشیم لطیف احمد اختر کے نام اور نامہ اخلاق میرے نام آیا۔ حد
سے زیادہ مسرت ہوئی۔ اس سے زیادہ کیا عنایت ہو سکتی ہے کہ باوصف
رہجوری و معذوری آپ نے غزل کی فکر فرمائی۔

میں نے لطیف احمد سلمہ کے خط میں سری لال پیدائے لال کے یہاں
سے عوق منگو کر استعمال کرنے کو لکھوا دیا تھا۔ آپ ضرور استعمال
کر رہے ہوں گے۔ میں ان کے یہاں اس عوق کی شیشیاں بھی ہیں۔ ترکیب استعمال
اسی شیشی کی ہوتی ہے اکثر شہ نہیں بنتی ہے اور کسی قسم کا حشر نہیں کرتی۔ چار
مہینے کے پنچے سے لیکر چھوٹے تک میں نے استعمال کرایا ہے۔ بار بار تپ
کا آجانا چاہا نہیں ہے اس کے اظہار کی فکر ضروری ہے اور یہ عوق میرے بھرنے
میں ہے کہ کبیر کا حکم کتابی و اسلامی

امیر فقیر۔ ۳۰ جنوری ۱۹۵۶ء۔ رامپور

۱۵۔ اپریل ۱۹۵۶ء

دلنواز امیر فقیر حضرت شہید سلیم اللہ القدر۔ سلام سنون اخلاص

مشحون بہ شدائد مرض عمر بول و جس بول سے اوقاف میں سخت اشتعال ہی
 ضعیف پیرانہ سالی کو خستہ حالی نے اور قوت سے رکھی ہوئی سبب ہے
 کہ اجاب سے بھی رسم و راہ خط و کتابت ترک ہو گئی ہے۔ آپ کی محبت اور
 عنایت کا خیال تو اکثر رہتا ہے مگر خط لکھنے کا اتعلق بدست نہیں ہوا۔ آج
 محمد احمد سے آپ کی خیر و عافیت سن کر فی الجملہ تسکین ہوئی مگر جو حالات
 اپنی پریشانی کے اجمالاً آپ نے لکھے انہوں نے میرے دل و دماغ کو
 بہت دکھایا۔ علی الخصوص سرمایہ تنہا کج افکار کا جو نپور سے گم ہو جانا سنگھ
 مجھے ایسا قلیق ہوا کہ اس کے بیان کو لفظ نہیں ملتی۔ خدا جانے کس بیدار نے
 یہ ظلم کیا۔ اتنے بڑے دیوان کا چوری جانا سمجھ میں نہیں آتا کچھ تفصیل تو
 لکھنے کی کیا غضب ہوا۔ آپ سے نامور شاعر کا کلام کسی دوسرے کے
 کام کیونکر آسکتا ہے یہ بھی لکھئے کہ خدا نخواستہ اس کلام کے ملنے سے یہاں
 ہو گئی یا احتمال باقی ہے اور در صورت نہ ملنے کے کچھ سوداات ایسے ہیں جن سے
 پھر ترتیب تبیض ہو سکے یا نہیں۔ خدا کرے وہی دیوان مل جائے ورنہ
 آپ ہرگز ہمت نہ ہارئے اور سوداات سے جس قدر ممکن ہو پھر جمع کر لیجئے
 ایسے ریزہ ہائے جو اہر کا تلف ہو جانا آپ کے اجاب پر نہایت شاق ہی
 میرا دل تو یہ خبر سن کر بہل ہو گیا۔ زیادہ اس وقت کیا لکھوں۔ یہ چند سطریں طبیعت
 پر جبر کر کے لکھی ہیں میری کوتاہ فہمی پر نظر نہ فرما کر کہی کسی مجھے اپنی خیر و عافیت
 اور صحت و سلامت سے مسرور کیا کیئے تو کمال احسان ہے۔
 تکملہ التماس یہ ہے کہ غدر میں میرا بھی کلام جس قدر اس زمانے تک مرتب

ہوا تھا اور میں نے اسکو خوشنویس سے نہاوا کر مٹلا اور مذہب کرایا تا سب تلف ہو گیا مگر کچھ اپنی یاد سے کام لیا اور کچھ چھ موزوں کیا کہ مراد العذب کی صورت بندھی اگرچہ ہزار ہا شعر یاد نہ آیا۔ اس کے لکھنے سے غرض یہ تھی کہ آپ بھی بالکل اس دیوان سے قطع نظر فرمائیں اور کوشش کریں کہ کچھ یادگار باقی ہو۔

آپ کا منت پذیر حسرت خیمہ ویاس تصویر
امیر فقیر۔

مولوی نور الحسن صاحب۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔
خلف اکبر حضرت محسن بھکا کوروی کے نام

دفتر امیر اللغات۔ ریاست رامپور

۸۔ اگست ۱۹۱۷ء

سراپا رشد و سعادت محترم علم و لیاقت عزیز از جان مولوی نور الحسن کو
امیر فقیر کے جی سے بے اختیار نکلتی ہوئی دعائیں۔ آج ہزا د آیا۔ آشوب
چشم کے سبب سے میں دیکھ تو نہ سکا مگر تمنا۔ یو یو امیر اللغات پر پڑ ہوا کرنا۔
اس حیثیت سے کہ تم نے اپنی ساری خاطر کی تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس
نظر سے کہ تم نے بہت ہی نازک خیالی کے ساتھ۔ یو یو لکھا آفریں و مر جا کتا ہوں
چشم باز تو تم نے تو امیر اللغات کے بعض بعض و حسن ملک کو دکھا دے
جتنی نسبت میرا خیال یہ تھا کہ جو اس کام میں مصروف ہیں صرف انہیں

کئی نگاہ میں ہیں۔ خدا ہمیں بہت بڑی مرحمت ہے۔ تمہارے علم و لیاقت کا ملک میں دنیا کیجے اور بہت بڑا صاحب اقبال کرے۔ آمین۔
تمہارے سہو الونگا جواب حسب ذیل ہے:-

آری، میرے نزدیک ہندی ہی اس لیے کہ عاری نچ و تنگ و عاجز کے معنوں میں فارسی عربی میں کہیں نظر سے نہیں گزرا ہندی میں تو عین سے لکھنا خلاف اصول ہی ہندی میں عین کہاں۔

مسالہ معلوم ہوتا ہے کہ مصالح کا ہند ہی جو عربی میں مصلحت کی جمع ہی اور فارسی والے ہر چیز کی تیاری کے لوازم اور ضروریات کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور یہی محل استعمال ہندیوں کے یہاں ہی ہے جیسے عمارت کے لیے چونا سرنخی وغیرہ تالیف کے لئے وہ کتابیں وغیرہ جن سے اس تالیف میں مدد مل سکے۔ کپڑوں کی رونق اور چمک دمک کے لیے گونا گونا پٹھا بنت کناری کمانے کے لیے ٹونگ، الایچی، دہنیا، مرچ۔ بال ہینیکا

مسالہ محرم کا مسالہ مسالے کا تیل دلی والے اصلی کی طرف جاتے ہیں مگر چونکہ زبانوں پر مصالح نہیں ہیں یعنی یہ کوئی یہ نہیں بولتا کہ گوشت کا مصالح پیس لیا، گرم مصالح ہو گیا کرتی میں مصالح کم پڑا۔ اب کے محرم کا مصالح ہم کو نہیں دیا۔ اس لئے میری رائے ہے کہ اردو میں جو بولتے وہی لکھیں جس طرح مسالہ بولتے ہیں اسی طرح لکھا بھی جائے۔ اور یہی مشرب متوسطین و متاخرین شعرا لکھنؤ کا ہے۔ جیسا رشک نے اپنے لغت میں لکھا ہے "مسالہ" میم مفتوح سین مملہ و لام بالف کشیدہ

ضروریات ہر چیز باشد کہ ہذا ضروریات رونق ولذت آن چیز نشود ظاہر
 این لغت از مصالح باشد اور ہی کی تقلید جلال نے بھی اپنے لغت بخش فیض
 میں کی ہے۔ نیز مرحوم نے بھی یہی مشرب اختیار کیا ہے۔
 نمک چتر کرنے کو مانگے جراحہ دل پر جو دیکھے آپ کو باغ کا سالاسا
 کا لاسانپ اور بالاسانپ زمین ہے۔ اور جان صاحب کے ایک شعر ہے
 یہ بھی پتا چلتا ہے کہ محلات لکنو میں بھی یہی بول چال تھی
 لے جان ایسا چاتی سی پٹیا پیچ کر انگلیا کا میری سالیسا لسل گیا
 نقشی ولایت علی خان صاحب صفی پوری کے ناظم

غیر از جان اقبال نشان سخن آفریں و سخن دان سلکم اللہ المنان - دہا
 سر ہنری نشانی و سخن روی دارین کے بعد مدعا نکلیں کہ آج کتابوں کی
 ترتیب اور دفتر کی تہذیب میں مٹاے دو خط سرت خط اور ایک مجموعہ
 ثنائیات ملے جس کا نام تجا نہ ابدی ہے ملا اور میں نہایت محبوب ہوا کہ مبینوں
 کے بعد خطوط کا جواب اور کتاب کی رسید لکھنے کی نوبت آئی۔
 بات یہ ہے کہ جن مکانوں میں سالہا سے درازے میں اقامت گزریں تھا
 دفعتاً وہ مکانات مجھے چور نا پڑے اور سبب سبب متفرق جا بجا غزلان
 واجباب کے مکانوں پر پہنچا گیا اس سینے کے مکان کو بیع سہر دست
 مل نہ سکا اب جو سکن قرار پایا وہاں سب مقاموں سے اسباب
 منگوا کر بے ترتیب و بے تہذیب رکھ دیا گیا۔ بہت سے اجاب

اور اصلاح طلب کلام جو ملک نزدیک دوز سے بکثرت آتا ہی لکھا جاتا ہے
 اور دفتر و کتب خانہ کی تہذیب ہو رہی ہے۔ اشعار الاشعار کا ایک پتہ
 نہیں انجانہ ابدی کو میں نے بنظر ہمسایہ دیکھا اور تمہاری طباعی کامزا
 اٹھایا۔ کیا اچھا کلام ہی اور بیان مقاصد میں کیا حسن انجام ہی۔ ہارکشا
 فی عمر کم۔ متنا کلام دیکھ کر متا سے دیدار فرحت آثار کی آرزو ایک
 سے ہزار ہو گئی۔ افسوس کہ مجھ بعض امراض لازمہ کی وجہ سے سفر کی
 قدرت نہیں ایک عمر ہو گئی کہ وطن کو جانا نہیں ہوا اور نہ میں خود اگر تھے
 ملتا اور بالمشافہ متا سے کلام کی داد دیتا۔ تم اگر چلتے پھرتے رہتے ہو تو کبھی
 ادھر بھی آنکھوں تک حسرت دیدار میرے دل میں نہ رہ جائے۔ اشعار الاشعار
 میں کیا ہی اور وہ بھی فارسی زبان میں ہی یا اردو۔ اگر فارسی ہو تو کچھ کلام
 اردو بھی ہیجو اور حبقدر کلام تمہارا مطبوع ہوا ہو اس کو مرتب کر کے قالب
 طبع میں جان ڈال دو۔ نجانہ ابدی کے دیکھنے سے ثابت ہو گیا کہ حسن تنہا
 طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بہا رہی۔ اہل سخن کو اسکا بھی شکر گزار ہونا چاہئے
 جنہوں نے یہ تمہاری ثنویاں چھپوائیں۔ مجھے اسکا نام تو اس وقت یاد نہیں
 آتا اور وہ ثنویاں اس وقت پیش نظر ہیں مگر خیال آتا ہی کہ اس مجموعے
 کے دیباچے یا خاتمے میں ان کا ذکر ہی عند الملاقات میری طرف سے
 ان کو سپاس گزاری کے ساتھ سلام کہنا۔ لکنو کی بربادی اور غار
 اور شہر فار کی پریشانیوں لائق دعا تھی ہیں منجملہ انہیں کے آپ کی
 شکستہ حالی کا تصور بھی سو ہاں وح ہی۔ حق تعالیٰ جزائے صبر و توکل

حظا قریب آئے اور پھر زمانہ جمیعت خاطر لائے۔ سعید سرمد محمد احمد کو ناواقفی نے آپ کی ملاقات سے محروم رکھا افسوس۔ وہ مع سب برادران کو یک کے سلام نیاز کرتے ہیں۔ اس وقت انہیں چند سطروں پر خط کو تمام کرتا ہوں۔ جواب آنے کے بعد بہت کچھ لکھوں گا۔ اپنی تالیف مطبوعہ و غیر مطبوعہ کی فہرست مفصل ضرور بھیج فقط۔

ریاست رامپور

۸۔ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ ہجری روز پنجشنبہ

گرامی گوہر معنی پرورد سلیم اللہ الاکبر۔ سلام سنون اخلاص و عاشقون مختصر سا کلام جو آپ نے اپنے رواوین سے نقل کر کے بلا انتخاب پہنچا رمضان کی وجہ سے میں ابی اس کو پورا نہ ہین دیکھ سکا مگر بجا سے دیکھا تو میری نظر میں سب منتخب قرار پایا۔ اتنی آپ جو بہر قابل ہیں اور ہر رنگ میں مذاق آپ کا بہت اچھا ہی کیسی کیسی مشکل زمینوں میں آپ نے نعت کی غزلیں کہیں ہیں کہ ان زمینوں میں شاعر سے عاشقانہ شعر بھی مشکل سے نکل سکتے ہیں بارک اللہ فی عمر کم۔ فہرست آپ کی تالیفات کی بھی معلوم ہوئی۔ خداوند تعالیٰ ایسا سامان کرے کہ یہ سب نتائج افکار باحسن عنوان نظر افروز چشم مشتاقان ہوں۔

آپ کے چھوٹے بھائی محمد یعقوب علی خاں مرحوم کی جوان مرگی گئی جو صدمہ میرے دل نے اٹھایا اس کے بیان کو الفاظ نہیں ملتے آپ اپنا قلوب جہ قدر لکھیں بجا ہی۔ حق تعالیٰ اس مغفور کو غرق دریا سے رحمت

فرمائے اور آپ کو صبر اور جزائے جبر عطا کرے۔ ایسی حالت ضعف قلب وضعف بصر میں آپ نے میرے واسطے اس کلام کی اپنے دست و قلم سے لکھنے میں تکلیف اٹھائی اس تکلیف نے مجھے راحت تو پہنچائی مگر شرمندہ بھی کیا۔ یہ وقت تصدیق دینے سے شرمسار بھی ہوں اور اس عتاب و محبت کا شکر گزار ہوں۔ کیفیت صومی زیادہ لکھنے نہیں دیتی۔ یہ چن ب سطر ہیں بطور رسید لکھ دی ہیں۔ استعار الا شعراء دیکھنے کی نوبت ابی نہیں آئی انشاء اللہ دیکھونگا اور اس سے بھی لذت اٹھاؤنگا۔

امیر فقیر

ریاست پراچین

۱۸۔ اگست ۱۹۰۷ء

سعید و رشید ازلی سلم اللہ الولی۔ سلام بخون اخلاص مشون۔ دیر آپ کی خیریت کا انتظار تھا کہ اللہ کہ نامہ مہربانی آیا مزہ خیریت کے ساتھ ایک تحفہ دل پسند لایا۔ میں آپ کی سعادت و محبت کا شکر گزار اور آپ کے حسن لیاقت سے نہایت خوش ہوں۔ کتاب نور ہاں کہیں ہے سہری نظر سے جا بجا دیکھا۔ آپ کی بلند حیالی اور سخن آفرینی کی شان ہر جگہ سے نظر آئی انشاء اللہ بالاستیعاب دیکھونگا اور پورا لطف اٹھاؤنگا۔ میری طرف سے کوئی نقلی ہجوہ بخوری بیشتر ہوئی ہے مگر یہ یاد نہیں آتا کہ آپ کی کوئی تحریر آئی ہو اور اس کا جواب قلم انداز ہوا ہو۔ آپ نے جن دو خط لکھا جو اب ہمیں پایا وہ یقیناً مجھے نہیں پہونچے۔ میں ہمیشہ آپ کے حفاظ

سے امید رکھتا ہوں کہ اپنی خیریت و کیفیت سے جلد جلد مطمئن و مسرور کرتے
رہیں گے سب اعزہ و احباب و اطفال ما و جیب گزار میں تھیں وہ آپ کا
(مشہد کا آمد کا) آیا تھا اس کی رسید میں پاسنامہ شریف پیش قصیدہ
میں نے ہی وقت روانہ کیا تھا معلوم نہیں وہ آپ کو پہنچا یا نہیں۔
امیر فقیر۔

فصح الملک نواب مرزا خان صاحب اغ دیہی کے نام

میرے پرانے یار چرانے نگہداشت حضرت اغ سادات نے خداوند تعالیٰ
کو مافیومآپ کے اعزاز کو بڑھائے اور اس فن کو چمکائے۔ ملک کو آج کی
قدر ہو یا نو میری نظر میں تو جس قدر ہی اس کو آپ کا دل بخوبی جانتا ہو گا۔ آپ
حاسدان کو تہ اندیش کا کچھ خیال نہ کریں۔ ارباب کمال خضہ صفا وہ جن کے
زمانہ کچھ موافقت کرتا ہی ہو یا نہ محسوس ہو کر رہے ہیں۔ محمود ہونا سرمایہ ناز و فخر
ہی حاسد ہونے سے خدا محفوظ رکھے فقط۔

یادآوری کا منت ہریر

امیر فقیر۔ ۲۶۔ جولائی ۱۸۹۲ء

روحی خدا کا نوافش نامہ آیا۔ ممنون فرمایا دونوں خبریں جو آپ نے
سنی ہیں صحیح ہیں خلعت والی تو پوری و پوری ہے۔ وہاں کسی بھی ہمتی
ہولی نورانیوں کا بھرہ جس کی تائید میں آپ کو مرزا علی بن شہ صاحب

جو پرسوں ۵ نومبر کو دئی جانے والے میں معلوم ہوگی اور بہت سے اجناس
 سے آپ سب گئے جو سب آپ کی خوشی کے باعث ہوں گے۔ میں
 لکھوں تو خط دفتر ہو جائے اور ایک وقت میں لکھ بھی نہ سکوں فیروز کو سلام
 لکھوں گا اور مامست بھی کروں گا اعتقاد تو ان کا آپ کے ساتھ حب سے پڑھا
 ہوا ہی اور خود ان کو ابھی آیا کیا ہے جو بد اعتقاد ہوں گے خدا جانے کن حالات
 میں ہیں جو خط نہیں لکھا یہاں بھی ایک ہفتے سے تحریر نہیں آئی۔ آپ کی
 پریشانی اور حیرانی سے جو تعلق پیدا سکودل ہی جانتا ہی میں بھی اس حالت میں
 ہوں کہ خدا رحمت فرمائے تو بیڑا پار ہو۔ پانسو روپے ماہوار کا خرچہ اور سو
 کی آمدنی ہر صلیبت خدا شپاں سے اب تک تین ہزار روپے کے
 مصارف آمدنی سے علاوہ بڑھ چکے ہیں اپنی بساط کیا تھی انہیں سات
 مہینے میں حیثیت بھی مٹ گئی قرض داری بھی بڑھ گئی خدا ہی سبکدوشی
 کا سامان کرے۔ افسوس ہم سب مسافروں کو کیا بے محل شام ہوئی ہے
 تہمہ خط میں آپ نے لکھا ہے کہ یہ پرچہ نشی صاحب کو دے دیجئے گا حالانکہ
 کوئی پرچہ ملفوف نہیں شاید سمو آویں رہ گیا اب بیج دیجئے وہ آپ کو بہت
 یاد کرتے ہیں اور مجھ سے زیادہ ان کو یہ گمان ہے کہ آپ خوشحال ہیں۔ مجھ سے
 آپ کی کیفیت سن کر متعجب اور متاسف ہوئے میرے سب اطفال
 تسلیم گزار ہیں۔ آپ مجھ کو جب تک میں یہاں ہوں خط لکھا کیجئے۔ میری
 تواریخ روانگی بوجہ موانع چند در چند ہلتی جاتی ہے حیثیت الہی سے کسی کا
 زور نہیں چلتا۔ اوست سلطان ہرچہ خواہاں کند۔ میرا سلام نیاز بکمال

اخلاص نواب احمد سعید خاں بہادر قبول فرمائیں آپ کے اخوان گرامی
شان کو سلام سنوں دعا مقرون۔

میاں کبھی کسی مزار پر انوار پر جانا ہو تو ذرا اس سید کا رک کے حق میں
بھی دعا کے حسن ختام کرنا ہر نفس نفس واپس ہے۔ دیکھا چاہئے کیا
معاملہ پیش آتا ہے

کیا کہو کچھ کوئی جھٹھرتین چوچیدگا میر بہ کیوں نہ بگڑتی ہوئی باتوں کو بنائے
امیر و لیکر حسرت خیمہ یا س تصویر۔

میرے پرانے یار نگسار حضرت داغ سلامت سلام اخلاص بنیا
انضمام۔ پہلا نوازش نامہ ۱۶۔ ذی الحجہ کا لکھا ہوا اور دوسرا عنایت نامہ
۲۲۔ ذی الحجہ کا تحریر کیا ہوا دونوں تھوڑے بھرے سے فصیح سے آئے
تخریجے والی تاریخ میں آپ نے جو صلے سے متعلق کیا کیا لطیفے لکھے
کہ جی خوش ہو گیا میں ایسے تخریجے کی تاریخ نہ کہتا تو ایسے لطیفے کیونکر
سننا۔ دوسری تاریخ اس دور سے جلد بھی کہ شاید پہلی تاریخ تخریجے کی وجہ
سے پسند نہ آئے۔ برخورداراں کا مرگارا اور شاگرداں سعادت اطوار

یہ اشارہ ہی تاریخ کی طرف ہے جو حضرت شمس مہاراجہ متاب داغ کے طبع میں فرمائی تھی
جس کا مدھل آخر یہی عشا ہو نکالیں جو صلے متاب داغ سے۔ تاریخ صرف لفظ
متاب داغ میں ہے جس میں سے جو صلے کے مدھل کر تعمیر جاری کیا ہو وہ سنہ ۱۱۸۵
نکالے ہیں۔

جو تار بچیں بچیں وہ آپ کے پسند کرنے سے سرفراز ہوسرور ہوئے۔
 بندگانِ عالی کی توجہ فنِ شعر کی طرف معلوم ہونے سے آپ کی
 طرف مزید التفات اور ترقیات مراتب کی امید کو قوت ہوئی خداوند تعالیٰ
 یوماً فیوماً آپ کے اعزاز کو بڑھائے اور اس فن کو چمکائے۔ ملک کو قدر ہو
 یا نہ ہو میری نظر میں تو جس قدر ہی اس کو آپ کا دل بخوبی جانتا ہو گا۔ آپ
 حاسدان کو تہ اندیش کا کچھ خیال نہ کریں۔ اربابِ کمال خصوصاً وہ
 جن سے زمانہ کچھ موافقت کرتا ہی ہمیشہ محمود ہوا کرتے ہیں۔ محمود ہونا
 سرمایہٴ فخر و ناز ہی حاسد ہونے سے خدا محفوظ رکھے۔ میراجی بیک جانتا ہی
 کہ آپ جس قدر اپنے کمال اور قدر کمال میں ترقی کریں اسی قدر انکسار و
 تواضع میں بھی ترقی کریں اس لیے کہ شجر میوہ دار کی شاخیں ہمیشہ جھکتی
 ہیں۔

تواضع ز گردنِ فزراں نکوست ہنگد اگر تواضع کبند خوئے دوست
 میں نے اپنی تحریروں میں نا صحا نہ جو کچھ آپ کو لکھا وہ محض دردِ
 مندی اور خیر اندیشی سے تھا آپ اس کا بڑا نہ مانئے گا۔ دلسوز دوست
 کا جی جب ملتا ہی تو وہ دلسوزی کی راہ سے دوست کو اس راہ چلنے
 سے روکتا ہی جو اس کی بدنامی کا باعث ہو۔ یہ زمانہ بہت غنیمت ہے جہاں
 تک ہو سکے لوگوں کے ساتھ احسان کیجئے۔ اس سے میرا مقصود
 اپنے حق میں سعی اور احسان نہیں ہے۔ میں تو بغیر اس کے بھی آپ کا
 ممنون ہوں۔ خالصاً ماں صاحب سے جو آپ نے میرے حق میں

سفارش کی اس کا شکر گزار ہوا مگر میرے حق میں مساعی جمیلہ کا اثر اگر
 کچھ ہو کہ امیر اللغات کے باب میں کافی مدد ملے تو البتہ مزید منت کا بار
 ہی اس لئے کہ اب مجھ میں پیرانہ سالی اور عوارض و خستہ حالی نے
 وہ طاقت بنیں چوڑی کہ میں وہاں پہنچنے اور اعزاز حاصل کرنے کا جملہ
 کروں یہ جامہ الوالہ العزیز آپ ہی پر قطع ہے۔ حق تعالیٰ چشم بد سے محفوظ
 رکھے۔ آمین۔ اسار احمد ہر سو کما گزرا ساون میں برسات شروع ہوئی
 روایف الف میں چند تینیں جو آپ نے طلب کی ہیں متعاقب فکر کر کے
 بھیجوں گا۔ مگر یمنیں تو آپ ایسی خوبصورت نکالتے ہیں کہ کسی کسی مجھ سا
 افسردہ خاطر بھی ان میں کچھ کچھ کہہ اٹھتا ہے میرے اطفال اور عزیزان
 و احباب بہ کمال ادھار و نیاز ما واجب گزار ہیں اور ہمیشہ نظر لطف
 کے امیدوار۔

ریاض کو میں نے نصیحت نامہ لکھا تھا عجیب نہیں کہ اس کا اثر
 کچھ ظاہر ہو چکیں نام نگہ ستہ و سیم نے اس دفتر سے علاحدہ ہو کر
 گو کہ پو میں نکالا ہی اور نہایت اصرار کر کے ریاض کو اس کی رونق
 دینے کی کوشش پر مجبور کیا ہے اس میں کہی کہی آپ بھی غول بھیج دیا کیجئے
 مجھ سے بھی غول کے لیے اصرار کی عجیب نہیں کہ تقاضے سے مجبور ہو کر ابھی
 شاعری کے سروک و تارک ہوئے تے میں بھی کہی کچھ کہوں اور لکھوں گا کہ
 شیدوں میں ملوں بسلسلہ خط و کتابت آپ سے جاری ہے تو دل کی
 قوت بڑھتے۔ دوسرا حصہ امیر اللغات کا زیر طبع ہے اور تیسرا

نیرتالیف ہی فقط

یاد آوری کا منت پذیر امیر فقیر
از ریاست رامپور ۲۶ جولائی ۱۹۰۹ء

بندہ نواز میری ناتوانی و ضحلال اور افسردہ دلی پر آپ کو تاسف نہوگا
تو اور کسکو ہوگا۔ میں آپ کی ہمدردی کا شکر گزار ہوں اور ہمیشہ دعا ہے
حسن خاتمہ کا خواستگار ہوں دینا سے اگر ایمان کامل کے ساتھ توشہ
راہِ حق لیکن عقی کی طرف جانا ہو تو دنیا کی ان تلخیوں کا جو پیرانہ سالی میں
درخشاں میں کچھ ڈر نہیں۔ افسردہ خاطر کی تو یہ کیفیت ہے کہ موت کا تصور ہر
ہر وقت سر پر سوار رہتا ہے شاعری سی محبوب چیز اس سے بھی گویا سروکار
نہ رہا۔ آگے تو ایسا ہونا تھا کہ کبھی کچھ چہرے سے کوئی موبح آجاتی تھی اور
کچھ کہہ اٹھتا تھا اب وہ بھی نہ رہی۔ تمہاری طرح کی ہونی زمین سے بگاڑ
ڈال دیا آدمی بنا کے مجھے گلچیں میں دیکھی اور بہت سے خط گورکھپور سے
تقاضے کے آئے کہ غزل دیجئے مگر اس وقت تک ایک مصرع بھی نہ کہا اور
نہ آئندہ امید ہے کہ کچھ کہوں۔ اصلاح کے واسطے ممالک نزدیک و دور
سے بہت کثرت سے کلام آتا ہے اور مجبور ہو کر کبھی روز کبھی دوسرے تیسرے
دن کچھ کچھ بناتا بھی ہوں مگر وہی اچاٹ طبیعت سے میری افسردہ دلی
سے میرے دوست عزیز شاگرد بھی اس فن کی طرف توجہ نہیں بڑھا سکتے
آپ نے جو لکھا ہے کہ اصلاح کی وجہ سے فرصت نہیں ملتی جان غصہ
میں ہے مجھے اس کا خوب یقین ہے اس لئے کہ مجھ پر بھی یہی گزر رہی ہے

گلدستے والوں سے جدا ناک میں دم ہی۔ گلدستے برساتی کپڑوں کی
 خطوبے انتہا نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ کہاں تک آدمی خاطر کرے
 ہاں ایک امیر اللغات کی تکمیل کا خیال کئی وجہوں سے ہی ایک تو یہ
 کہ جنرل صاحب مرحوم کے اصرار سے عمدہ خوش آئیناں میں ریاست
 سے روپیہ قرض لیا اور وہ قرض بڑھتے بڑھتے حد سے بڑھ گیا۔ اب
 اگر اس کو چھوڑ دوں تو اس کے ادا کی امید بھی ہاتھ سے جائے دوسرے
 یہ کہ ملک میں کیسی بدنامی ہو۔ تیسرے ایک عمدہ سرمایہ معلومات رائج
 ہو چوکتے یہ جو خیال ہی کہ دین کی کتابیں بھی اردو میں ترجمہ ہوتی چلی جاتی
 ہیں اُن میں بھی اردو کا جامع لغت مدد دے گا۔ اگر ایسا ہوا تو مجھے
 ثواب بھی ملے گا ترک کرنے میں یہ ثواب بھی ہاتھ سے جائے گا۔ الغرض
 ایسے ہی خیالات ہیں جو رؤسا سے التجا پر آمادہ کراتے ہیں۔ ریاست
 بھوپال سے قدر دانی ہوئی اور میری حیثیت سے بڑھکر ہوئی مگر یہ کام اتنا
 بڑا ہے کہ اس کے واسطے وہ مدد کافی نہیں سب سے بڑی سرکار اللہ
 سکے وہی سرکار آصفیہ ہی وہاں سے لاکھوں کے واسطے پناہ بھی
 ہو سکتا ممکن ہی بشرطہ کہ بن پڑے۔ بڑے دربار سے مدد بھی بڑی ہی
 ہونا چاہئے۔ آپ اپنی فرخ حوصلگی سے کوئی عمدہ راہی فلاح نکالئے تو
 بات ہی زیادہ کیا لکھوں۔

امیر فقیر۔ ۵۔ جون ۱۸۹۳ء

بندہ نواز سلام نیاز۔ ایک تحریر آپ کی تحریر کے جواب میں پیچ چکا ہوں

آمیندہ کہ اس کا جواب آتا ہوگا۔ آج حیدرآپ کا ملازم قدیم میرے پاس
 آیا مجھے اس کے دیکھتے ہی وہ زمانہ یاد آگیا جب آپ یہاں تھے اور اس
 یاد کی لذت میں میں نے اسے لگایا اور اس کی آنکھوں کو جن سے
 وہ دس بارہ دن پیشتر آپ کے حال جہاں آرا کو دیکھا کرتا تھا میں دیر تک
 حسرت کی نگاہ سے دیکھا کیا اور بار بار آپ کے حالات و ضبط اوقات
 کے کیفیات پوچھا اور سنا کیا اثنائے سخن میں معلوم ہوا کہ آپ کے
 داماد جن کا نام مجھے اس وقت یاد نہیں ہی انھوں نے قضا کی۔ ان کی جو فرگی
 اور اس نوعمر دختر نیک اختر کی بیوگی کے صدمے نے میرے دل کو چور
 کر دیا انا اللہ وانا الیہ راجعون کے سوا اس داغ کا کوئی مہر ہم نہیں سہیلے
 کہ آج وہ ہمیں کل ہم نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور اس بیوہ اور سب عذاب
 کو صبر و جزا سے صبر عنایت فرمائے اور اس وقت کیا لگھوں۔ بارگاہ
 ارحم الراحمین میں رحم کی التجا کرتا ہوں اپنے اور آپ کے اور سب عزیز و
 دوستوں کے واسطے دعائیں مانگا کرتا ہوں اس کی رحمت سے امید
 ہے کہ بگڑے کام دین و دنیا کے سب بن جائیں۔ پیارے داغ افسوس
 کہ میں نے حیدر سے کوئی ساعت آپ کی خدا کی طرف مشغولی کی یہی
 میں نے یہ حدیثیں دیکھا ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص کی عمر کی ساعتیں
 فی ساعت ایک خزانے کے طور پر اس کے سامنے پیش کی جائیں
 گی کسی ساعت کے خزانے کو تو وہ دیکھنے والا گونا گوں انوار سے بہرہ مند
 دیکھیں گا اور ایسا خوش ہوگا کہ اگر اسی خوشی کو دوزخیوں پر تقسیم کر دے

تو دوزخی عذاب نار سے بے خبر ہو جائیں۔ پھر دوسرے خزانے کا دروازہ کھلے گا
 اس میں ایسی ظلمت اور عفونت ہوگی کہ اس کو اس سے سخت نفرت ہوگی اور ایسا
 مغموم ہوگا کہ اگر اس غم کو مل جل جنت پر تقسیم کر دے تو جتنی لوگ دوزخیوں کی طرح
 پرہیز کرنے لگیں۔ پھر ایک تیسرا دروازہ تیسری ساعت میں کھلے گا وہ بالکل خالی
 ہوگا نہ اس میں نور ہوگا نہ ظلمت نہ خوشبو ہوگی نہ عفونت نہ ہو دیکھ کر اُسے
 نہایت حسرت ہوگی۔ الغرض اس حادثہ سے ثابت ہے کہ ہر انسان کی دولت
 عمر اور عمر کی ہر ساعت اک خزانہ۔ ساعت طاعت و عبادت وہ خزانہ ہے
 جس میں انوار نظر آتے اور ساعت معصیت وہ خزانہ ہے جس میں ظلمت اور عفونت
 کا ذکر ہوا۔ اور جو ساعت عمر طاعت و معصیت دونوں سے خالی تھی اس کا
 خزانہ خالی دیکھا گیا جس کے رائیگاں ہونے کی حسرت ہمیشہ رہی گی۔ اے
 میرے اللہ مجھ کو صبح بے معنی کو جو فوضیعت ہو اور داغ کو نصیحت کر رہا ہے
 جھٹ اپنے فضل و کرم کی اپنے مرضیات میں کوشش کی توفیق دے اور میرے
 سب عزیزوں دوستوں کی عمر کا خزانہ بھی اپنے انوار رحمت سے بھر دے
 آئیں۔ پیارے داغ میرے۔ لکھنے کا برا نہ ماننا خوشامد کرنے والے تمہارے
 سیکڑوں میں ملامت کرنے والوں میں ایک مجھی کو رہنے دو۔ میرا خطاب
 تمہاری طرف ہے مگر حقیقت اپنے نفس کو ملامت کرتا ہوں۔ بڑھاپے میں
 کچھ منہ جیتی کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا چاہئے خلق کے حق میں بہلائی کرنا بڑھاپے
 عمدہ شکریہ اس سے بھی قلم زبان دل کہی نہ سکے۔ فرزند ان فقیر اور جملہ عزیز
 واجباب تسلیم گزار ہیں فقط
 امیر فقیر۔ یکم اگست ۱۳۹۶ھ

حضرت داغ نازک و مانع سلام لیجئے۔ محمد احمد نے جو خط آپ کو لکھا وہ میں نے دیکھا مجھ پر جو آپ برسے ہیں غالب ہی اس کا سبب یہ ہو کہ مرض سے صحت پانے کے بعد مزاج میں جھلاہن آجاتا ہی ورنہ مجھے اپنا کوئی قصور معلوم نہیں ہوتا سہرے نہ بھیجنے کا غر تو بے حاجب ہوتا کہ ریاض لانجا میں آپ کے دلی آنے کی خبر نہ چپی ہوتی آپ تھا ہوں یا خوش ہوں ہم یہی دعا کریں گے کہ ہر حال میں آپ خوش رہیں۔ دہدہ سکندری میں آپ کا سہرا میں نے اپنے سر سے پہنچ چکنے کے بعد دیکھا۔ یہ اختیار میرے یہاں تو آتا نہیں ایک دوست نے مجھے دکھایا یوں تو سب شعر آپ کے اچھے ہیں مگر جھکو بھی وہی شعر بہت پسند آیا جس کا مصرع یہ ہے کشتی جہنم میں مڑگاں کا لگا کر سہرا۔ محمد احمد کے سامنے ہی میں نے اس کی تعریف کی تھی شاید اس شعر کو محمد احمد نے لکھا ہو گا۔ معلوم نہیں میرے سہرے آپ کی نظر سے گزے یا نہیں۔ حضور میں پیش ہوئے تو غالب ہی کہ آپ تک پہنچے ہوں۔ مگر میں احتیاط نقل بھیجتا ہوں۔ خانساں صاحب کا کوئی خط نہیں آیا جس سے پیشی کی کچھ کیفیت معلوم ہوتی کہ سر کا رد و تہار نے توجہ سے ان سہروں کو ملاحظہ فرمایا یا نہیں۔ شمت کی کرری ہی اس کی امید کہاں کہ آپ کے سرے کے سامنے میرے سہروں کے شعر نظر کیسا اثر میں بچے ہوں۔ آپ کو کچھ کیفیت معلوم ہو تو آگاہ

بذہور اشعر یہی سہرہ مردم دہدہ ہی یہ چاہتے ہیں پیش کریں کشتی جہنم میں مڑگاں کا لگا کر سہرا

فرمایئے۔ سرکار کے پسند آنے سے مقصود تو یہ ہے کہ اس پر کوئی حسبِ خواہ
تجربہ کرے ہو عزیزاں واجباب موجودہ کو ماوجب فقط ایک خط درخواست
تایخ دیوان نواب بنیاد حسین خاں بہادر جاہ میں کئی دن ہوئے
بھیجا ہے اس کے جواب باصواب کا منتظر ہوں۔

سر اپنا تقصیر امیر فقیر

از ریاست رامپور ۲۰ اکتوبر ۱۸۹۶ء

معظم و محترم دام بالعدائتہ والکرم سلام نیاز کے بعد مدعا نگار ہوں
کہ نور چشم محمد احمد کے چوٹے بھائی بر خوردار لطیف احمد کی طبیعت شر سے
بہت مناسب واقع ہوئی ہے۔ اس زمانے میں سبب بے شغلی کے ان
کو خیال پیدا ہوا کہ دامن بچپن کے قالب بے جان میں پھرنے سے
روح ہونکی جائے۔ مجھ سے اصرار کیا گیا کہ اس گلدستے کی نگرانی
پر مثل سابق پھر توجہ کی جائے اگرچہ میں اپنے آلام و اسقام کی وجہ سے
نکما ہوں۔ مگر ان کی خاطر سے منظور کرنا پڑا۔ گلدستوں کی کثرت
ایسی ہے کہ اب یہ مشعل بھی اتہمال سے خالی نہیں اور زیادہ تر یہی اتہمال کی
وجہ سے طبیعت گریز کرتی ہے اور پرچے کو رونق بھی شکل معلوم ہوتی ہے جو جو
گلدستوں سے فروغ کی صورت اگر ہی تو یہی کہ محاسن معنوی میں شش کی
جائے اس کا مدار صرف اس بات پر ہے کہ معدوئے چند عمدہ نامور
شجر لے خوش فکر و خوش مذاق کا کلام ہمیشہ اس میں چھپے۔ آپ
کی ذات سر اپنا صفات اس طبقہ نامور کی افسر ہے اور رعایت مشائی سے

اب غزل کہدینا آپ کے بائیں ہاتھ کا کیل ہی لہذا خواستگار ہوں
کہ اپنی طبع نازک پر حیر کر کے بالالتزام غزل دینے کا وعدہ کیجئے۔ مگر یہ
پہلے سے کہہ رکھتا ہوں کہ غزل ایسی کما کیجئے گا کہ ہم سے غیبوں کو بھی
کہنے کی گنجائش رہی۔ یہ نہ کہ پہلے ہی سے دنیا بھر کے فلم توڑ دئے جائیں۔
یہ سچہ ابتدا ہے جنوری میں نکلے گا۔ طرح سے آپ کو پہلے اطلاع دی جانی
ہی تاکہ عشرہ اولین دسمبر تک آپ کی غزل آجائے اشتہار بھی چپ کر تخریب
آپ کی خدمت میں پہنچے گا خدا کرے یہ تحریر آپ کو حالت جمعیت و سرور
خاطر میں پہنچے۔ آپ کی طبیعت بھی صبح ہوا اور خاتون خانہ کو بھی افاقہ ہو
ہر وقت تعلق خاطر ان کی شدت علالت سے رہتا ہی فقط

امیر احمد امیر مینائی

از رام پور۔ ۲۱۔ نومبر ۱۹۸۹ء

مصحح طرح بابت جنوری ۱۹۹۰ء

گیسو سے بچاں کی ہیں گلیاں مری چہانی ہوئی۔ ممانی قافیہ
جناب عم معظم تسلیم و تکریم کے بعد بعد ادب التماس ہی کہ کمترین
عن قریب اشتہار کے ساتھ عریضہ نگار ہوگا۔

لطیف احمد مینائی۔

دانوار امیر فقیر سلیم اللہ القدر و حکم اللہ عن التیخ۔ سلام مسنون غلام
مشجون۔ نواز شہناکہ مورخہ ۱۰۔ اگست اس وقت آیا۔ میں ہمہ تن انتظام
تھا شکر گزار ہوں کہ جلد جواب پایا۔ آپ تنہ لکھا ہی کہ قیام میرے

پاس لایند ہوگا اگرچہ مکان اس قابل نہیں مگر شاید باید زیستن میرے پاس
 طبع خوبت میں میری راحت کے سہائے طبع اس سے زیادہ مجھے کیا فائدہ
 ہوگی کہ غریب الوطن ہو کر اپنے مانوس اجتماع ہمدرد کے پاس نہ رہوں مگر یہ بہت
 حالات باعتبار عوارض کے ہرگز اس قابل نہیں کہ تنگ مکان میں تنویری
 دیر بجی بسر کر سکوں۔ اس قدر ضرورت یہ ہے کہ ایک درجہ مکان جس کی راہ مکتوت
 گاہ سے اندر ہی اندر ہو اور آدمیوں سے وہاں قریب بھی نہو مجھے خاص اپنے
 واسطے چو کی لگانے کو چاہئے۔ مرض کی وجہ سے گھری گھری رہو کی ہر
 جانا ہوتا تو تب زندہ رہ سکتا ہوں۔ ناشاید باید زیستن اگر ممکن ہو تا تو میں
 تمہاری یکجائی سے اسکو شاید باید زیستن سمجھتا میرے ساتھ جو میرے فرزند
 ہیں وہ بھی بسبب عادات کے تکلیفات شاقہ سنگی مکان کے تحمل نہیں اور
 سب تکلیفیں چند روز گوارا ہو سکتی ہیں مگر جس طرح ممکن ہو کوئی وسیع مکان
 جس میں متعدد درجات ہوں میرے واسطے پہلے سے مرتب کر رکھنے
 کہ جب تک مہمان سرکاری ہونے کی صورت نہ نکلے وہاں رہوں اور زندہ
 رہوں اور کسی قسم کی تکلیف زائد از مکان تم کو دینا نہیں چاہتا۔ یا ر شاطر ہو کر
 رہنا چاہتا ہوں بد بار خاطر خصوصاً ایسی حالت میں کہ آپ کا دل و دماغ
 عوارض و امراض اور کثرت فکر سخن سے ضعیف ہو رہا ہی۔ میرے ہمراہی
 یہ ہیں۔

لطیف احمد مسعود احمد۔ لیاقت حسین برادرزادہ و داماد بندہ ثنائیت
 علی فرزند خواہر زادہ حقیقی۔ حافظ جلیل حسن جلیل۔ خان علی خاں برادر علی علی

ان کے علاوہ تین خدمتگار ہیں۔

آپ نے حضور میں میرے آنے کی خبر کر دی بہت اچھا کیا میں ممنون ہوا اور مسرور خداوند تعالیٰ آپ کو اس مرض بخیر و ضعف دماغ و دورانِ سر کی نجات اور پرہیزِ کامل کی توفیق دے۔ آج میں نے پھر درخواستِ رخصت کی سرکارِ عالیہ کو بھیجی ہے۔ خدا کرے جلد ملازمت و رخصت ہو جائے۔ عزیزاں و رفیقان ہمارا ہی ماوجب رساں ہیں والسلام

۲۳۔ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

امیر فقیر۔

محمد حبیب الرحمن خاں صاحبِ حسرت شرفروانی کنیم

سخنور گرامی گھر۔ سلامِ سنونِ اخلاص و سپاسِ مشحون۔ مکرمت نامہ آیا ممنون التفات فرمایا۔ سب سے مقدم آپ کی تحریروں پر جوابِ سئوالات میں آئی جس کو دیکھ کر پھر ان نہایت مسرور ہوا اور واجب ہوا کہ تہ دل سے شکریہ گزاری کرے۔ اہل الرائے کی رائیں کمیٹی میں پیش ہو کر رد و قبول کا فیصلہ ہوگا۔ ابھی دفترِ امیر المملکت میں سکرٹری ان کو جمع کرتا جلسے گا۔ کمیٹی جب فیصلہ کر لے گی تو امرِ منفصل مختار مولف ہوگا۔ میں آخر میں آپ کی عمدہ توجہ کی سپاسگزاری کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ اپنی عمر اور عنوانِ معاشرت اور جملہ کیفیات سے مجھ کو آگاہ فرمائیں اس لیے کہ ممنون اپنے محسن کے حالات سے بخیر نہ رہے اور رخ کے حالات سے

بھی واقف ہو جائیے واسلام باناکرام۔

سراپا اقصیٰ میر فقیر

۵۔ دہلی شہر

گرامی گوہر۔ سلام سنون انشائیں دو عاشقوں۔ مواد تحریر سراپا تنویر
سرمہ کش دیدہ منتظر ہوئی۔ کم فرصتی سے جلد جواب نہ دے سکا۔ کیفیت
آپ کی معلوم ہونے سے بہت مسرور ہوا کہ تیری سے عمر میں چشمہ بد و بہت
کچھ آپ نے سیکھا ہی اللہم زد۔ اگرچہ چھو کثرت کار سے فرصت نہ تھی
مگر یہ غزل اور سہا میں نے دیکھ دیا اور کچھ محو و اثبات کیا کہ بلی بار آپ نے
بیجا ہی اگر عذر کروں تو شاید خاطر نازک پر گراں گزرتے۔ امید ہے کہ مجھ پر انہ
سال خستہ حال کو آپ اپنی عمر اپنے اقبال اپنے کمال کا ترقی خواہ تصور کریں
اور کبھی کبھی یاد فرمایا کریں اور اپنے اب و عم زاد مجد ہما کی خدمت میں میرا سلام
کیں والد دعا امیر فقیر بنانی ۱۴۔ دسمبر ۱۸۸۷ء

ہندہ نواز۔ غزل کی نقل اس لیے بھجوائی کہ آپ نے غزل اپنے خط
کی لپشت پر لکھی تھی اور وہ پیارا خط میں کیونکر ہمیر دیتا۔ آئندہ جب کبھی
کچھ بھیجئے۔ رسید ضرور لطف ہوتا کہ اطمینان ہو۔
مکہ ما۔ بنایت کم فرصت ہوں۔ سہا سہری غزل دیکھی۔ ضرور ہی
تصویر کیا۔ زیادہ حاجت ہی نہیں۔ امید ہے کہ مجھ کو اپنا اعلیٰ خیر پہنچے
ہمیشہ شرمیت سے مسرور کیا کیجئے۔

امیر فقیر بنانی ۱۵۔ دسمبر ۱۸۸۷ء

میر سے قدر دان میر سے مہربان۔ سلام سنون اخلاص و دعا
 مشحون لو۔ مدت کے بعد محبت نامہ آیا۔ پیاری نظم و نثر فرست کر کیا میر کے
 پاؤں بڑی زمین تھی آپ نے غل زور طبیعت سے بہت اچھی کمی۔
 ایسی زمین میں تکلف اور بناوٹ کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔ اثر باقی میر سے
 کی زمین تھی اس میں میر سے کسے شعر نکلے ہیں نئے دونوں غزلوں کو فوراً
 دیکھا اور پوچھی ڈاک بھیجتا ہوں۔ امید ہے کہ مجھ کو ہمیشہ اپنا خیر خواہ سمجھ کر کہی گئی
 خط لکھا کیجئے اور ادھر سے جواب میں تاخیر ہو تو کم فرصتی کا عذر قبول
 کر لیا کیجئے۔

لغت اردو کی نسبت بھی توجہ چلی جائے اس کی فکر کیجئے کہ یہ
 لغت محبوب ہو کر نکلے۔ اب تک جو لغات اردو میں ہیں انشاء اللہ
 ان سے تو مفید تر ہونے کی امید قوی ہو مگر افکار رسا ادھر توجہ رہیں کہ
 جمعیت بڑھے اور نفع عام تر ہو تو کیا عجب ہے کہ ایسی باتیں بڑھتی جائیں
 آپ گہری دو گہری روز ادھر بھی توجہ رکھیں تو آپ کی جو ان فکر ضرور عمدہ
 باتیں پیدا کرے گی۔ اصول جو خیال میں آیا کریں ان کو ضبط کرتے
 جائے اور مجھے لکھتے جائے۔ وہ مثل لغت عربی ایک رسالہ لغت اردو
 کا ہو جائے گا۔ کلیات و اکثریات مضبوط جمع ہو جائیں گے اپنے
 کتب خانہ کی فہرست بھیجئے تو شاید کوئی کتاب مفید مجھ کو مستعار مطلوب ہو
 شعر اللغات خانہ آرزو کا کوئی صحیح نسخہ ہو تو ضرورت ہے۔

امیر فقیر۔ ۱۹۔ اپریل ۱۹۰۹ء

دلنواز روحی قداک۔ محبت نامہ آیات منون و مسرود کیا۔ الفاظ انگریزی کی نسبت ہی رلے میری ہی کی اوپی مشتبہ میرے موعودہ میسر وں کا ہی۔ کمیٹی میں بھی ہی امر طے ہوا ہی۔ میں بہت خوش ہوا کہ آپ ہی ہمراہی نکلے۔ سلامت فہم آپ کی ہر بات سے پیدا ہی۔ اللہ عز و جل کے اور اقبال بڑھائے۔

چند اشتہار بھیجا ہوں اگر آپ کے انتہات سے اس نواح میں بہت سے خریدار پیدا ہوں تو احسان ہی۔

فہرست کتب دیکھی یہ سب کتابیں اس دفتر میں موجود ہیں اور ان سب زیادہ میرا ذخیرہ ہی سالہ ہی کہ وقتاً فوقتاً جمع ہوتا گیا ہی۔ آپ کی لیاقتوں سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہی۔ ابو رمضان المبارک کے زندہ باقی ہی تو عید میں دیکھا جائے گا۔ بشر کی فرصت مطلق نہیں ملتی اور آپ کا سفر کرنا معلوم نہیں آسان ہی یا مشکل دیکھا جائے جسے حسرت ملاقات کیونکر برآتی ہی۔ غزل کے خیال سے خط بیرنگ بھیجا ہوں سید ضرور ملے۔

امیر فقیر ۱۰ اپریل ۱۳۹۷ھ

روحی قداک۔ سلام و دعا۔ میں انتظار میں محبت نامہ آیات لے وقت تو خوش کہ وقت ماخوذ نہ کر دی جسوقت فرصت سے جان بہتر اگر غزلیں دیکھ لیں یہ سب شعر اچھے ہیں۔ ایک آدھ جگہ دخل دیا باقی ضرورت اصلاح کی نہ تھی۔ میں ہی آپ سے ملنے کا بہت آرزو مند ہوں دیکھا چاہئے کہ یہ آرزو برآتی ہی کہ آپ اپنی مفصل کیفیات و مشاغل سے

ٹو آگاہ کیجئے کہ سفر اور سفر میں چند سے اقامت ممکن ہے چرمان اور دشوار ہی
یا آسان ۔

امیر احمد بقلم محمد احمد ۱۲۔ جون ۱۸۹۰ء

بارک اللہ فی عمرکم وعلکم وعلکم واولئکم۔ محبت نامہ سعادت تصویر یعنی
نحوں کے ساتھ تھرہ پور بنویر آئی اور سرور کیا۔ بجز اللہ کہ اس وقت تک
زندہ ہوں۔ اب وہو کا وہی رنگ ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور اپنی محبت
بڑھائے تو یہ تشویش جائے آئین فائین۔

خوابیں دیکھیں دو تین جگہ تصرف کیا۔ پہنچتی ہیں اس سید ضرور کئے گا
اور اپنے نرگوں کو میرا سلام و نیاز تمام کئے گا۔ گولاقات مجھ سے نہیں ہی
مگر ان کے صفات حمیدہ و اخلاق پسندیدہ مشہور ہیں اور اوصاف
جو وہمت و کرم سے نزدیک و دور کے لوگ سب سرور ہیں میں
بھی ایسے حامیاں اسلام عالی ہمان والا مقام کا داعی خیر رہتا ہوں۔
محبت الدعوات قبول فرمائے۔ اور عمر و اقبال بڑھائے۔ ارباب دفتر
امیر اللغات خصوصاً آہ و وسیم کہ میرے عزیز ہیں بکلم خواجہ تاشی
سلام شوق کہتے ہیں۔

امیر احمد عفی عنہ - ۱۲۔ محرم سنہ ۱۳۱۰ ہجری

راپور دفتر امیر اللغات۔

۱۱۔ دسمبر ۱۸۹۰ء۔

یاد اور مخلصان۔ سلام سنون اخلاص مشہون۔ محبت نامہ صلت

شہامہ آیا آنکھوں کا نور دل کا سرور بڑھایا۔ آپ سات برس کے بعد اپنے
چوسکنے پر اظہارِ ندامت فرماتے ہیں واسے بر حال اس غفلت کی نیند سونے
والے کے جس کی عمر قریب ستر برس کے ہوئی اور وہ ایسی غفلت کی نیند
سورہاڑی کہ کرواتے ہی نہیں لیتا، وہ غافل کون پڑا سر اپا تقصیر فقیر امیر جس کی
موت کا وقت قریب آیا اور وہ روز بروز اپنے مولائے سے دور ہونا جاتا ہے
اس کو توبہ و انابت کا خیال آتا ہی تو اس طرح، جسے خواب میں کسی ہنرست
خواب کو کوئی لہر سی آجائے اور آنکھ کھلتے ہی اسے یہ بھی یاد نہ آئے
کہ کچھ دیکھا تھا ایسے سر اپا تقصیر سے معذرت خواہ ہونا اور بھی اسکو منفعہ
کرنا ہی۔ میں اپنی کوتاہی سے بخل ہوں آپ کی عذر خواہی اور بھی مجھے
نادم کر رہی ہے۔ میری کوتاہی کی علت شاید امراض عسہ ہوں جس
بول ہیں۔ دورے ایسے جلد جلد پڑتے ہیں کہ سلامت افعال میں بہت
فرق آگیا ہی دل و دماغ سے فکر کا کام کوئی نہیں ہو سکتا۔ شاعری کا
مشغلہ بہت دنوں سے ترک تھا اب تیرا نہ کہے کلام کی اصلاح بھی متروک
ہی الا ماشاء اللہ۔ رعشہ اپنے ہاتھ سے لکھنے نہیں دیتا لہذا یہ خط دوسرے
سے لکھوایا گیا۔

مہر۔ امیر احمد شہ ۱۲۶۰ بھٹو طغرا۔

مکرم دوستان۔ سلام سنون اخلاص مشحون۔ نامہ عنایت آیا
اور نامہ منظوم اپنے ساتھ لایا۔ آپ کے اصرار نے مجھے مجبور کیا کہ وصف
نادرتی طبیعت میں نے اسے دیکھا اور کہیں کہیں محو اثبات کیا بعض

بعض شعر تو بہت ہی اچھے کہے ہیں۔ بارک اللہ۔

ایمر فقیر۔ ۲۰۔ دسمبر ۱۹۷۹ء ریاست رامپور

منشی نعیم الحق صاحب آزاد شیچنوری کے نام

مجی۔ غزلیں آئیں بیماری اور پیاروں کی پرستاری کی حالت میں دیکھیں۔ ماشا اللہ طبیعت آپ کی اچھی ہے، خدا عمر میں برکت دے ریشک مرحوم نے کس کتاب میں تائید و تذکرہ حروف تہجی کا ذکر کیا ہے اس کتاب کا نام و نشان ضرور لکھئے اور اگر آپ کے پاس ہے تو چند روز کو مستعار مجھے دیجئے۔ میرے نزدیک میم ضرور مذکور ہے اور میں نے مذکور ہی کہا ہے۔ سن معنی سال کہیں نہیں نکلتا فارسی میں بہت تلاش کیا کوئی سند قابل اعتبار نہ ملی۔ ان معنی میں سن سنہ ہی اردو میں بغیر ترکیب اگر سن معنی سال کوئی کہے تو تاویل ہو سکتی ہے محققین اس کی جگہ سال کہتے ہیں۔ مردم دیدہ مذکور ہے۔

ولایتی کا غز پر ایمر اللغات کے حصہ اول کی قیمت سات روپے معہ اور دہی کا غز پر چہ روپے ہیں۔ امید کہ غزلوں اور خط کی رسید مٹھن کیجئے۔ داغ کی کیفیت کامیابی دکن مجھے بخوبی معلوم ہے ان کے خطوط اکثر آتے رہتے ہیں۔

ایمر فقیر۔ ۱۴۔ نومبر ۱۹۷۹ء

مجی سلام سنون۔ مہربانی نامہ مع دو غزل اصلاح طلب

کے آیا ممنون نہ ہو گیا۔ غریب دیکھ کر بھی جاتی ہیں۔ یہ بات دریافت ہونے سے بہت خوش ہوا کہ آپ تہذیب شہرا موسوم بہ چشمہ خضر لکھ رہی ہیں۔ خداوند تعالیٰ اس کو حسن فطرت کے ساتھ اختتام کو پہنچائے۔

اس ریاست میں ایک تاج لکھی جاتی ہے اس میں کسی قدر میرا حال بھی قلمبند کیا گیا ہے جس حسب فرمایش آپ کے اس سے نقل کرا کے متاعب بھیجے گا۔ فرصت ہوتی نہیں کہ چشمہ خضر کی تائید کروں اگر موقع ملے گا اور موانع مرتفع ہوں گے تو فکر کرنے میں بیٹھتا ہوں گا۔

ایمیر فقیر۔ ۹ دسمبر ۱۸۵۱ء

مجی زاد لطفکم سلام سنون۔ میر خلوت کے یہ بھیجے کی اجازت کیا دوں اور اس کے دیکھنے کا اقرار کیونکر کروں جب انکار و الام و امراض سے ایک غزل ہی دیکھ لینا دشوار ہوتا ہے۔ مجھے مجبور اور معذور سمجھ کر معاف فرمائے آپ کی غزل اگر پہنچی ہوگی تو اصلاح کے سبب میں کسی ہوگی مجھے ایک اس کے دیکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ جب گلچیں کے چہنچہ کا وقت آئے گا دیکھ کر بھیج دی جاوے گی

میں نے تو اب ہی مشرب اختیار کر لیا ہے کہ آئی اور آئے اور گئی اور گئے سب میں دہری خیال کچا ہے اور ۲۰ عدد دینے جائیں پہلے میرا خیال تھا کہ آئے میں ۱۰ عدد دے آئی میں ۲۰ عدد شمار کئے جائیں مگر اب

بعض وجوہ سے یا سے معروف دونوں کے ۲۰ قرار دے ہیں۔ اگر آپ کو یہ مشرب پسند آئے تو آپ بھی اختیار کیجئے۔ اور جلال نے آئی میں ۱۰ عدد بنیں لئے ہیں بلکہ ۲۰ عدد لئے ہیں البتہ بوی میں ی نہیں لکھی ہے، واؤ کو اضافت دی ہے چنانچہ دیوان میں بھی بغیری کے چھپوایا ہے اور افادہ تالیخ میں بھی اس سے بحث کی مگر میں اس کو پسند نہیں کرتا۔

امیر فقیر - ۲۱ - اپریل ۱۸۹۳ء

راہپور سٹیٹ - دفتر امیر اللغات

ولنواز امیر فقیر محمد نعیم الحق صاحب آزاد سلمہ اللہ القدیر۔ سلام سنون میں اس زمانے میں سخت علیل رہا اور اب تک ان عوارض صعبہ سے نجات نہیں۔ آپ کی تحریریں آئیں ضرور مگر پریشانی خاطر سے میں معلوم کہ کے قطعہ خط آئے اور ان میں کیا کیا کلام تھا۔ اہل دفتر نے اس مانے میں میرے نام کی تحریریں لیں بعد صحت جو کچھ مجھے ملیں گی ان کو بسر و چشم دیکھوں گا۔ امید ہے کہ حالت ناسازی طبیعت میں آپ مجھے معاف رکھیں۔ طرح گلچیں کی غزل البتہ مجھے سر و دست سن لینا ضروری اس کو انشا اللہ جلد سنوں گا۔ خوبصورت پنا تخلص بغیر قید تالیخ کے بھی کم ملتا ہے آپ اس میں اور قید تالیخ کی لگاتے ہیں۔

اس زمین میں میرے پاس بکثرت غزلیں آئیں اور یہاں بھی جو لوگ مجھے کلام دکھاتے ہیں انہوں نے کہیں آپس میں شعرا و شاعروں کا تذکرہ جو دیکھے گی ان کو کسی کی غزل میں کاٹ دیا کہی کسی غزل میں وجوہ ترشح پر ہی نظر کی گئی کہ بندش

کس کے یہاں اچھی ہے۔ آپ کی غزل میں بھی جو شعر متوارد ہوں گے
ان کو نکال ڈالیں گا اس لیے کہ جن لوگوں کی غزلیں جاچکیں ان کے
کلام سے اب نکالنا ممکن نہیں۔ احتیاطاً یہ مضمون آپ کو لکھ دیا۔

۴ نومبر ۱۸۹۲ء - امیر فقیر

دل کی افسردگی کے وقت امیر سیر خلوت ہی سیر کے قابل
عیسوی ہے یہ مصرع تاریخ سیر خلوت گہرہ کشائے دل
مجھے سلام مسنون اخلاص مشحون۔ بنی شنوی کی تاریخ لیجئے اور تاخیر
کا عذر قبول کیجئے۔ علاوہ امراض مزمنہ کے بسبب ماہ مبارک رمضان
کے کوئی کام مجھ سے نہیں ہو سکتا ہے اس پر بھی کام سے کسی وقت دست
نہیں ہوتی۔

میرا دوسرا عاشقانہ دیوان زیر طبع ہے۔ آغاز سوال میں چمکے تیار ہو جائیگا
اس کا اشتہار بندہ زادہ کوچک کی طرف سے دیا گیا ہے۔ چند قطعے آپ کو
بھی بھیجا ہوں۔ امید کہ حتی الامکان اشاعت و شہرت و تشویق ترغیب
میں کوشش کر کے مجھے ممنون کیجئے اس سے زیادہ آپ سے دلسوز کو
کھنسنے کی حاجت نہیں۔

امیر فقیر رامپور۔ ۲۸۔ فروری ۱۸۹۲ء

رامپور۔ ۱۳ جنوری ۱۸۹۲ء

مجھے کارڈ پہنچا۔ شنوی کا چپو انا مبارک ہو۔ سرسری فکر میں ایک
تاریخ تالیف کی نکلی ہے، بھیجا ہوں۔ امیر فقیر۔

مخیرت ہیں امیر اہل نظر کچھ عجب تاثیر حسن و عشق ہی
 ثنوی کو دیکھ کر نقاش فکر بول اٹھا 'تصویر حسن و عشق ہی

۴۔ فروری ۱۹۳۷ء رامپور سٹیٹ

محبی۔ سیام منون اخلاص و دعا مشحون۔ محبت نامہ مدت کے
 بعد آیا منون و مسرور یاد آوری کیا۔ آپ اپنا تخلص صغیر کی جگہ آزاد
 قرار دیتے ہیں میں بھی پسند کرتا ہوں، واقعی صغیر بلگرامی ایک مشہور
 شخص تھے۔

چشمہ خضر کا جو بجن بستے میں بندھا ہوا ہے اب تک ایک حرف نہ کہنے
 کی نوبت نہیں آئی۔ میں اپنے امراض و اذکار میں ایسا گہرا پھنسا ہوں
 کہ مجھ سے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ چار شعر کی غزل دیکھنا بھی دشوار
 ہے روزمرہ دو چار دس پانچ غزلیں ڈاک میں آتی ہیں یا تو معذرت
 کے ساتھ واپس جاتی ہیں یا بستے میں بندھ جاتی ہیں۔ میری حالت
 قابلِ عفو ہے۔ امید کہ اپنی خیریت سے کبھی کبھی مسرور فرمائے رہے
 امیر فقیر۔

محبت و لنواز میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مدت کے
 بعد مہربانی نامہ آیا 'ادراک خیریت سے مسرور ہوا۔ ثنوی آپ کی پہنچ
 جہاں صد ہا اجاب کا کلام بندھا پڑا ہے وہی بستے میں اس کو بھی جگہ
 دی گئی۔ میری معذوری و مجبوری کا حال آپ پر حالی ہے۔ لہذا اسوا
 اس کے اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ جب کبھی اور اجاب کا کلام

دیکھنے کی نوبت آئے گی اسوقت یہ تنوی بھی دیکھی جائے گی۔ میں آپ کے اخلاق کا جتنی شکر گزار ہوں اس سے کئی حصے اپنے قصور نہ متکذاری سے شرمسار ہوں۔ زیادہ دعا کے سوا کیا لکھوں۔

امیر فقیر۔ ۳۱۔ دسمبر ۱۸۹۲ء۔ رامپور

منشی جمیل احمد صاحب شاداں شیخپوری کے نام

مجی سلیم اللہ تعالیٰ۔ سلام سنون دعا شیخون۔ فقیر ناتواں بیمار ہے کئی پیاروں کا پرستار ہے۔ شاعری صحت و طاقت کی طرح پیرانہ سالی ہیں رخصت ہو گئی۔ آپ کی غزل دیکھ کر ہیچا ہوں۔ ماشا اللہ آپ کی طبیعت اچھی ہے۔ بارک اللہ فی عمر کم۔ سید مطمئن کیجے گا

امیر فقیر۔ ۱۱۔ ربیع الآخر ۱۲۹۹ھ

مجی۔ دعا و سلام۔ میں آج کل مریض ہوں اور امراض ایسے ہیں کہ سخت بچپن ہوں۔ چونکہ یہ غزل طرح گچھیں کی تھی اس لیے میں نے اس حالت میں بھی دیکھ کر اصلاح دی۔ ماشا اللہ غزل اچھی کہی ہے۔ صاف ہی شعر صاف کر کے گلہ شے میں بھیجے جائیں۔ کاغذ آپ نے بہت برا اور کھرا اختیار کیا ہے۔ آئندہ سے سفید اور چکنے کاغذ پر لکھا کیجئے۔ لفافہ آپ کا بیزنگ ہو گیا تھا۔ دوسری غزل وقت صحت دیکھی جائے گی۔

امیر فقیر
۱۴۔ دسمبر ۱۸۹۲ء

جناب قاضی عبدالجلیل صاحب رحمہ فرمایا کے نام

مکرم و محترم، مجمع الطائفتہ دام بالحدود الکرم، تسلیم و نیاز پزیرا ہو۔
 نور چشم محمد احمد سلسلہ رب کے ایک بچے کی آنکھ میں مدت سے کچھ ایسی خرابی ہے
 کہ باوجود متواتر علاج کے صحت نہیں ہوتی۔ فی الحال یہاں کے ایک
 ہندوستانی ڈاکٹر نے تجویز کیا ہے کہ گوشہ چشم کے قریب کا ایک سوراخ
 بند ہو گیا ہے جس سے رطوبات و مانع کی طرف نکلتے ہیں اور وہ بغیر سلائی
 ڈالے ہوئے کھل نہیں سکتا چونکہ ڈاکٹر موصوف کی تشخیص پر اطمینان
 کلی نہیں ہے لہذا ان کی رائے پر عمل کرنے کی مبادرت نہیں ہو سکتی بلکہ
 بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی اعلیٰ قسم کے ڈاکٹر کو دیکھ کر ان کی رائے لی جائے
 لہذا مکلف خدمت عالی ہوں کہ اس امر سے مطلع فرمائے کہ بریلی میں
 آنکھ کے علاج کرنے والے کوئی صاحب عمدہ لیاقت اور صداقت کے
 موجود ہیں یا نہیں اور آپ سے ان سے اس قدر رسم ہی ہے کہ میں ایک
 روز کے واسطے اس بچے کو ہیجڑوں اور وہ تشخیص کر دیں۔ بعد تشخیص
 ہونے کے پھر مکن ہے کہ تعمیل کی جائے۔

امیر احمد امیر مینائی۔ ۱۷۔ شوال ۱۳۵۶ ہجری

از ریاست راجپور ریل کنڈ

۲۷ جولائی ۱۹۳۶ء

مخدوم و مکرم معظم و محترم جناب قاضی صاحب زاد اشفاق علیہم تسلیم

و تکریم۔ مکرمت نامہ صادر ہوا اور سرموں کی پارسل بھی پہنچی۔ سپاس گزار
ہوں اور ہمیشہ الطاف و اعطاف کا امیدوار۔

سرموں کا امتحان اپنی آنکھوں کے ساتھ کر رہا ہوں جو سرمہ آنکھوں سے
موافق ہو گا آپ کی خدمت میں اطلاع دوں گا۔ تین دن میں نے حل الجوا
کا استعمال کیا اس سے تو کوئی نفع نہ معلوم ہوا۔ آج سے آپ کے دوست
کا دیا ہوا سرمہ لگانا شروع کیا ہے تین دن اس کو بھی لگا کر دیکھوں گا۔
آنکھوں میں فی اور چرک لطیف کہ فوراً پلکوں پر اگر خشک ہو جاتا ہے اور
ضعف بصر اور حالت کمینت جو ایک مرض خاص ہے اور کتب طب میں مذکور
ہے ان سب کی شکایت مجھ کو ایک برس سے ہے۔ دو چار مہینے بخود بخود
کیفیات کم ہو گئی تھیں آغاز موسم پریشکال سے پھر زیادتی ہے۔ اشتہار سردی
کا جو مرمت ہوا اس کو با احتیاط رکھ لیا ہے کئی اشتہاروں کے سرمے
تو منگوا چکا ہوں اسکو بھی منگواؤں گا۔ زیادہ سولے شکرگزار کی گئے
کیا لکھوں۔ فرزند ارجمند کی خدمت میں سلام و دعا پہنچے۔ اطفال
سليم گزار ہیں فقط

آپ کا منت پذیر۔ امیر فقیر غنی عنہ

رامپور سٹیٹ۔ دفتر امیر اللغات

۱۹۔ اگست ۱۳۳۵ء۔ روز شنبہ

مکرم و محترم جناب قاضی عبدالحمیل صاحب زادہ اخلاک۔ سلام
مسنون اخلاص و نیاز مشحون۔ فقیر حقیر کی ایک لڑکی حیدر آباد سے

آننے والی ہو اس کے ساتھ اور ہی اس کے ہمراہی پانچ سات عورتیں
 ہوں گی، ایک چھوٹا بچہ ہی منجملہ اُن آدمیوں کے اسکی انابہی ہو۔ لطیف احمد
 ہندہ زادہ اوسط سواریاں لینے گیا ہی۔ اس وجہ سے کہ مراد آباد سے
 رامپور تک کی راہ میں دو دریا پڑتے ہیں جن پر اس موسم میں پل نہیں
 اور بریلی سے یہاں تک راہ مامون ہو۔ میں نے لطیف احمد سے کہہ دیا
 کہ بریلی کے اسٹیشن پر اتریں اور ایک منزل کی جگہ دو منزل خشکی کی گوارا
 کریں۔ اگر وہاں ہی صلاح قرار پائی تو راہ سے مجھے تار آئے گا اور
 میں بذریعہ خط خواہ بذریعہ تار آپ کی خدمت میں اطلاع دوں گا کہ آپ
 براہ نوازش قیدمانہ چند باتوں کا بندوبست فرمادیں۔ ایک ہلکا اور
 مضبوط میانہ جس پر دو زنانی سواریاں باسائیش بیٹھ سکیں اور ایک کافی
 وسعت کی ڈولی جس پر بچے کی انابچے کو لیکر بیٹھ سکے وقت محمود پراسٹیشن
 میاں فرمادیں اور احتیاطاً ایک مکان مختصر خالی رکھیں کہ اگر یہ مسافران
 منزل دور و دراز دوچار پر اسائیش لینے کے واسطے اترنا چاہیں تو
 اس میں اتر پڑیں اور جس قسم کی مدد یہاں آنے کے واسطے کماؤں
 وغیرہ کی ان کو درکار ہو اس میں توجہ فرمانے کی ہی آپ سے امید
 واثق ہو۔ زیادہ تصدیق کی حاجت نہیں۔ صاحبزادہ بلند اقبال کو
 دعائیں۔ فرزند اُن فقیہ تسلیم رساں ہیں۔ امید ہے کہ جواب سے جلد
 مطمین فرمایا جاوے

فقیر حقیر امیر احمد امیر

رامپور افغانان

۱۵۔ ستمبر ۱۸۹۳ء

مکرم و محترم جناب قاضی صاحب زادت مکار کم۔ سلام سنون
اخلاص و نیاز کشجون۔ مکرمت نامہ میرے نامہ ہائے نیاز کے جواب
میں صادر ہوا تھا۔ مجھے انتظار تھا کہ جن عزیزوں کے اتارنے کا بریلی
میں بندوبست کرنا ہی انکارت تعین وقت کے ساتھ آجائے تو آپ کی
خدمت میں اطلاع کروں۔ اس وقت راہ سے تار آیا کہ منگل کا دن
گزر کر شب کی ریل میں بریلی پہنچیں گے۔ میں احتیاطاً میرنا صر علی پلنے
ایک معتد کو کہ نسل میرے عزیزوں کے ہیں یہ نامہ نیاز و یکہ آپ کی خدمت
میں بھیجا ہوں جس جس قسم کی ضرورت مرکبوں اور کاروں اور مکان فرودگاہ
کی درپیش ہو ان سب کا مکمل آپ کی توجہ سے ہونا چاہئے اور مستعدی
سے سٹیشن پر منج سوار یوں سکے حاضر باشی اور دو تین وقت تک ریل
گاڑیوں کی نگرانی میاں ناصر علی کے ذمے ہے۔ مزید احتیاط کے واسطے
ایک کارڈ ڈاک پر بھی آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں۔ آخر میں آپ
کی فراموشی پر سی اور آپ کی عنایتوں کی شکر گزاری کرتا ہوں۔ صاحبزادہ
بلند اقبال کو دعائیں۔ بندہ زادگان عقیدت نشان تسلیم رسا ہیں۔

امیر احمد عفی عنہ

رامپور سٹیٹ۔ دفتر امیر اللغات۔ ۳۰ ستمبر ۱۸۹۳ء

مجمع اخلاق و مکرم جناب قاضی صاحب زاد غلام مکرم۔ سلام و اخلاص

وسپاس انضمام کے بعد مدعا نگار ہوں کہ نور چشم لطیف احمد مع قافلہ
 آپ کے اشتقاق کریمانہ کے شکر گزار آئے۔ الحق آپ کی ذات ستودہ
 صفات اخلاق محمدی و اشتقاق اسلامی میں یادگار سہلاف کرام ہی۔ حق
 تعالیٰ آپ کے انفاس میں برکات روز افزوں عطا فرمائے اور ہمیشہ
 مکروہات سے محفوظ اور مرغوبات سے محفوظ رکھے۔ یہی سپاسنامہ
 آپ کے فرزند ارجمند کی نظر سعادت اثر سے ہی گزرتے اور دعا سے
 ترقی عمر و علم و اقبال پہنچے۔

از دست فقیر بنوا ناید بیچ جز آنکہ بصدق دل دعا سے بکند

آپ کا منت پذیر
 امیر فقیر

ریاست رامپور

۲۸ دسمبر ۱۹۹۹ء - روز پنجشنبہ

جناب قاضی صاحب مجمع مکارم فراوان سر پالطف و امتنان
 دام بالجد والکرم۔ سلام نیاز انضمام کے بعد التماس ہی کہ بندہ زادہ کوچک
 محمد مسعود احمد انٹرنس میں امتحان دینے کی ضرورت سے کالج کے
 بورڈنگ ہوس میں ۱۳ دسمبر سے ۱۰ جنوری تک مقیم رہے گا میری
 خوشی تو یہ تھی کہ آپ ہی کے مکان راحت نشان پر قیام ہوتا مگر اسکے
 مصالح متعلق امتحان اسکو بورڈنگ ہوس کے قیام پر مجبور کر رہے
 ہیں اور وہ ضعیف البیان اور اس زمانے میں محنت کی وجہ سے

نہایت ناتواں ہو رہا ہو۔ کوئی عنوان اس کی راحت اکل شرب کا
اس سے بہتر نظر نہیں آتا کہ اگرچہ وہ بورڈنگ ہوس میں رہی مگر باعتبار
ماکل و مشا رب کے آپ ہی کا مہمان ہو۔ کسی طرح کا تکلف اس کیلئے
نظر مایا جائے صرف سالن اور رونی اور تھمر کے واسطے کہ زیادہ
میں نان پاوہو۔

ملاذائے جس طرح میں نے بہ نظر اخلاص و نیاز مندی بے تکلفانہ
آپ کو اس امر کی تکلیف دی ہے امید کرتا ہوں کہ اسی طرح آپ بھی تکلف
نفرمائیں اور اپنے ناتواں بچوں کے مثل تصور فرما کر ہر ہیزی کٹا اپنے آدمی
کے ہاتھ اوقات معینہ کا لے میں بھولیا کریں محل اقامت خود آپ کو آگاہ کریگا
زیادہ سوائے منت پذیری کے کیا عرض کیا جائے۔ آپ کے فرزند
ارجمند قاضی خلیل الدین صاحب کو سلام سنوں دعا مستحون۔ احوال عفت
حاصل نسیم گزار ہیں

فقیر امیر احمد امیر مینائی

قاضی محمد خلیل صاحب حیراں رئیس بریلی کے نام

سعید سرمد خلیل قاضی محمد خلیل صاحب سلام اللہ بحکیم سلام شوق
کارڈ آیا ممنون یاد آوی کیا۔ آپ بھل اور دان کے ہنگامے میں میری یہ
ساتھ کی کہ دوپٹے اور فرنی وغیرہ اور بننے کی چیزیں آپ بھل کئے جائیں
اور بٹا عہد فرمائیے کہ پھر وہاں میرا سامان آگیا جائے

عنه کی تصحیح یوں ہو سکتی ہو کہ شعرا نے گوشہ دامن کو ہی آپنجل کہا ہے چنانچہ
اس کو میں نے امیر اللغات میں کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے اور یہ دو شعر
سند کے بھی آپنجل کے لغت میں درج کیئے ہیں ۔

میرہ آپنجل اس دامن کا ہاتھ آتا نہیں + میر دریا کا سا اس کا پیر ہی
نیمہ وہیاں دانتوں کا جو آیا تو یہ سوچی تیشہ + صبح نے منہ پہ لیا دامن شب کا آپنجل
ساعت اور گہری ساعت کے قافیے میں احتیاط تو مقتضی اس

کی ہو کہ شاعر بلا ضرورت شدید وہم التباس سے بھی بچے مگر جو ان
ثابت کرنے کے لیے بہت سے اشعار شعر اسے فارسی وارد کے
ملیں گے جن میں انہوں نے جائز کر لیا ہے جیسا کہ بحر نے یہ طلع کہا ہے
بحر درویشی طریقہ پر رسول اللہ کا باندہ کی قسم مگر میں بد بسم اللہ کا
جناب قاضی صاحب کی خدمت میں میری طرف سے تسلیم ۔

امیر احمد عفی عنہ ۔

رامپور ۔ ۲۲ محرم ۱۳۵۷ ہجری

اناللہ وانا الیہ راجعون ۔

گرامی شان رشد و سعادت آئیں قاضی خلیل الدین صاحب
سکرم اللہ الواہب ۔ دعائے صلاح و فلاح دارین ۔ اس وقت
سید جواد علی صاحب کے کارڈ سے وفات قاضی محمد عبد الجلیل صاحب
معلوم ہوئی ۔ اس خبر نے مجھ کو دنیا سے بیخبر کر دیا ۔ ایسا قلع ہوا
کہ اس کی تعبیر کو الفاظ نہیں ملتے ۔ جناب مرحوم سے کریم النفس

یادگار سلف حامی اسلام و دنوار عام کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ ایک بڑی خوش نصیبی ان مرحوم کی یہ کہ آپ ساسعید خلع الرشید دنیا میں یادگار چھوڑا۔ اب آپ کی ذات کو ہم الصفات ان کی قائم مقام ہو۔ حق تعالیٰ ان مغفور کو غریق دریائے رحمت فرمائے اور آپ کی عمر اقبال کے ساتھ بڑھائے اسوقت افسردہ دلی اور کچھ لکھنے نہیں دیتی۔
فیقر امیر احمد امیر۔

منشی امتیاز احمد خالص صاحب راز کے نام

پیائے۔ خدا کرے تمہاری طبیعت اچھی ہو اور تم حالت سرور و عافیت میں ہو یہ شکایت نامہ دیکھ کر منتظر رہا۔ شکایت مجھے اس کی ہے کہ کار برآری در کنار اپنے صاحب نے وہ کو تہ قلبی اختیار کی جس کی مردان ذی عروت و ذی قوت سے ایسا نہیں ہو سکتی۔ اگر میں چاہتا کہ اطہار مطلب چھکوا ایسا بتدل کر دے گا تو رجوع ہی نہ کرتا اس واسطے کہ رجوع کا محصل اپنا بتدل ہو جانا اللہم احفظنا من بدہ الذلہ۔ اسی کے ساتھ تم سے بھی شکایت ہے کہ کیسا ضروری خط بھیجا مگر جواب ندارد۔ میرے غم کی حالت اس بے پروائی کو مقتضی نہیں۔ جواب با صواب جلد پہنچو اور جس پیرایہ میں مناسب ہو اپنے صاحب سے ہی دوستانہ شکایت کرو فقط

امیر فقیر ریاست رامپور۔ ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۹۶ء

پیار سے رازِ عمر دراز۔ نامہ سعادت شامہ آیا۔ میں نے تمہاری جگہ
 اس کو پیار کیا، آنکھوں سے لگایا۔ خداوند تعالیٰ تمہارے عمر و اقبال میں
 برکت لے۔ اور صحت و عافیت دارین نصیب کرے۔ نصیب اعدا
 تمہاری علالت دریافت ہونے سے پریشانی ایک سے ہزار ہو گئی خط
 میں جو معمولی دیر ہوئی مجھے تردد تھا کہ علت کیا ہے، آخر علت نکلی جو حالت
 تشویش میں باعث مزید تشویش ہوئی۔ جس وقت سے خط آیا ہے ہم تن
 مصروف دعاے صحت ہوں۔ شافی برحق سے امید ہے کہ اب شفا حاصل
 ہو چکی ہوگی۔ امید کہ جعفر جلد ممکن ہو اپنی حالت اور مردہ عافیت سے
 داعی خیر کو مطمئن کر و ہمیں صاحب شکار سے آجائیں تو احوال
 میری اس کی مقتضی ہے کہ جس طرح ممکن ہو ان سے کام نکالنے میں کوشش
 کرو۔ حاجت جعفر پر اور جو حال ہے تم سے کچھ پوشیدہ نہیں ہے جیسا
 مناسب سمجھوں ان سے کہو۔ تمہاری ہی رائے پر اور تمہاری ہی کوشش پر
 میں نے اپنے کام کو حوالہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری سعی مشکور کرے۔
 تعجب ہے کہ سرکارِ عالیہ نے گزارش کی عبارت بغور ملاحظہ فرمائی
 اور پھر کچھ فرمایا۔ تہنیت عید اضحیٰ میں ایک قصیدہ جناب وزیر صاحب
 کے توسط سے میں نے پڑھ بیجا ہے اس کے پہنچنے اور پیش ہونے کا
 کچھ حال اتنا معلوم نہیں ہوا کہ تم اگر صحیح ہو تے تو کوہِ نکالتے۔ اللہ
 کرے تمہاری طبیعت اب بالکل اچھی ہو۔
 وسیع مکان میری گزر کے قابل باوجود کمال کوشش کہیں

دستیاب نہوا۔ ورنہ اس زمانے میں جس کمرایہ کو ملتا بنا چاری لکھا
 بنا چاری میں اپنی ذات سے خائفہ معصومی کا مجاور ہوا اور اہل و عیال
 کو حافظ عبدالحی والے مکان میں جو میاں صاحب کے مکان سے
 جانب جنوب متصل سڑک ہے بھر دیا۔ اسباب حتیٰ کہ کتابوں کی لاریاں
 بھی سب کندھ سار کی زمین پر کیلے میدان میں ہیں اور جہاں تک ممکن
 ہی کوشش کر رہا ہوں کہ اسی زمین کی تعمیرات کندھ میں کسی عنوان سے
 صلاحیت برسات بسر کرنے کی نکلے مگر وہ پیہ بہم پہنچانے میں کچھ
 بس نہیں چلتا۔ حرکات مذہبی اور پیش بسلا نہ سے اب تک استفادہ
 ہوا ہے کہ اس احاطے کی چار دیواری خام بن گئی ہے۔ ہر وزیر متباری اور
 جمیس صاحب کی تحریر کا انتظار ہوتا ہے۔ باسباب ظاہر مہر
 اور کیس سے امید گرہ کشالی معلوم نہیں ہوئی فقط

امیر فقیر۔ یکم جون ۱۳۳۵ء

ریاست رامپور

پتائے راز۔ عمر دراز۔ ابو متباری تحریر بھی شہد مقصود کی طرح
 منہ چپانے لگی، ایک تسکین کا سہارا تھا وہ ہی کیا۔ باوصف اس بات
 کے جاننے کے کہ میں متبائے خط کا کشف و شفاق رہتا ہوں اور پھر
 خط نہ لکھتا تھا کہ سو کتم ہے کہ نہیں۔ خدا کرے مانع بخیر ہو اور تم خیر و عافیت
 سے ہو جمیس صاحب نے تو کوئی تحریر مجھے نہ پہنچی نہ آئندہ پہنچنے
 کی امید نظر آتی ہے۔ خدا جانے اس کی علت کیا ہے۔ بے انتہائی ہر

یہاں عدم کاروائی کی نجات۔ وزیر صاحب سے جواب خط ملنے کی تو پہلے
 ہی امید نہ تھی۔ آخر وہی ہوا۔ خیر کوئی لکھ یا نہ لکھ تم تو تسکین افزائی میں
 کی نگرانی میں ہی حالت کے ساتھ زندہ ہوں اور بھائے حق میں دعا کرتا ہوں
 قیمت دیوان کے واسطے پھر مکلف ہوں کہ حسب قدر فراہم ہو گئی ہو جلد ہیجد و
 باقی خیریت۔ سب چھوٹے بڑے ماوجب رساں ہیں پانی نہ برسنے سے
 یہاں کی خلقت تباہ ہو رہی ہے اللہ رحم کرے۔

تمارا داعی خیر۔ امیر فقیر

پہاں سے راز۔ سلام و دعا عقل و شعور کا رجسٹری شدہ پنفلٹ مجھے
 ملا اور تمہاری تحریر محبت خیر ہی مجھے پہنچی۔ میں تمہاری سعادت مندی سے
 مسرور و عقل و شعور کے پہنچنے سے حضرت برہم اور تمہارا دونوں کا ممنون
 ہوں۔ حافظ جلیل حسن وطن میں سخت بیمار ہو گئے ہیں۔ میرا دل
 ہر وقت دہڑکتا ہے۔ دعا کے سوا کیا چارہ ہے۔ بہائی تم ہی دعا کرو سب
 دوست عزیز ماوجب گزار ہیں۔ حضرت برہم کو سلام اور
 سپاسگزاری فقط

امیر فقیر

حافظ غلام احمد صاحب فروغی کے نام

ریاست رامپور ۲۰۔ نومبر ۱۹۳۷ء
 دکنوار دوستان زادت اخلاکم سلام مسنونہ اخلص و

نیا مشحون۔ غایت صحیفہ آیا اور اپنے ساتھ عمدہ ہدیہ لایا۔ نصاب کا
 نسخہ جو تحفہ آپ نے مرحمت کیا اس نے خوش ہو کر اسکو قبول کیا میں
 نے دو چار دن انٹ کر دیکھے۔ کتاب آپ نے بہت
 اچھی اور مفید لکھی ہے مرزا غالب مرحوم کا تاد زمانہ
 ہی میری نظر سے گزرا ہے آپ کے یہاں بہت سی باتیں
 بڑھی ہوئی ہیں۔ حسن و انجام کے علاوہ بڑی خوبی یہ کہ الفاظ و رابطہ
 بہت ہی کم آئے ہیں۔ انشاء اللہ کتاب مقبول خاص و عام ہوگی۔
 میری ریجوری و معذوری کی وہی حالت ہے جو کلمہ چکا ہوں۔ مجھے
 زرا بھی صحت و اطمینان ہوتا تو آپ کی فرمائش کی خوشی سے تعمیل
 کرتا۔ آپ کے اصرار اور اپنی حالت سے نہایت مجبور ہوں اخلاق
 سامی سے امید ہے کہ میرا عذر قبول کر کے میری نجاست مر تفع فرمائیں
 گے۔ فرزندان و احباب فقیر ما و حب گزار ہیں۔

منت پزیر امیر فقیر

رامپور۔

۶۔ نومبر ۱۹۰۷ء

والنوازیہ سلام منون اخلاص مشحون۔ مہربانی نا اکیہ ممنون یاد
 آوی کیا۔ آپ اپنے مشاعرے کے لیے مجھ سے خوال طلب فرمائے
 ہیں۔ میں اس زمانہ میں بہت ہی ریجور اور معذور ہو رہا ہوں۔ خود
 بیمار اور کئی بیماریوں کا پرستار رہتا ہوں۔ جو وقت فرصت

و اٹھینان کا ملتا بھی ہو وہ امیر اللغات کی تالیف و تصنیف میں صرف ہوتا ہے
شعر و سخن کا مشغلہ مجھ سے بالکل چھوٹ گیا ہے۔ آپ کے حسن اخلاق سے
امید ہے کہ عذر میرا قبول کر کے مجھ کو معاف فرمائیں گے۔

امیر فقیر۔

حضرت طاہر فرخ آبادی کے نام

۲۰۔ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ ہجری ۸۰۔ جنوری ۱۸۸۵ء

شفیق یاد آور مخلص سلامت۔ سلام مسنون۔ غدر میں لموال
بھی تلف ہو گئے جائیں بھی سیکڑوں ضایع گئیں یہ تو ادنیٰ کیفیات
تھے۔ مگر تجربے سے معلوم ہوا کہ غارتگروں نے ہمیں ہی لوٹ لیں صفات
قدیمہ بھی خیر باد کمر سد ہار گئے، محبت کا نشان بھی نہ باقی رہا، ہمدردی
ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی، قوتیں سلب ہو گئیں، حافظے کام کے نہیں
باقی رہی۔ میرا ہی ہی حال ہوا، حافظے میں مطلق قوت نہیں رہی۔ یہی
زمانے سے ریاست رامپور کو چلا جانا ہوا۔ وہاں جا کر دنیا ہی نئی دیکھی
اور رئیس کے التفات سے شب و روز میں کسی ساعت کو خالی نہ چھوڑا۔
معذرا بسبب تاہل کے اپنے افکار نے بھی کچھ حصہ وقت کا دبا لیا۔
اس وجہ سے فرصت نہ ملی کہ باران قدیم و مخلصان صمیم کو یاد کرتا ہوں یہی
باعث ہوا کہ آپ کو ہی کہی کچھ نہ لکھ سکا۔ اب محذومی و محترمی جناب حکیم
محکم علی صاحب کے ذریعے سے مدت دراز کے بعد آئینہ رابطہ قدیم

کارنگ چھوٹا اور نئی جلادی گئی یعنی آپ کا عنایت نامہ جس میں کچھ فقیر کا ذکر ہے ملا۔ میں نے سوچ کر آپ کی تصویر خیالی ذہن میں کھینچی اور محبت دیرینہ کا مزا اٹھایا ہے اے وقت تو خوش کہ وقت ناخوش کر دئی۔

رہنما اخبار بندہ زادہ کلاں نے بے شغلی سے ٹھگ آکر جاری کرنے کا قصد کیا ہے دو اشعار لے سکے ہیں بیچتا ہوں اور گلہ سہ بعض اجاب تے شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے میں نے ہی بتھا ضائع ہے

خیال خاطر اجاب چاہئے ہر دم انیس بیس نہ لگ جائے آگینوں کو ان کے پاس خاطر سے حتی الوسع اعانت کرنے کا وعدہ کر لیا ہے فقیر زاد یعنی فشی محمد احمد میرے حکم کے موافق اس کے انصرام کا کفیل ہوا ہے اس کے ہی چند قطعہ اشعار بیچتا ہوں۔ کسا دہزاران چیزوں کی قدر دانی کا بیشک آپ کی تحریر سے ہی زیادہ ہے مگر تاہم ہے

ہنوز آن ابر رحمت در نشان ست خم و خجاندہ با معرو نشان ست تلاش و کوشش ہوگی تو بہت نہ سہی تھوئے ہی سہی قدر شناس پیدا ہو جائیں گے۔ یہ تحریر فرمانا آپ کا کہ میرا کلام اساتذہ کے اشعار کے سامنے آیا وقت پیدا کرے گا دیں کمال ہے اس لیے کہ کمال آدمی کو ضرور ہی ملے کر دیتا ہے۔ امید ہے کہ اس گلہ سے کو اپنا ذاتی گلہ سہ تصور فرما کر ہمیشہ اس کی حسن افزائی ملحوظ رہے اور کلام تلامذہ انتخاب کے بعد عنایت ہوا کرے غم التسلیم

آٹھ ایمر احمد معنی عنہ محمد احمد تسلیم گزار ہے۔

لکھنؤ کٹرہ ابوتراب خاں - ڈاک خانہ چوک

مولوی محمد اعجاز حسن خاں صاحب رئیس رسولپور ضلع

منظف رسولپور کے تمام

دفتر امیر اللغات رامپور سٹیٹ

۱۵ - جولائی ۱۸۹۳ء

غزیری وسعیدی زاد عمر کم صلاح و صلاح دارین کی دعائیں مدت کے
بعد ممتاز الخفقہ سعادت سرور و لوا فرماے دل و دیدہ ہوا اس عمرت دراز
باد کہ میں ہم غنیمت است ناگرا پنا بوڑھا دعا گو سمجھ کر کہی پوچھتے رہو تو
متماری محبت و سعادت ہو ورنہ کیا شکایت ہی۔ میرا استحقاق جو کچھ بتا
وہ نایاب و شاداب کے ساتھ گیا میں صرف تم لوگوں کے تصور سے اپنے
دل کو خوش کر لیا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ زندہ اور خوش رکھے ہائی دعا
کے سوا کیا لکھوں خداوند کریم کہ حافظ حقیقی ہی بخیر و خوبی مسافروں کو واپس
لائے آئیں تم آئین نور چشم بابو ظفر حسن کو دعائیں اور باتوں کا جواب
نور چشم ممتاز علی دیں گے کہ وہ ان سے متعلق ہیں آپ اور بابو ظفر حسن خاں
اب کیا پڑھتے لکھتے ہیں کتنا شک تحصیل علم کی ہی مشغلہ کیا رہتا ہے براہ سعادت
مفصل طور پر مطلع کیجئے گا

امیر فقیر

رامپور ۱۵ ستمبر ۱۸۹۳ء

سید سرمد رشید اہل سلمہ اللہ الصمد سلام و دعا آپ کی طرف سے
 بھی مجھے بحالت ہی کہ بن نہیں پڑا کیا لکھو اور آج تک کچھ نہ لکھنے کا کیا عذر
 کروں آپ کے بہت سے سعادت بھائی آئے اور میری خوشی و شکر گزار
 کے باعث ہوئے ان تھا کہ میں جواب لکھوا دیتا لیکن اجزا سے دیوان
 نایاب مروج جو آج تک دیکھ نہ سکا لکھ کچھ لکھ ہی نہ سکا اور اس کے نہ
 دیکھنے کی علت اپنی علالت کے سوا کچھ نہیں ہی خصوصاً اس زمانے
 میں بہت ہی غیر صحیح رہا جس بول کے دورے کثرت سے اور شدت
 سے پڑے رات جو دورہ پڑا ہی اس کی اید اس سے اس وقت بیقرار رہی
 معذرت و غیرہ کی بھی شکایت ہی اللہ تعالیٰ رحم فرمائے آگے ان اجزا
 کو دیکھنا شروع کیا تھا اسی سبب سے رہ گیا اب پھر تھوڑا تھوڑا دیکھنا شروع
 کیا ہی آپ ہی دعا کیجئے کہ میں صحیح رہوں اور اس سے جلد فراغت کر کے
 آپ کے پاس ہیجروں سب عزیز ماحوب گزار میں آپ کا داعی خیر
 امیر فقیر۔

اعجازان من سلام لودعلا اور اپنے محبت نامہ مورخہ ۱۱ جنوری
 کا جواب لودیان نایاب کا ہفت مجھے پہنچ گیا اور اس کے ساتھ
 جو خط تم نے لکھا تھا وہ بھی پہنچا تمہاری تحریر پر تھوڑا لکھوں میں گہری
 لکھوں کا نوہ پڑا ہی ہی بارک اللہ و جزاک اللہ ہیں دیوان کو دیکھو کلام
 دیکھنے کب سے دیکھنا شروع ہوتا ہو ابھی کچھ ہی میں دیکھا مجھے دل سے
 فکر ہی اور خیال ہی اللہ تعالیٰ میرے خیر کو پورا کرے بیماروں کی محبت

حسے فراغت نہیں ہوتی اجاب کی خدمت سے نہایت قاصر ہوں اور نہایت تاہم ہوں ان اجزاء سے فارغ ہو کر اور اجزاء سے طلب کرونگا زیادہ عذر تقصیر کے سوا اور کیا لکوں وہاں سب کو میری طرف سے مایوس رہو۔

تمہارا دعا گو

امیر فقیر ۲ جنوری۔

۳۱۔ اکتوبر ۱۹۷۶ء

عزیز از جان اقبال نشان سلیم اللہ المنان دعاے صلاح و فلاح داریں
وسہ خدائی و سہ سبزی نشانیں کے بعد مدعا نگار ہوں کہ محبت نامہ سعادت
شامہ شمع خیر رحلت جناب غفران ماب جدا مجد سامی آیا اور میرے دل
کلفت منزل کو چونا یا ب و شاداب مغفورین کے غم سے پہلے ہی سہل
ہو رہا تھا اور یہی تڑپا یا ایسی ذات بابرکات کا سایہ عاطفت سر سے
اللہ جاننا باعث سحت صدمہ جانکا ہے اس داغ کا ہم ہم اناللہ وانا الیہ
راجعون کے سوا کوئی نہیں حق تعالیٰ ان کو غریق دریائے رحمت اور
ان کے اعقاب کو کاسین جہر مصابرت فرمائے تمام ہوا یہ مطلب
نا تمام نسخہ ہائے دیوان مطلوبہ گرامی روانہ کرنے کو دفتر میں کدی یاد
برخوردار مسعود احمد ضمیر آج ہی تعمیل حکم کریں گے امید ہے کہ آپ مجھ کو
بکھی اپنا ایک دیرینہ بیواہ تھمکے کسی یاد کر لیا کریں۔ سب عزیزوں
دوستوں کو نام نہام دعا و سلام فقط فقیر امیر۔

رامپور۔ ۲۸۔ مارچ ۱۸۹۸ء

عزیز از جان سعادت نشان دعا تمہارا سعادت نامہ چیکر کا شف مدعا
ہوا تھا دیوان چیکر مطبع سے آگیا اب جس پتے سے کو پانچ جلدیں تمہارے
لکھنے کے موافق تمہارے نام پہنچی جائیں باقی خیریت امیر فقیر۔

مکرر یہ کہ کوشش کر کے خریدار بہت سے پیدا کرو ہزار جلدیں چھپوائی گئی ہیں
بغیر اس کے کہ تم سے دسوز دل سے کوشش کریں ان کا نکلنا
دشوار ہے۔

رامپور۔ ۲۴۔ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

سعید کو بنیٰ سلم اللہ تعالیٰ فی الدارین دعائے ترقیات روز افزون قصیدہ
آپکا مرسلہ آیا تھا بسبب موسم سرما کے کہ میرے مرض کے نہایت مخالف ہے
اس کے دیکھنے کی اب تک نوبت نہیں آئی تھی آج وہ قصیدہ نکلوا کر اور
نظر اصلاح سے دیکھ رہی ہوں تاخیر کی تقصیر معاف کیجئے اور اس کی سید
اور اپنی خیریت سے مطمئن کیجئے۔

اعتباطاً قصیدے کا بیرونک پہنچا مناسب سمجھا گیا اعز بجان محمد ریاض حسن
خاں و محمد ابوالحسن خاں کو دعائیں۔

امیر فقیر۔

رامپور۔ سبتمبر ۱۸۹۹ء

گرامی شان اقبال نشان زاد تہتم و اتنا ہم دعاے ترقیات روز افزون
دعہ سے کوئی تحریر مشعر خیریت نہیں آئی تعلق ہے خدا کرے

آپ بجمیع الوجوہ مطمئن و مسرور ہوں۔ سنخندان پارس کا ذکر کرتے آپ نے
 لکھا تھا چونکہ دفتر امیر اللغات میں اس کی حاجت ہی اس لیے چاہتا ہوں
 کہ جس مطبع سے اسکا ملنا ممکن ہو مجھے آگاہ کیجئے کہ میں طلب کر لوں جواب
 مفصل دیجئے باقی خیریت۔ سب عزیزوں کو ماوا جب

امیر فقیر

گرامی شان اقبال نشان اعلیٰ اللہ شانکم دعائے ترقیات روز افزوں
 نامہ سعادت پہنچا اور ممنون کیا دیوان نایاب کا زیر طبع ہونا باعث مسرور
 ہوا تاریخ طبع اس سنہ کے موافق جو آپ نے مجھ سے طلب کی ہے
 میں انشاء اللہ فکر و نگا اور حسبِ نخواستہ تاریخ ہو گئی تو آپ کو بھیج دوں گا
 وہ تاریخ تو بہت اچھی تھی اگر ممکن ہو تاریخ ترتیب قرار دیکر چھپوانی جائے
 ورنہ خیر۔

عزیزی محمد ابوالحسن خاں کی تاریخ دیکھ کر ہیجتا ہوں پورا قطعہ اچھا ہی
 میرا جی بہت خوش ہوا طبیعت ہونا معلوم ہوتی ہے بارک اللہ فی عمر ہم
 و اقبال ہم۔

صنمخانہ عشق کے صفحات بوجہ اب تک طبع نہیں ہوئے جس وقت
 چھپیں گے آپ کو اطلاع دی جائے گی تاہم سے بنے ہوئے نیچے جو
 خاص ای ملک میں بنتے ہیں مجھے درکار ہیں اگر آپ مہربانی کر کے بھیجیں
 تو باعث منت پزیری ہی عزیزان سعادت نشان محمد ابوالحسن خاں و محمد
 ریاض حسن کو بہت بہت دعائیں۔

امپوریکم اپریل ۱۹۵۵ء

امیر فقیر

دارالریاستہ رامپور

۲۷ جنوری ۱۹۵۵ء

جان سے پیارے میرے اعجاز متارا اقبال بلند اور مردار محبت
نامہ سعادت شامہ آیا انگلیں پر نور ہوئیں اور دل سرور حق تعالیٰ اس
حسن یاد آوری کے ساتھ دیر گاہ تم کو اقبال مندر کئے۔ اس سے قبل
والی تحریر بھی شاید آئی ہو اس وقت کیفیت صومی میں کچھ یاد نہیں تاخیر
جواب کا عذر خواہ ہوں افسوس صغیرم جوم کے نتائج طبع سب برباد ہو گئے
میں آپ کی سعی جمیل کا شکر گزار ہوں کوشش چلی جائے شاید کبھی
کوئی چیز مل جائے۔ مقاصد حسنہ کا نسخہ بھیج نہ ملنے سے میں اب تک
عبارت مندرجہ امیر اللغات کی تصحیح نقل نہ کر سکا آپ کے سب غریزاں
کو حسب مراتب ماوجب

امیر فقیر

رامپور ۲۴ نومبر ۱۹۵۵ء

عزیزانہ جان گرامی شان اقبال نشان بابو محمد اعجاز حسن خالص صاحب
زاد عمر کم و اقبال کلم دعائے ترقیات دارین سعادت نامہ اقبال شامہ موصی
۳۔ جب نور و سرور اقبال دیدہ و دل ہوا خدا کرے آپ کی سعی
و باسبب ہم رسائی تانیفات صغیرم جوم شکر ہے یہ دوسرا حصہ جلد
خضر کا جو آپ نے مجھے بھیجا ہے الیہ غلط چھپا ہے کہ کوائن متاقت ہے بھی

اکثر جگہ پڑھائیں جاتا جس مطبع میں چھاپی غالب ہے کہ اس کی اصل منقول
عنه وہاں ہو اگر وہ نسخہ ملجاتا تو اس کی تصحیح ہو جاتی یہ کتاب تو نسخہ ہو جائے
کی وجہ سے مفید نہ رہی کتاب مصنف مرحوم نے بہت اچھی لکھی ہے مگر
افسوس کہ بہت ہی بری چھپی ہے اور اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ
اس کے مابعد کے دو حصے اور بھی ہیں خدا کرے یہ تصنیفات ان
کے ضائع نہ ہوے ہوں اور آپ کی کوشش سے ملجائیں افسوس کہ ان
کے صاحبزادے بھی جو ہوشیار تھے قضا کر گئے چوٹے چوٹے
دوپکے جو باقی ہیں ان سے کیا کام نکلے گا یاں وہ شاگرد صغیر مرحوم کے
جن کو آپ نے استدرک کیفیت کے واسطے لکھا ہے حسب درخواست
کوشش کریں تو کام چلے بہر کیف آپ اس باب میں کما حقہ توجہ کیجئے
اور مطبع سے اصل جلد ثانی جلوہ خضر اگر وہاں ہو تو لیجئے ۔

مقا صد حسنہ کا نسخہ اب تک مجھے نہیں ملا تلاش میں ہوں بغیر
از جان مولوی محمد ریاض حسن خاں اور محمد ابوالحسن خاں سلمہ اللہ
تعالیٰ کو دعائیں فقط

امیر فقیر۔

۱۷۔ اپریل ۱۹۸۰ء

ریاست رام پور

گرامی شان اقبال نشان زاد عمر کم سبب و عذرہ اپنے بیٹا ہوں غائب
ہی کہ پسند آئے۔ اس سے پہلے جو تاریخ تم نے بھیجی تھی وہ دیکھ کر یہ سچ

چکا ہوں اس کی رسید اب تک نہیں آئی۔ عظیم آبادی تاروں کے نیچوں
 کے لیے لکھا تھا ان کا بھی انتظار ہے۔ اس قطعہ تاریخ کی رسید بھی آنا چاہئے
 کہ نگرانی رفع ہو۔ مدت سے نور چشم سید ظفر حسن کا حال معلوم نہیں میری طرف
 سے بعد دعا کے کہو کہ کسی کسی خط لکھا کریں اور اپنے مشاغل و حالات سے مسرور
 کیا کریں مجی باوجود حسن خاں بھی کسی یاد نہیں کرتے ان سے ہی خصوصیت
 کے ساتھ شکایت ہے۔

امیر احمد امیر بنیانی
 کل ہوا اک گلشن شاداب میں گزار
 کتنے دیکھے گریستان کتنے دیکھے لڑائے
 صفحہ رومے پری دکھلا رہی تھی برگ گل
 سطر زلف عورتی تھی نظر ہر شاخسار
 تھا جو بلبل بلبل شیراز کا تھا ہیراں
 تھا جو طوطی طوطی ہندوستان کی بھگیاں
 تھی بڑی حیرت مجھے یاد ہے کسا کی چین
 دیکھ کر حیران مجھ کو چھپا اٹھی ہزار
 گلشنانی ہے یہ طبع نازک نایاب کی
 رنگ لانی ہی یہ تازہ فکر نکلیں کی بہار
 چپ رہا ہر آگرے میں آجکل انسا کلام
 فکر سال طبع میں یہ شاعران روزگار
 سن کے یہ مژدہ کی تاریخ نہیں جن امیر
 ہی کچھ دیوان شاعر شیوا زبان کی گنگا

گرامی شان اقبال نشان زاد عمر کم و اقبال کم و عا سے رقیات روز افزوں
 سعادت نامہ مورخہ ۲۵ ذی قعدہ ۱۳۵۵ء میں شہنشاہ خلیفہ و صحبت کے دیکھنے سے بہت
 ہی مسرور ہوا اللہ تعالیٰ تمہاری عمر و اقبال میں برکت دے اور مقاصد دارین
 پر فائز کرے تاریخ طبع دیوان نایاب میں سے سکھائی تھی اب تم کو

بچنی ہوگی۔ اس کی رسید کا مجھے انتظار ہے بچوں کے بارے میں جو تم نے دریافت کیا ہے مجھے طفلی دار چند نیچے مطلوب ہیں اور ایک نیچہ بیچوان کا باقی تحریریت اپنے بھائیوں کو میری طرف سے دعا پہنچاؤ۔

امیر فقیر

۲۱۔ اپریل ۱۸۹۸ء راولپنڈی

عزیز ازجان گرامی شان اقبال نشان زاد عمر کم دعا کے بعد مدعا یہ ہے کہ تحریر سعادت خیر مشعر صحت پہنچ کر سرور افزا سے خاتر فاطر ہوئی خداوند نکاح ہمیشہ ہمدوش صحت و ہم آغوش راحت رکھے آمین بچوں کا بکس کھلوا یا گیاتینوں نیچے باعتبار کپڑے اور حسن بندش کے بہت اچھے ہیں کھلا بتوئی بچوں کی کچھ حاجت نہیں البتہ ان بچوں میں کوئی نیچہ صرف نے کا جس میں طفلی نہیں ہوتی اور وہیں بنتے ہیں نہیں ہی چند نیچے ویسے مطلوب تھے۔

حافظ جلیل حسن صاحب کو جو تذکرہ لکھنا ہی اس میں قید حیات شاعر تین ہے جلوہ خضر کا پہلا حصہ میرے پاس ہی دوسرا حصہ مطلوب ہے میں بہت ہی مسرور ہوں گا اگر آپ اس کا دوسرا حصہ تلاش کر کے مجھے بھیج دیں گے سب عزیزوں کو ماوجب۔

امیر احمد امیر مینائی

راولپنڈی دفتر امیر اللغات

۲۸۔ ستمبر ۱۸۹۸ء

عزیز ازجان اقبال نشان زاد عمر کم و اقبال کم دعا کے سرور ہوئی دارین

وسر سبزی نشائیں شہزادہ سعادۃ شہامہ نور پور و افراستہ دیدہ و دل ہوا
 بلٹی ہی پہنچی پنجوں کا بکس ہی ریل سے و سمول ہوا ابی کو لا میں یقیناً نیچے
 اچھے ہی ہوں گے۔ میں آپ کی محبت و عنایت کا شکر گزار ہوں نصیب
 اعدا طبیعت کیا ناچاق تھی مجھے نہایت تردد رہی گا جب تک حسبِ خواہ
 صحت کی خبر نہ آئے گی۔ محض استدراکِ حال کے واسطے یہ تحریر
 مختصر نیچے دیکھنے سے بہتر روانہ کرتا ہوں خدا کرے مژدہ صحت میرے
 دل افسردہ منزل کو جلد شگفتہ کرے اس کے بعد تحریرِ مفصل نیچوں سے
 متعلق بھیجوں گا سب عزیزوں کو حسبِ مراتب سلام و دعا۔ محبِ دنو از
 گرامی شان بابو محبوب حسن خاں پیر سٹریٹ لا کا خط بہت دنوں سے
 نہیں آیا ان کو بھی سلام مسنونِ اخلاص و دعا مشیون اور دوستانہ
 شکایت کو تاہم فلی پہنچے۔ بر خور دار کا مگر بار با بوظیفہ حسن خاں کو ادعہ کثیرہ
 کے بعد یہ پیام پہنچے کہ اپنی کیفیت خصوصاً تعلیمی حالت اپنے ہاتھ سے
 لکھ کر مسرور کریں فقط

فیقہ امیر احمد مینائی بقلم یکے از اہل دفتر
 عزیز از جان من نشی محمد اعجاز حسن صاحب زاد عمر کم و ابناکم دعائے
 سر سبزی نشائیں و سر خروئی دارین محبت نامہ سعادۃ شہامہ نور و سرور
 افراستہ دیدہ و دل ہوا مقاصدِ حسنہ کا نشہ میرا مملوک نہ تھا ایک کتبت
 سے مستعینگو الیا تھا اب یہاں نہیں ہیں میں نے ان کو خط لکھا ہے کہ عبادت
 مطلوبہ کی نقل بھیجیں اب تک ان کی جواب کا انتظار ہی اس

وقت بنظر رفع نگرانی یہ مختصر تحریر دستِ رعشہ دار سے لکھ کر پہنچتا ہوں جس
وقت وہ عبارت آجائے گی فوراً بھیجوں گا۔ جلوہ خضر کے دو حصے اور
ہونا اس حصہ دوم سے معلوم ہوا شاید ان کے چھپنے کی نوبت نہ آئی
ہوگی اگر آپ کی کوشش سے قلمی دونوں حصے نقل کے واسطے مل سکیں
تو بہت ہی جی خوش ہو اور اگر صغیر مرقوم کے چائین مستعار ندیں تو وہیں
نقل لینے کا بندوبست کیا جائے اور ان کے کتب خانے کی فہرست
بہم پہنچانے میں بھی سعی کرنا باعثِ منت ہو گا اعز بجان منشی محمد ریاض حسن
خاں کو دعائیں فقط

امیر فقیر بینائی ۱۰ نومبر ۱۹۹۶ء

رامپور ۱۵ مارچ ۱۹۹۶ء

اعز بجان سعادت و اقبال نشان زاد عمر کم و اقبال کم سلام مسنون
دعائے ترقیات مشجوں سعادت نامہ پہنچا اور دس نسخے دیوانِ نایاب کے
آئے باعثِ سرور و متور ہوئے دیوان کی چھپائی اور خوش اسلوبی دیکھ کر
بہت جی خوش ہوا خداوند تعالیٰ تمہاری محنت و حسن کارگزاری ٹھکانے
لگاؤے کہ بچہ دیوان محبوب و مرغوب ہو کر قبولِ عام کا خلعت پائے
میری تاریخ جو ہمیں استقدر پسند آئی اس کی وجہ زیادہ تر یہ ہے کہ تم کو میرے
ساتھ ایک قلبی علاقہ ہے اور میں بھی تمہاری سعادت و لیاقت سے اس
قدر خوش ہوں کہ اس کو بیان کر رہا ہوں۔ گستاخِ ہمیشہ دعا سے خیر سے یاد
کیا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ تم کو جمیع مقاصد پر فائز کرے۔ سب بندہ زاد

دیوان پاکر سلام اور شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اپنے بھائیوں کو میری طرف سے
بہت بہت دعا کہو فقط

امیر فقیر

ریاست رامپور۔ ۲۶۔ جون ۱۹۹۹ء

گرامی شان سعادت و اقبال نشان زاد عمر کم و اقبال کم دعا سے ترقیات
روز افزوں۔ نامہ سعادت شامہ آیا پارسل موصول ہوئی چاہیے ڈیرہ منجے
اور ایک فتح پور پنچا میں نے خوش ہو کر آپ کو دعائیں دیں اللہ تعالیٰ آپ
کو خوش رکھے اور اس دلنوازی کا اجر سے دیوان نایاب کے نسخوں میں
اس شعر کی تصحیح کر دی گئی باقی تحریر ان سطروں کو پارسل کی رسید اور
شکریہ سمجھیے۔

امیر فقیر

مولوی محمد ریاض حسن خاں صاحب المتخلص بہ خیال
در ریختہ و دانش در پارسی رئیس رامپور ضلع مظفر پور کے نام

رامپور۔

۷۔ نومبر ۱۹۹۳ء

اعزاجان سعادت و اقبال نشان زادت مرا تیکم سلام و دعا آپکا
محبت نامہ مع کلام اصلاح طلب آیا تھا انبوس کہ میں اپنی مسند و ریوں

کئی وجہ سے جواب بھی نہیں دے سکا۔ جس بول کا دورہ پڑ جانے سے طبیعت
بہت بے کیف ہی محض اکثر اعزہ کی بیماری سے نہایت تشویش اور پریشانی
آ رہی ہے آپ کا کلام میں نے بحفاظت رکھوا دیا ہے ذرا طبیعت کو سکون اور اطمینان
ہونے تو اتنے نکلوا کر دیکھوں امید کہ آپ اس تاخیر کو بے التفاتی پر محمول نہ کریں
اور کسی کہی اپنی اور سب کی خیریت سے مسرور کرتے رہیں۔ عزیز محمد ابوالحسن
خاں کو دعائیں محمد اعجاز حسن خاں کو ماوجب

امیر فقیر

عیز از جاں اقبال نشان زاد عمر کم دعائے ترقیات دارین تخریر سعادت
خیر نور فہم و رافزائے دیدہ دل ہوئی۔ دوسرا حصہ جلوہ خضر کا ہی پہنچا اس
محبت و سعادت کا شکر گزار ہوں حق تعالیٰ تماری عمر دراز اور تم کو اقران و
امثال میں ممتاز رکھے۔ افسوس کہ یہ کتاب بہت ہی بُری چپی۔ بہر کیف
مجھے جو اس کی نسبت فکر تھی وہ تماری عنایت سے رفع ہو گئی۔ صفر مرحوم
کے پاس شاعری سے متعلق کتابیں خصوصاً کلیات و دواوین شعرا کے
سلف بہت تھے معلوم نہیں ان کے اعقاب میں کوئی ان سے منتفع ہوتا
ہی یا نہیں اور مجہد سائنات ان کتابوں میں سے کوئی کتاب مستعار پاسکتا ہے
یا خیر۔ اگر ممکن ہو تو ان کے کتب خانے کی فہرست منگو کر ایک نقل اسکی
مجھے بھیج دیجئے اور بعد مطالعہ فہرست جن کتابوں کا میں طالب ہوں اپنی
ذمہ داری سے ان کو مستعار دلوانے میں کوشش کیجئے۔ دفتر امیر اللغات
میں کیا باب و نایاب دواوین سے شعرا کے گزشتہ کی بہت حاجت

رہتی ہر آپ لوگوں کی سعی جمیل بہت باعث شکر گزاری ہوگی۔ اعزہ بجان
مولوی محمد اعجاز حسن خاں اور اقبال نشان ٹنٹی محمد محبوب حسن خاں علی اللہ
شائہما کو سلام و دعا بوحضرت مضمون فقط

امیر فقیر
۱۶۔ اکتوبر ۱۹۷۸ء

مولوی محمد محمدی حسن خاں صاحب شاداب رئیس
رسول پور کے نام،

میرے قدر افزا دلنوازی میں یکتا سلامت۔ سلام نیاز مکرمت نامہ
عالی کے جواب میں ۶ یضہ ۱۹ دسمبر ۱۹۷۸ء کو رسول پور پہنچا ہنچا تو ہوگا
اگر سجدہ آنے سے ذرا تردد کی گئی دن ہوئے ایک منہ امیر اللغات
کا روانہ خدمت عالی کیا ہی امید کی کہ غور سے ملاحظہ ہو کر پوری مہربانی اس
کی قبول فرما کر سند قبول لطف ہو اور عہدہ شاداب کے لئے محمد احمد نے
صحبت پاکر پنجاب کا سفر کیا ہی ایک مہینہ میں واپس آئے گا ارادہ ہے کہ
اس سفر کا نتیجہ اگر اس لغت کے حق میں اپنا ہوا تو وہ سفر اور کسی لین
پر کریں گے میری رشتہ نہ تھی کہ ابھی سفر کیا جائے مگر جناب لغت گورنر
اباؤر مالک بٹنوی و شملانی کی جگہ سے ہی ہوئی کہ جب تک کوئی لائق آدمی
ملک میں پیمہ کر اشاعت نہ کرے گا تب تک ملک متوجہ نہ ہوگا اور صحیح
انتخاب ممبران کمیٹی انتظامی و مشیر کا ہوگا۔ یہ ہوا سجادین تو نہ ہوئے۔

ہیں ان میں سے اکثر چھٹ جائیں گے بعض لایق آدمی بڑھ جائیں گے
 سفر سے مقصود طلب زر نہیں ہی بلکہ لایق آدمیوں کا انتخاب کرنا ہی روپیہ
 تو اس کام کے واسطے بہت درکار ہے جس کو میں اور میرے اجباب
 نہیں لگا سکتے اس کے ذمہ دار تولیہ صاحب بہادر لکھنٹ گورنریں
 البتہ چھکوا ہتمام لغت کے واسطے دو تین ہزار روپیہ درکار ہے جس کو میں
 اپنی ذات سے صرف کروں خواہ اپنے فرائض حوصلہ اجباب سے لوں اور
 مصارف سے قطع نظر اس پورے سفر ہی میں بہت مصارف پڑیں گی
 اور پڑ رہی ہیں خیر کچھ ہو ہی رہی گا اطفال تسلیم گزار ہیں۔

امیر فقیر عفی عنہ ۳۰ جنوری ۱۳۵۶ء

قدرداں امیر فقیر سلامت۔ تسلیم و تکریم مکرمت صحیفہ آیا سر فرار فرمایا
 بند انتظار سے چہڑایا امیر اللغات کے نمونے کی رسید ہی آئی اس کو
 سر اسہی مطالعہ فرما کر جس قدر داد دی گئی اس نے بہت دل بڑھایا
 جب آپ سے بالغ نظر سر آمد اہل ہنر اس کو پسند فرماتے ہیں تو امید
 واثق ہو کہ نصف طبع اس کی قدر کریں گے ابھی یہ نمونہ پورا پورا نمونہ
 اس لغت کا نہیں ہے اس لیے کہ میں گونا گوں مکروہات میں گھرا ہوا
 ترقی یافتہ قرا کا باطنیان پانچ نہ آیا معذرتنا تھا محمد احمد ہی بیمار تھے
 جس وقت علی کیٹی لایق ممبروں کی جمع ہو کر جی لگائے گی اور کام
 منقسم ہو جائے گا تو امید ہے کہ امیر اللغات اس سے بہار حج حسن
 تالیف اور محاسن تصنیف میں سوا ہو گا۔ ریویو ابھی اخبار میں

کیوں کر ملاحظہ ہوتے سوا آپ کے چند اجاب کے کسی کو بھیجا ہی نہیں سر
 الفرد لائل صاحب بہادر فٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی جن کی فرمائش
 سے یہ نمونہ درست کیا ہی وہ ابھی اس کی اشاعت کی اجازت نہیں دیتے
 محمد احمد نے ان کی رائے کے موافق سفر عمدہ مقامات ہندوستان کا ارادہ
 کیا ہی چنانچہ ٹیکہ میں آنرل سید احمد خاں سے ملکر دہلی سہارنپور انبالہ
 پٹنہ امرتسر لاہور وغیرہ کی سیر کی اور ان مقامات کے لایق یورپین اور
 ہندوستانیوں سے ملکر رائیں لیں اور جن کو لایق سمجھے ان سے ممبری
 کی درخواست کی اور جن کو اہل اور متوجہ نہ پایا ان سے ہاتھ اٹھایا فرست
 مشیر اور انتظامی کمیٹی کی جو اس میں یہ وہ قابل اعتبار نہیں بہت لوگ گھٹ
 جائیں گے اور بعض بڑے جائیں گے کسب ذرا اس گردش سے مقصود
 نہیں اس کی صورت جو کچھ صاحب فرمائش کو منظور ہوگی وہ کریں گے
 مقصود اس سیر و سیاحت سے لایق ممبروں کی تجویز اور ملک کو متوجہ کرنا ہی
 البتہ اس سفر میں جو مصارف پڑتے ہیں وہ میری زیر باری کا باعث ہونگی
 اور مجھ پر کئی برس سے ایسے پیچ پڑے ہیں کہ متحمل ایسے مصارف کا ہونا
 دشواری سے خالی نہیں دیکھئے کیا انجام ہوتا تھا محمد اجاب کی مہربانی سے
 تو غالباً آپ ہی کی طرف کا سفر کریں تاکہ آپ سے نہیں ہی اور علاوہ حیرت
 زیارت برلن کے اس کی پوری حقیقت من اولہ الی آخر عرض کر
 رائے لیں اور بہر عنوان استمداد کریں مگر وہ استمداد ہرگز کسی یگانہ و بیگانہ
 سے مقصود نہیں جو بار خاطر ہو امید ہے کہ آپ پورے نمونے کو ملاحظہ

فرمایں اور جس جگہ جو خدشہ ہو وہ لکھیں میری نظر میں عجیباً بخودش ہی جس کی
 اصلاح وقت تالیف لغت کی جائے گی دامن گلچیں سے میں نے مدت ہوئی
 کنارہ کیا ایک سال پورا کر دیا تھا تاکہ زبردست واجب خریداروں کا اپنے ذمے نہ رہے
 جب پارس سال میں لکھنؤ سے رامپور چلنے لگا تو اپنے ایک عزیز شاگرد صاحب
 بسمل کو پہرہ دیا کہ وہ اپنے شوق سے بقدر امکان اس کو ہنسالتے ہیں مگر بسمل
 نہیں سکتا اس لیے کہ مجھے یہاں مطلق فرصت نہیں جو خود کچھ کہوں یا
 شاگردوں کا کلام ہنساکوں اور محنت کے بغیر کوئی کام ہو نہیں سکتا میرے
 سب اطفال بکمال ادب تسلیم گزار ہیں کم فرستی میں یہ چند سطر لکھیں اور
 مکرمت نامہ عالی محمد احمد کو دیدیا غالباً وہ کچھ لکھیں گے امید ہے کہ سلسلہ
 رسائل جاری رہے اور تغافل فرمایا جاسے فقط

امیر فقیر عفی عنہ

۱۹ ربیع الآخر سنہ ۱۳۵۷ ہجری روز جمعہ

مخدوم مخلص نواز سلامت - تسلیم و تکریم ایک مدت سے اپنے مخلص
 نوازی کے خلاف یہ شیوہ تغافل شعاری اختیار کیا ہے کہ جب تک آرزو مناسک
 خدا ص منش اچھی طرح تڑپ نہیں تب تک ان کی طرف التفات
 ہوتا ہی نہیں ہر نامہ نیاز کا بصیغہ رجسٹری روانہ کرنا تکلف سے خالی نہیں
 اور بغیر اس کے جواب لطف نہیں ہوتا براے خدا یہ رنگ اب بدل چکے
 اور بوضع قدیم مہربانی فرمایا کیجئے کچھ تحائف جرائد و کتب مطلوبہ کے قسم سے
 بھیجئے کو آپ نے لکھا تھا ان کا بھی اشتهار رہا میں نے یہاں کی چشمہ

مخصوص اشیاء کی نسبت مرضی دریافت کی تھی اس کا جواب ہی قلم انداز
 ہوا انہوں حقوں چلوں سے میں نے بالکل قطع نظر کی انکا آپ اب ذرا
 خیال فرمائیں جب کاریگر اس قدر مجمل ہیں تو آپ ہی مطلق التفات
 نہ کریں یہ میں نے اس واسطے عرض کیا کہ مبادا آپ کو نصیب دشمنی
 یہ حجاب خط لکھنے سے روکتا ہو تو اس کو بالکل اقل کیجئے اوروں کے
 افعال کے ذمہ دار آپ کیونکر ہو سکتے ہیں اور یہ خیف ساجزئی امر کیوں
 باعث حجاب ہو میں کہیں آپ کی کم توجہی پر اس کو حمل نہیں کر سکتا حاشا تم
 وکالت کی نسبت لکھنو میں آپ نے کچھ جھگڑا تحریر فرمایا تھا جس کی تفصیل میں
 بھول گیا لہذا امیدوار ہوں کہ پھر مفصل ارشاد ہو کہ کتنے زمانہ میں اس
 ملک میں ذہین آدمی جو ناواقف انگریزی ہو اور عربی فارسی اردو سے
 آگاہ ہو وکالت کی لیاقت حاصل کر سکتا ہی اور کیا کیا مدد اس کو آپ کے
 سرکار سے مل سکتی ہو محمد احمد کو اس ریاست میں پچاس روپے ماہواری
 تک کی نوکری مل سکتی ہو مگر ترقی معتد بہ کی امید نہیں اور وہ چاہتے ہیں
 کہ میں فراتر حوصلہ فلاح حاصل کروں اور میں بھی اس کو بخیاں حاجات
 آئندہ پسند کرتا ہوں اس لیے کہ میرا ہر نفس نفس واپس ہی اور اعتبار
 کا قافلہ بڑا جائداد کوئی پیدا نہیں ہوئی پھر اس قافلے کی خدمت گزار رہی
 بغیر عمدہ و نیم محاش کے کیونکر ہو سکے گی میں نے تو وقت اچھا پایا اس
 بڑی توہین سے اچھی گذر گئی اب صرف ہندوستانی لیاقت کو
 کوئی پوچھتا ہی نہیں دو سلطنت انگلشیہ ریاست کے قیام سے

وہ حاصل نہیں ہوئی اب قصد کیا جاتا ہے تو محمد احمد کا مقتضائے عمر نہیں۔
 بایں ہمہ وہ ارادہ کرتے ہیں کہ میں تین برس متصل کوشش کروں
 اس بارے میں اریاب فہم سے رائیں لی جاتی ہیں چونکہ آپ مترجم
 اہل آراء سلیم اور اس کے مرنی اور میرے مہربان و قدردان قدیم
 ہیں لہذا آپ سے استفادہ و استدعا و استشارہ واجب ہے شرح و بسط
 سے اس کا جواب با صواب کہ اس کو کیا کرنا مناسب ہے جو جلد وصل
 الی المقصود ہو مہمت ہو یہ بھی ضرور ارشاد ہو کہ محمد احمد اگر اس ملک میں
 رہ کر قانون و کالت یاد کرنے میں یا اور جس ذریعے سے آپ تجویز فرمائیں
 فلاح حاصل کرنے میں برس دو برس تین برس کوشش کریں تو مجھے
 کس قدر ماہوار کفالت ان کی آسائش رسمی کے واسطے ضرور ہوگی نسبت
 زماں اطمینان کی جو تین برس اس طرف تھا میں ہنوز پریشاں ہوں مگر ان
 تین برس میں جو پریشائیاں رہیں بھگواند کہ ان کے اعتبار سے میرا حال اب
 اچھا ہے اور خداوند تعالیٰ آقا سے ولی نعمت کو سلامت اور صحیح رکھے تو امید
 ہے کہ تلافی یافت ہو جائے اگر محمد احمد کے لیے وہاں آپ کی اعانت اور
 آپ کی ہدایت آپ کی دستگیری آپ کی سفارش آپ کی عنایت
 سے کوئی اچھی صورت رونما ہوئی تو عجب نہیں کہ میری زندگی نے اگر جلد
 بیوفائی نہ کی تو کبھی میں ہی ادھر آنکلوں اور زیر سایہ خدام کرام کبھی کسی زمانے
 میں چند سے راحت اٹھاؤں یہ ایک معما ہے خیالی ہے جس کا حل کرنا
 اس وقت مناسب نہیں چونکہ آپ سے کمال خصوصیت معنوی وصل ہے

لہذا سب کچھ لکھ جاتا ہوں جو اب جلد لطف ہو

امیر فقیر عفی عنہ

چہ می پری ز احوال دل غمیدہ ام چوں شد

دل شد خوں و خوں شد آب از دیدہ میوں شد

قدردانان دلوانا! ازاد حشمتکم سلام منہ الاسلام مدت دواز کے بعد بت

نامہ آیا مہنون و مسرور کیا اچھا التا الزام آپ نے دیا سبحان اللہ رحلت

نواب خلد آئیاں کے بعد کئی خط میں نے روانہ کئے اور تحت جگر محمد احمد

کامیان ہی کہ تین خط میں نے بھیجے ایک جہڑ اور دو پیڈ مگر کسی کا جواب

نہ پایا مجموعہ پانچ خط ہوئے اور آپ کا ایک عنایت نامہ آج پہنچا ایک

پیشتر آیا تھا اس کا جواب جا چکا اس کا جواب یہی میرا حال آپ نے

پوچھا اس کا شکر گزار ہوں مگر دیکھا ہوا دل زیادہ کہا بالا جمال تو عنوان کے

شعر میں حال موجود ہی تفصیل یہ ہے کہ آقا اور محسن شفیق اور عزیز دوست

اور قدرا فزا شاگرد و ہنر شناس دینا سے اٹھ گیا ایک تو اس کی مفارقت

دامی کا غم اس پر طرہ افکار و تشاویش کی زیادتی اس سے قیاس کر لیجئے

میرے ساتھ خاص جو ان کا برتاؤ تھا وہ سوا میرے اور ان کے

کسی کو معلوم نہ تھا مہارے ماہوار تو تنخواہ وہ منجھو دیا کرتے تھے اور ہر سال

ختم سال پر پانچ ہزار روپیہ دیدیتے تھے اور اس طرح دیتے تھے کہ وہ

جاتے تھے اور میں اور خدا بس اور کسی کو خبر نہ تھی پانچ چھ سو

روپیہ ماہوار مجھے ملتے تھے جس میں میں بہر کرتا تھا اگر کسی وجہ سے

کچھ مقروض ہو جاتا تھا تو میری ناواقفی میں دان کو ادا کر کے دسٹاویز پیر
 لیتے تھے پھر مجھے علم آتا تھا جلوت کی ملاقات میں تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ
 ہم نوکر اور یہ آقا ہیں مگر خلوت میں وہ ہرناؤ تھا کہ جیسے بے تکلف سپے
 اجاب میں ہوتا ہی خصوصیات روز افزوں تھے اب ان امور کا پتا
 کہاں رام پوری اور ڈل پاس مدارالامام بہادر ایک بڑے جفاکش اور
 مدبر و منتظم آدمی ہیں اصول انتظامی کو انگریزی رنگ پر لاتے جاتے
 ہیں بے خدمت بننے استحقاق یا خصوصیت و پرورش کسی کو رکھنا یا
 تنخواہ دینا اصول انتظامی انگلیشیہ کے مخالف ہی میری تنخواہیں بھی بلا سبب
 مٹنے کی کمی ہو گئی سرکار گردوں و قاسم نے اختیارات سپید و سیاہ
 مدارالامام بہادر کو دے رکھے ہیں ایشیائی باغ جوانوں نے دنیا بھر سے گل بوٹے
 چنکر لگایا تھا خزاں کے ہاتھوں اجڑ رہا ہے اس باغ کا ایک کھلایا
 ہوا شجر ہوں جس کے بہت سے پھول اور بہت سی شاخیں ہیں پہیلی ہوئی
 ہیں اب جب اصل شجر میں نقصان ہے تو پھول پنکھری کی طراوت معلوم
 ڈل پاس آکر ملازم ہو رہے ہیں اور انتظامی گروہ میں جگہ پار ہی ہیں حکیم
 عبدالحی صاحب مار کے ملازم ہوئے تھے اور مار کی ترقی کر کے
 سارنگ انہوں نے جگہ پالی تھی اب یہاں کازنگ دیکھ کر وہ ہجرت کر گئے
 طیب خاندانی ہیں آدمی معقول ہیں زیادہ خدات کا مجھے تجربہ نہیں ہوا
 میں نے سنا ہے کہ مایا ماحہ ماہوار کے قریب وہ آزادی سے اپنے
 وطن لکھنؤ میں پیدا کر لیتے ہیں۔ دیکھا چاہئے کہیں اور جائیں یا نہ

جائیں۔ آدمی بتین اور متعل مزاج اور متول ہیں مضطرب الحال نہیں نواسبت
 مرزاخان صاحب داغ سے کارخانہ اسطبل پہلے نکل گیا تھا فراشناہ لی
 موجودات وہ تو پہچان کر مستغنی ہوئے ہتھکانہ شہر اور رخصت دو ماہ کی منظوری
 ہوئی کئی روز ہوئے کہ وہ بھی چلے گئے احتمال آنے کا ضعیف ہی ہیں ہی
 نہایت ہی دل برداشتہ ہوں معمولی وقت پر حسب حکم سرکار تسلیم گاہ میں
 جا کر تسلیم بجا لاتا ہوں دگر بچ اگر نہیں

نہایت ہی شکستہ خاطر و افسردہ دل ہوں مگر آپ اپنے بھائی کا دیوان
 ضرور بھیجے بسر و چشم اُسے کیونکہ واسا امیر ختم، شوال سنہ ۱۲۸۶
 ۱۹۔ جولائی سنہ ۱۸۸۶ء رام پور متصل مراد آباد

قطعات تاریخ

از جناب سید زاهد حسین صاحب زاهد موسوی

الکاظمی (صاحب دیوان)

۲۱۳۲۸

لے زہی غزل و لہر و زامیہ
جب کوئی واقعہ کیسا تیر
فوج مضمون کے ساتھ ساتھ ہی
نقش پائے امیر پر وہ چلے
رنگ تحریر خوشتر از نقیر
نقطہ نون خط ہر اک نقطہ
نثر اور نظم دونوں یکتا ہیں
مایہ ناز لکھنؤ کے لیے نہ ہو
ایک مہر سے رہی ہوئی نکلی
خان ذی شان جناب ثاقب نے
جمع کیا کئے ہیں چند خطوط
ہے وہ ہر خط میں نور کی تحریر
پہر تعلیم اور سبق آموز
سہل ترین یہ خرد نے کہا

جو ہے مانند نظم پر تاثیر
صاف لفظوں میں کہتی ہی میر
لفظ و معنی کی ہیشما رہنم
جو پرانی لکیر کے تھے فقیر
طرز تقریر بہتر از تحسیر
اور خط جو ہری ہر اک لکیر
دونوں ہوں بہترین طرز غالب میر
باعث فخر مصحفی و اسیر
میر سے بھی امیر کی توقیر
جو کہ ہیں قند پارسی کے میر
پاسے جو کچھ تیر اور قبطیر
جس سے روشن ہو عقل اور ضمیر
بہر ہر طفلک و جوان و پیر
ہیں خرد نامہ نامہ پاسے امیر

۲۱۳۲۸

ولہ

کچھ تو استاد کے خط جمع ہوے شکر صد شکر خداے قیوم

عود ہندی کی طرح ہند میں ہے اب اس اردو معلیٰ کی ہی دھرم

سبیل ترتیب یہ لکھو ز آہد واہ رعایت امیر مر حوم پناہ

از جناب مولوی رضا علی صاحب حشت صاحب دیوان کلکتہ

یادگار از امیر پینائی آن سخن پر پرستوہ صفات

بود این دفتر مکاتیبش کہ ز شاقت دوبارہ یافت حیات

فکرتایخ داشت و حشت گفت ہاتف بلوغ مکاتوبات

از حضرت خواجہ عزیز الدین صاحب عزیز لکھنوی صاحب مکاتوبات

فارسی

امیر احمد امیر آں میر مینو جاے پینائی کہ با حور اں بود صبح و سادہ بادہ پیمائی

سخن دیر مغان و بودا و پیر مغان گویا کہ طبعش کرد مینائی مذم اشعار صمیمائی

سخن دانی سخن گوے کہ اندر عطرہ رو رہودہ گوے از خیل سخن گویان بویائی

فراہم کرد مکاتوبات و را احسن اللہ خاں بکار حسن حشت آفرین بر کار فروزائی

ز قند پارسی بود آنکہ چندی در شکر زری ز قند ہندی کنوں کرد چون طوطی شکر خالی

زین رنگ مضامین کہ دید انظر و نظر او طلسم دلکشای بست با صد زیب و زیبائی

عزیز از روے ایلمے کو گفت کما ز بخش بچشم لعل مینائی سپہرے بہت مینائی

روپوز

نوشتہ شمس العلماء حضرت مولانا شبلی نعمانی

اردو شاعری کے اخیر تاجدار دو شخص تسلیم کئے گئے ہیں، امیر و ادب
 امیر یعنی منشی امیر احمد صاحب مرحوم شاعری کے علاوہ بہت سے کمالات
 کے جامع تھے یعنی اگر وہ شاعر نہ ہوتے تب ہی ایک نامور شخص ہوتے
 اس بنا پر اور نیز ان کے کمال شاعری کے لحاظ سے ضروری کہ ان کی
 مفصل اور جامع سوانح عمری لکھی جائے۔ افسوس ہے کہ اب تک کسی نے
 اس ضروری کام کی طرف توجہ نہیں کی یہ افسوس اس لحاظ سے اور زیادہ
 بڑھ جاتا ہے کہ منشی صاحب موصوف کا سلسلہ تلامذہ نہایت وسیع ہے
 جس میں متعدد ایسے حضرات موجود ہیں کہ جو اس فرض کو خوبی کے ساتھ
 انجام دے سکتے ہیں۔

ہم اپنے معزز دوست مولوی محمد احسن اللہ خان صاحب ثاقب کے
 ممنون ہیں کہ انہوں نے گو سوانح عمری لکھنے کی تکلیف نہیں اٹھائی،
 لیکن اس کے لیے ایک بہت ضروری مصالحہ میاں کر دیا۔

سوانح کا بڑا ضروری اور دلچسپ حصہ اس شخص کے روزمرہ
 کے حالات و مقالات و خیالات ہوتے ہیں انسان کے خیالات
 اور انداز طبیعت کا پتہ زیادہ تر اس کی خط کتابت اور مراسلت سے

لکنا ہائی مولوی صاحب موصوف نے جناب منشی صاحب کے خطوط کا ہونا
 سب سے پہلے پہنچا کر ایک خاص طریقے سے مرتب کئے ہیں جن سے اگر کوئی
 چاہے تو سوانح عمری کا بہت بچہ سامان حاصل کر سکتا ہے۔
 کسی مصنف کے سوانح کا دوسرا ضروری حصہ اس کے کلام
 کی تقریظ و تنقید ہے۔

مولوی صاحب موصوف نے ان خطوں کے دیباچے میں مختصر
 حالات کے ساتھ کلام پر ناقدانہ رٹھ لکھا ہے اور اس فرض کو ایسے بے
 لاگ طریقے سے ادا کیا ہے کہ اسادی کے حقوق ہی نظر انداز کر نہیں ہیں
 میری رائے جناب منشی صاحب مرحوم کے کلام کے متعلق ممکن ہے
 کہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو لیکن میں اگر انکشاف شاگرد ہوتا تو ایسی بے لاگ
 پید روانہ تنقید نہ کر سکتا

منشی صاحب مرحوم کی لپیٹ میں مرزا داغ بھی آ گئے ہیں اور جب
 ہمارے دوست کو استاد کی کا حق اخذ احق سے مانع ہوا تو داغ کا کیرا
 پاس کر کے اس پناہ پر داغ کی کمزوریاں اور غلطیاں لکھائی ہیں اور
 اس میں اس بات سے مدد لی ہے کہ داغ کا منشی صاحب کچھ نہ تھا۔

لیکن اہل حجب کا یہ حال ہے کہ شاعر جیسے رطلوہ رنگی سے سب سے
 ہونگا بھی قدر بڑا شاعر ہو گا مگر بات ہے کہ شعر سستہ جاہلیت کی برابری
 شعر سستہ ہندو کی جنت ہے۔

فارس ہیں سب سے تو ہر شخص جانتا ہے کہ فردوسی انور کی اولاد ہی

کے مقابلے میں جاہل تھا تاہم انوری کو اس کی عبودیت کا اقرار ہے اور
نظامی کہتے ہیں کہ آراستہ زلف سخن چوں عروس - جامی علم و فضل
جس نظامی سے بڑھ کر ہیں - غرض شاعری کا تعلق جذبات سے ہے محسوسات
سے نہیں -

بہر حال جو خدمت ہمارے دوست نے اردو علم ادب کی کی ہو اہل
زبان اس کے ہمیشہ مشکور ہوں گے اور اگر میں اہل زبان ہوتا تو یقیناً
میں ہی مشکور ہوتا۔ احب الشاعریں ولست نہم -

شبلی

۱۹ - جنوری ۱۹۱۱ء

نگاشتہ خان بہادر جناب سید علی محمد صاحب
شاؤرئیس ٹیٹھ عظیم آباد

بسم اللہ خیر الاما دکتوبات امیر کا مسودہ میر سے واجب تعظیم بہت بڑے
قابل و باکمال دوست جناب مولوی محمد احسن اللہ خان صاحب ثاقلین نے
مجھے دیکھنے اور اس پر رائے دینے کے لیے مرحمت فرمایا۔ جس کا شکریہ
میں تہ دل سے ادا کرتا ہوں
جن بزرگوں کی نظر سے رسالہ ہمارے قند پارسی گزرتے رہی ہیں

وہ حضرت ثناقب کی اعلیٰ درجہ کی قابلیت اور ورہمکلم کے ضرور قائل ہونگے
میں نے اس مسودہ کو پڑھا اور ان کی محنت و قدر شناسی و قابلیت و
آزادہ روشی پر بے اختیار عیش عیش کیا۔

ابتداء میں انہوں نے میرے باکمال و واجب الاحترام دوست
منشی امیر احمد صاحب مرحوم کے جو حالات قلم بند فرمائے ہیں افسوس
ہی کہ وہ بہت کم اور ناکافی ہیں لیکن تاہم بہت کچھ نعمت ہیں ان کے
مکتوبات سے ان کے خصائل حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ اور معلومات
فن پر روشنی پڑتی ہے

امید ہے کہ یہ مکاتیب رہرو اب جاوہر لکھن کے سولہ چراغ ہدایت
ہوں گے۔

حضرت ثناقب نے بیشک منشی صاحب کے کلام پر ہی آزادانہ رویہ
فرمایا ہوا ہے اور پھر جناب ذیاع کے کلام سے موازنہ کر کے جا بجا فرق دکھایا ہے
اس آزادانہ روش کی میں حضرت ثناقب کو مبارکباد دیتا ہوں مگر دلی
زبان سے اتماعض کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ حضرت ایہ کا پیرا دیوان
جستہ دران کی پختہ کلامی و شاعرانہ و باکمالی پر روشنی ڈالتا ہے اس قدر
جدید روش کا دیوان روشنی میں ڈالتا۔

بہر کیف موازنے کو میں ہر طرح پسند کرتا ہوں اور اس کو دیکھ کر ایک گونہ
نسکین ہوتی ہے کہ اب نقادان سخن لفظ و معانی اور اصیلت و مضمون اور
واقفیت بیان و احسن شاعری کو پڑھیں و بین لکھا ہوں سے بہت

ملاحظہ فرمانے لگے ہیں۔

میں بہ سبب پیرانہ سالی و مشغولی بعض تصانیف نہایت عظیم الفرصت
ہتوں اس لیے اس سے زیادہ اس بیان میں طوالت نہیں لے سکتا۔
آخر میں پھر عرض کرتا ہوں کہ مکتوبات امیر ہر طرح پسندیدہ اور مہذب
سخن منجوں کیلئے ایک گلدستہ روح افزا ہے۔

خداوند عالم اس کے باکمال مولف کی عمر و جمعیت خاطر میں ترقی عطا
کرے آمین۔ وقد کتبہ بیناہ۔

علی محمد شاد

از پٹنہ

رقمزدہ جناب مولوی سید علی حیدر صاحب نظم
طباطبائی لکھنوی پروفیسر نظام کالج حیدر آباد مکن

مکتوبات امیر بینائی مرحوم کو جمع کر کے حضرت شائق نے زبان اردو
کی بڑی خدمت کی ہے جزاۃ اللہ شیر الجزائر
ان مکتوبات کا مقدمہ ہی نہایت دلچسپ لکھا ہے کہ میں نے جب تک
سبب پڑھ نہ لیا ہاتھ سے نہ رکھا۔

دلغ و امیر کے موانے میں استیصال و توجیحات کی جا بجا ضرورت

مسیح ترک کیا ہی۔

یہ فقرہ ہی میرے تکرر خاطر کا موجب ہوا کہ "امیر کا تلمذ اور اہل لکھنؤ کی صحبت مانع ترقی و کامیابی ہوئی" اگر دلی میں پیدا ہوتے اور اساتذہ دہلی کا کلام سامنے رہتا تو وہ استاد ارجمند ہوتے۔

اور یہ قول بھی صحیح نہیں کہ "اب شاعری مرچکی" ابھی شعر کے کتنے ہی میدان ہیں کہ اردو گوئیوں نے ادھر قدم نہیں اٹھایا ہی جو شخص فارسی میں وسعت نظر رکھتا ہو اس کے قلم سے اس فقرے کا نکلنا تعجب ہی نہیں

نیازمند

علی حیدر طباطبائی

از جناب منشی امیر احمد صاحب علوی بی اے بیرہ
حضرت محسن کا کوروی طاب ثراہ

فانیانِ فرنگ کا قول ہے کہ شاعری ہی نوع انسان کا ایک فطرتی جذبہ ہے اور اس کا تعلق تمدن و تمدن سے ہر قدر مضبوط ہے کہ جس قوم میں کوئی روشن خیال اور باریک بین شاعر نہ ہو وہ تمدن نہیں کہی جاسکتی اور جس گروہ نے ایک شاعر ہی ایسا بلند مرتبہ پیدا کیا ہو جس کی بلند نظری کے نام سے سخن فہموں کو سیرتِ سلیم خم کرنا پڑے اس کی نسبت سمجھنا چاہئے

کہ وہ ضرورتاً تدبیر کی ایک اعلیٰ منزل تک پہنچ چکی ہو۔
یہ بھی فطرت کا ایک قانون ہے کہ اس عالم ایجاد میں جب تک فضا عالم
اجرام و اجسام سے نجات دے ہر ایک ذی روح کو طفلی، شباب
اور پیری کی ناہمواریوں میں طے کرنا ہوتی ہیں اور ایک مستقل حالت پر
قیام نصیب نہیں ہوتا۔

قوم افراد انسانی کے اجتماع کا نام ہے اور اس لیے یہ بھی فطرت کے
اس سخت قانون کی مجبوراً پابند رہی اور اس تبدیل حالت کو زمانہ حال میں
عروج و ترقی و تنزل و فنا کے ناموں سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔

ہر ایک قوم کی ترقی و تنزل کی سچی حالت اس کے اخلاق و عادات
حرکات و سکناات سے معلوم ہوتی ہے اور اس فرق مراتب کو اظہار جذبات
کے معمولی ذرائع یعنی شاعری، مصوری، نقاشی اور موسیقی آئینہ کی طرح روشن
کر دیتے ہیں۔

چونکہ شاعری تمدن انسانی سے خاص طور پر وابستہ اور اظہار جذبات
کا سب سے زیادہ سہل الحصول ذریعہ ہے اس لیے قوم کی اخلاقی حالت جس قدر
صحیح طور پر اس کے سربراہان شاعرانہ کی معاینے اور مطالعے سے
ظاہر ہوتی ہے اتنی کسی اور ذریعے سے واضح نہیں ہو سکتی
افسوس ہے کہ اردو شاعری نے ایسے تباہی کے قتل نشوونما پایا

ف اردو کسی خاص قوم یا ملک کی زبان نہیں ہے بلکہ مختلف ممالک کے مختلف مذاہب

کہ قوم کی اخلاقی حالت بالکل بگڑ چکی تھی ترقی و ترقی کی منہ نہیں تمام ہو چکی
تھیں اور نرل و فنا کے آثار دور و دیوار سے ہو رہے تھے یہ ہو چکے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ نظم اردو
کا کوئی دوسرا صاف اور بیدار نہیں گزرا جس میں آسمان سخن کے سبب و شرف
ستارے خیالات کی پاکیزگی سے منور ہوتے اور محسوس اور گندہ مضامین کے
غبار سے اردو شاعری کا دامن پاک ہوتا۔

دیکھو جو وقت میر تقی اور میر درد و سوز و گداز حقیقت و معرفت کی ترانہ
سنی میں مشغول تھے اُسی وقت سوادِ خاک کی ہر لہریات کی دھوم تھی۔
جس وقت مرزا مظہر جان جانا نظم اردو میں تصوف کی چاشنی دینا چاہتے
تھے اُسی وقت سید انشا اور رنگین بختی کا بنیادی پتھر رکھ رہے تھے اور شیخ
گلندرخش جرات عاشقی کو آوارگی کا مرادف بنانے میں سرگرم تھے۔

جس وقت ایک پاکباز عاشق کہتا تھا کہ
چشم نامحرم کو برق حسن کر دیتی تھی بندہ دامن عصمت ترا آلودگی سے پاک تھا
اسی وقت بعض معشوقوں اس نصیحت کی ضرورت ہی پیش آتی تھی کہ
لوگ بد وضع کہیں گے تم کو میلے میلے کسی جایا نہ کر و

ہندوؤں کے باہم ملنے سے ایک نئی زبان پیدا ہو گئی ہے لہذا اس زبان کی نشانی
بھی کسی خاص قوم کی طفولیت شباب اور پیری کے کبھی تابع نہ رہی بلکہ حقیقت یہی
کہ جب اردو زبان کی ایجاد کرنے والی قوم کا عالم پیری تھا اس وقت شاعری
کائناتوں کے بل چلنا سیکھ رہی تھی ۱۲

قوام کی اخلاقی حالت بہت سی کے انتہائی درجے تک پہنچ چکی تھی، نیکی و بدی میں
تیز کرنے کی قابلیت باقی تھی، مذاق بگڑ گیا تھا، اور اردو زبان کے بولنے
و اسے بحیثیت ایک قوم کے فنا ہو چکے تھے، لہذا شاعری کو مقبولیت عام حاصل
کرنے کے لیے وہی جامہ عریانی اختیار کرنا پڑتا تھا جو اہل مجلس کی شرمناک
وضع تھی۔

یہ تھی ابتدا ہماری سرمایہ نازارد و شاعری کی سہ
سنبھالا ہوش تو مرنے لگے حسینوں پر، ہمیں تو موت ہی آئی شباب کے بدلے
نظم اردو نے اگرچہ شاعر ایسے پیدا کیے جن کا کلام عشق و ہمدانی سے
پاک رہا تو یہ ان شعرا کی ذاتی پاکیزگی اور نلکوہ داری کا نتیجہ تھا نہ کہ سوسائٹی
کا اثر

سنجیدہ سوسائٹی اگرچہ چرکین و یار علی کے کلیات کو نظر انداز کرتی تھی
لیکن میر سوز و جرات، رند و صبا، میر حسن و شوق کو سرا آنگہوں پر جگہ دی جاتی
تھی، اور اس قدر افزائی کا ثمرہ تھا کہ اردو زبان کے بہترین شاعر غالب کو
وہ عام مقبولیت کہی حاصل نہو سکی جو آج کے "روشن خیال" زمانے میں
بسی عام کو حاصل ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اولیٰ کی اور تماشہ بینی کے ناپاک مضامین
اس قدر مقبول عوام تھے کہ ثقہ بزرگوں کو اپنی پاک روش اور صالح
وضع ترک کر کے اس پستی کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا جس کا شاید عادل
امیر مینائی کا ابتدائی اور انتہائی کلام ہی ہے۔
امیر مینائی نے تمام عمر مولویانہ زندگی بسر کی اور آخر وقت میں تو

ان کے زہد و اتقا کی شہرت ان کے مرتبہ شاعری سے کسی طرح کم نہ تھی یہ یکساں حیرت ہوتی ہے کہ فطرتی جذبات کو دبا کر انہوں نے وثاقت و متانت کو ترک کیا اور پسند عام کی خاطر سے اپنے کلام میں آوارگی کی چاشنی بڑھائی اور اُس میں ایک حد تک کامیابی حاصل کی۔

ایسے بزرگ کے سوانح عمری اور ملفوظات پر جس قدر روشنی پڑ سکے وہ فلسفہ اخلاق کے طلباء کے لیے ایک ضروری اور مفید سبق ہے اور ہمارے موجودہ طرز معاشرت میں اصلاح کے حامیوں کے لیے ایک نہایت کارآمد داستان۔

درستی اخلاق کے حمایت کرنے والوں پر حضرت ثناء کا یہ ایک احسان عظیم ہے کہ انہوں نے اپنے استاد کے مکتوبات کا مجموعہ مرتب کر کے ایک مفصل دیباچے کے ساتھ شائع کیا ہے جس میں امیر بینائی کی پرائیویٹ زندگی کے نہایت دلچسپ حالات کمال تحقیق و تفتیش جمع کئے ہیں جن پر غور کرنے سے دریافت ہو سکتا ہے کہ وہ کیا تغیرات و حادثات نے جنہوں نے اس مشہور دیباچہ پر استاد کو تبدیل وضع پر مجبور کیا۔

مکتوبات کے فراہم کرنے میں جو سخت دقت حضرت مولف کو پیش آئی ہوگی اس کا صحیح اندازہ صرف اس شخص کو ہو سکتا ہے کہ ہمیں یہ سببت گرفتار آئے لیکن اس کا دیباچہ جس قابلیت اور انصاف پسندی سے لکھا گیا ہے ہر دشمن و دوست کی تعریف کا مستحق ہے۔

عرصہ ہوا کہ امیر و داع جو ہمارے زمانے کے بادشاہ سخن تھے اُس

بھرتناک محل ہر اس گوشہ نشین ہو چکے ہیں جہاں شاہ و گدا کی کوئی تمیز
 نہیں، مگر ان کے شاگرد اور معتقد آج تک ایک دوسرے کے فہرشناس
 نہ بن سکے اور اپنا بیعت و وقت اپنی فضول خانہ جنگی میں ضائع کر رہے ہیں
 کہ ان میں سے کون افضل تھا اور کس کا کلام ستم و نقص سے پاک تھا۔
 آنسو بہانے کی بات ہے کہ دہلی اور لکنؤ کے حکمرانوں کی کھنڈروں
 میں جو دو چار سخن فہم باقی رہ گئے ہیں وہ بجائے اس کے کہ ایک دوسرے
 کے جوہر شناس ہوں ہمیشہ حریف مقابل کی تحقیر کی فکر میں سرگرم رہتے
 ہیں اور اس راستی مصلحت آمیز سے ان کو تسلی نہیں ہوتی کہ امیر و خان
 دونوں اس آخری دور میں آسمان سخن کے آفتاب و ماہ تاب تھے
 اور دنیا کو دونوں کی ضرورت تھی کسی کی دن کو اور کسی کی رات کو۔

حضرت ثاقب نے جو محققانہ رائے ان دونوں ممتاز شاعروں کے
 متعلق ظاہر فرمائی ہے اور جس صلاحیت سے اس خاد و امراء کے پر محاکمہ لکھا ہے
 وہ بالکل انصاف اور راستی پر مبنی ہے اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ وہ اس
 مملکت غلطی سے پاک رہے جس میں ہمارے ملک کے اکثر انشا پر داز مبتلا
 ہو جاتے ہیں یعنی اپنے پیرو کی بیج سرائی میں غلو کو نہ سب سعادت مندی
 کا ایک رکن عظیم فرض کر لیتے ہیں۔

حضرت ثاقب کے دیباچے کا بہترین حصہ میری نظر میں وہ ہے جہاں
 وہ تحریر فرماتے ہیں کہ ”حضرت کی طبیعت میں جدت کم ہے اور کلام میں سوز
 نگہ از نبی۔ البتہ شکوہ الفاظ منانیت بیان اور شاعرانہ لطافت ان کے

تحریر فرمائی کہ ان کے کسی مخالف کو حرف گیری کا موقع نہیں ہے۔
 میں حضرت ثاقب کی اس مفید تالیف کی تعریف کرتا اور ان کی انصاف پسندی کی داد دیتا ہوں مگر یہ میرے لیے انصاف سے بعید ہے اگر میں اس تقریظ نگاری میں جادۂ اعتدال سے گزر جاؤں اور یہ نہ کہوں کہ یہ مفید تالیف فروگزاشتوں سے خالی نہیں۔

امیر و داغ کے موازنہ اشعار میں تقریباً بیس صفحات کا خون کر دینا اس سے بہت زیادہ ہے جتنا کہ کتاب دیکھنے والا بخوشی گوارا کر سکتا، اور نیز یہ کہ منصف خیر آبادی اور مولف تذکرہ نخبانہ جاوید کے متعلق جو الفاظ حضرت ثاقب کے قلم سے نکلے ہیں وہ اگر اس بیش بہا تالیف میں نظر نہ آتے تو بہتر تھا۔ بہر حال یہ مجموعہ مکتوبات ہمارے عہد کی ایک قابل یادگار تالیف ہے اور جس خوبی سے اس کی ترتیب کی گئی اور جس عمدگی سے ایک شنشہ سخن کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات رچو در چل بہت زیادہ دلچسپ ہوتے ہیں، موتیوں کی طرح اس میں جڑے گئے ہیں وہ اس کا علمی پایہ اردو سے معلاء غالب کی سرحد تک پہنچاتے ہیں اور ہم کو نشتا خلوص سے کننا پڑتا ہے کہ

ایں نامہ کہ خامہ کردنیباد تویق قبول روزیش باد

امیر احمد علوی بی لے

از جناب محمد شعیب صاحب قریشی بی اے

مخدومی جناب مولوی محمد احسن اللہ خاں صاحب ثاقب نے مجموعہ مکاتیب امیر کو تالیف کر کے اردو علم ادب پر بڑا احسان کیا ہے جن اصحاب دانش نے رسائل قند پارسی ملاحظہ فرمائے ہیں وہ حضرت مولف کے کمال انشا پر داری اور مبلغ علم سے بخوبی واقف ہیں اس مجموعے کی ابتدا میں حضرت امیر مینائی کی مختصر لائف نہایت دلکش پیرایہ میں جناب ثاقب نے تحریر فرمائی ہے بعدہ ان کے کلام پر ناقدانہ رویہ کیا ہے اور امیر و داغ کا موازنہ ہی بہت بے لاگ لکھا ہے اور ایسی خوش اسلوبی سے اس مبحث پر گفتگو کی ہے کہ اب کسی مخالف کو نکتہ چینی کا کوئی موقع نہیں مل سکتا۔

مرزا داغ کی نسبت جو حضرت مولف نے کم علم ہونا لکھا ہے وہ صحیح ہے داغ کی خوش گوئی میں کلام نہیں لیکن یہ ضرور نہیں کہ ہر جاہل شخص شاعری میں بلند مرتبہ ہوا ہل و ب میں شعر اسے جاہلیت کا جو کلام مقبول ہے وہ اس کی سادگی اور محاورات اور زبان دانی کے وجہ سے مستند مانا گیا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ تنبی کے اشعار میں جو نزاکت خیال تشبیہات بلیغ اور استعارات لطیف ہیں وہ شعر اسے قبل اسلام کے کلام میں نہیں ہیں۔

اگرچہ شعر کی فیض رسانی عامی اور عالم دونوں قسم کے شعراء کے لئے عام ہے مگر مضمون آفرینی اور وقت نظر اور لطافت شعری اہل فضل ہی کے لئے مخصوص ہیں۔ پہرا دوست داغ کے واسطے اگر وہ دواست علم سے

بشرہ اور نہیں ہی تو ایک زبان ہی کی غلطیوں سے اس کا کلام کسی طرح محفوظ
 نہیں رہ سکتا چنانچہ پنجاب کے شعرا زبان صحیح نہیں لکھ سکتے اور محاسن
 سخن کا تو حاصل ہونا بہت دشوار ہی مولف مذکورہ نختانہ جاوید اور مضطر خیر آبادی
 کے مذاق اور شاعری کے متعلق حضرت ثاقب نے جو کچھ لکھا پچودہ ہیئت
 کم ہی ورنہ یہ دونوں صاحب اس سے بہت زیادہ تعریف کے مستحق تھے
 افسوس ہی کہ ہمارے باکمال مخدوم کی غیر معمولی تہذیب اور مثانت نے
 ان کو اس باب میں کچھ اور لکھنے کی اجازت نہیں دی۔

کچھ شک نہیں کہ یہ مجموعہ خطوط اور اس کا دلچسپ مقدمہ ہمارے عہد
 کی نہایت مفید اور عمدہ یادگار اور اہل ادب اردو کے لیے بہترین سرمایہ
 انشا پر دازی کا ہے۔

محمد شعیب بی اے

(محدث کالج علی گڑھ)

از جناب ابولمعیانی مولوی محمد عبدالقوی صاحب

فانی بی اے لکھنوی خلف الرشید مولانا

المرحوم حضرت آسی مدرسی

مخدومی جناب مولوی محمد احسن اللہ خاں صاحب ثاقب نے مجموعہ مکتوبات

امیر کو شائع کر کے اردو لٹریچر میں ایک مفید کتاب کا اضافہ فرمایا ہے
 اس کتاب کا مقدمہ ہی نہایت محققانہ اور منصفانہ تحریر کیا ہے جس طرح
 جناب امیر مرحوم کے فضل و کمال اور ہستادی میں شک نہیں ہے اسی طرح
 مرزا دلغ کی رنگین نوائی میں کلام کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور حضرت ثاقب
 کا مضمون اس موضوع پر قابل مدح و ثناء ہے
 باقی اور امور میں مجھے اپنے دوست مسٹر محمد شعیب صاحب بی بی سے
 سے حرفاً اتفاق ہے اور انہوں نے جو ریو مکتوبات امیر پر تحریر کیا ہے
 وہ بالکل تعصب سے بری اور سراسر انصاف پر مبنی ہے
 افسوس ہے کہ میں بوجہ مصروفی امتحان ایل ایل بی مفصل ریو اس
 قابل قدر مجموعے پر نہیں لکھ سکتا
 حضرت مولف دام مجد سم سے معافی کا خواہش کیا ہوں اور امیدوار
 ہوں کہ یہ تالیف مقبول اہل علم و دانش ہو۔

عبد القوی فانی بی اے

(محمدن کالج علی گڑھ)

از جناب سید فضل الحسن صاحب محنت

بی اے اڈیٹر اردو سے معافی علی گڑھ

مولوی محمد احسن اللہ خاں صاحب ثاقب مدیر رسالہ قند پارسی نظم و نثر

پارسی میں یادگار ارباب کمال ہیں وہ مرحوم رسالہ رجائشہ تعالیٰ بہت جلد دوبارہ زندہ ہوگا جن لوگوں کی نظر سے گزرا ہوگا انہیں راتم حروف کی اس رباعی کے تسلیم کرنے میں مطلق تامل نہ ہوگا کہ اس وقت ہندوستان میں کوئی شخص آپ سے بہتر فارسی نہیں لکھ سکتا۔

جناب موصوف کی اس اعلیٰ قابلیت نے ایک عرصہ دراز تک شگارش نظم و نثر اردو کی جانب متوجہ ہونے دیا لیکن جب اجاب کے اصرار سے آپ نے اپنی ماوری زبان کی طبعیات فرمایا تو اس میں ہی اپنے مذاق صحیح کی اعانت سے وہ وہ جوہر دکھائے کہ تھوڑے ہی دنوں میں تمام ارباب نظر کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔

نظم اردو میں آپ کی غزلیں اردوئے معلیٰ کے ہر پرچے میں نظر افروز اہل نیش ہوتی رہتی ہیں رہی نثر اردو اس میں آپ کا تازہ ترین کارنامہ وہ دلچسپ دیباچہ ہے جو آپ نے مکتوبات زیر نظر کے آغاز میں ترج کیا ہے اس دیباچے کے پہلے حصے میں امیر مینائی مرحوم کے سوانح زندگی لکھے ہیں اور دوسرے میں داغ و امیر کے کلام کا موازنہ ہے۔

یوں تو حضرت ثاقب کی کل تحریر مضمون کے لحاظ سے نہایت دل پریر اور عبارت کی حیثیت سے بغایت مستفیض و سبب ہے لیکن بعض بعض موقعوں پر خیال کی لطافت اور الفاظ کی خوبی نے ایسی دل فریب صورت اختیار کی ہے کہ آپ کے منتخب فقرے اس قابل ہیں کہ اردو لکچر کا بہترین نمونہ قرار دئے جائیں مثلاً امیر مرحوم کے اخلاق و عادات کی نسبت لکھا ہے

کہ وہ نہایت نیک طبیعت پاک صورت نیا کینہ صیرت ایک عالم نور تھے.....
 ”جامع مکتوبات نے ایک مرتبہ استاد کے حضور میں جناب قبلہ محسن کا کورنی
 علیہ الرحمۃ کی سخن آفرینی اور بلاغت کلام کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ ان کا کلام
 ایک عالم ہی خیالات نادرہ کا کہ اس کو دیکھ کر انسان حیران ہوتا ہے اور اس کا
 ہر شعر معراج بلاغت ہے“

دیوان ناظم والی راجپور کی توصیف ان الفاظ میں کی ہے کہ ”شادابی خیال
 نوی ترکیب جدت مضمون لطافت زبان اور ثنانت بیان اس دلفریب کا
 زیور ہے دیوان نہیں معنی زار غولی اور نگارستان محبوبی ہے“ اس موقع پر
 ایک نوٹ بھی دیا ہے جو بجائے خود حسن تحریر کا ایک اچھا نمونہ بھی فرماتے ہیں
 کہ خاکسار کو جولائی ۱۹۰۹ء میں خوابیدگان نر تہنگاہ تقدس کی توجہ اور سہ

فرخندہ جہاں بے مثالی ممدوح ادب نے داعالی
 پیرایہ صدق و مایہ فضل شمس العلماء جناب عالی

کا اشتیاق زیارت پائی پت لے گیا میں ایک روز یہ مسودہ ان کو سنایا
 تھا جب اس مقام پر پہنچا تو مولانا نے فرمایا کہ ”نواب مصطفیٰ خاں صاحب
 شیفقہ فرماتے تھے کہ ایک روز مرزا غالب نے مجھے یہ مطلع سنایا میں نے
 بہت تعریف کی تو فرمایا کہ ”بتیا میں تو یہ شعر ناظم کو دے چکا“ مطلع یہ

خوشی جینے کی کیا امر نے کا غم کیا ہمارے زندگی کیا اور ہم کیا
 آخیں استاد کی خبر وفات کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے کہ ”افسوس! وہ نورانی
 پیکر جہاں فن و ہنر زیر خاک اور وہ صحبت دلآرا و جاں پرور خواب فراموش

ہو گئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

موازنہ امیر و داغ میں ہم کو حضرت ثاقب کی سُلے سے یہاں تک بالکل اتفاق ہو کہ: حضرت کی (یعنی امیر مرحوم کی) حسرت (طبیعت میں جدت کم ہو) اور کلام میں سوز و گداز بھی ابنتہ شکوہ الفاظ متانت بیان اور شاعرانہ لطافت ان کے اشعار میں ایسی ہو کہ داغ کے کلام میں نہیں پائی جاتی، وہ اصناف سخن پر قادر اور استاد ماہر ہیں، قصائد باشکوہ و ترکیبے ہیں اور سخنور با سہ ماہ یہ صاحب علم و فضل ہیں، داغ ان اوصاف سے معر ا ہیں، لیکن جب آگے چل کر آپ یہ کہتے ہیں کہ: آخر میں استاد نے داغ کے رنگ کلام اور قبول عام کو دیکھ کر زبان کی صفائی اور تاثیر کے پیدا کرنے میں کوشش کی تاہم صنفی نہ عشق کی جلوہ آرائی، گلزار داغ کی شادابی کو نہیں پہنچی، تو ہم اظہار اختلاف پر مجبور ہو جاتے ہیں، ہمارے نزدیک امیر مرحوم کا آخر عمر میں صنفی زبان کی طرف زیادہ متوجہ ہونا، اقتضائے وقت کی بنا پر تھا جس نے داغ و امیر کی ملاقات کے قبل ہی سے لکنئو کے لفظ تصنیع اور رعایت پرستی کو ناقبول اور سلاست بیان کو مرفوب، اہل نظر بنا کر دیا تھا، ثبوت کیلئے سلسلہ ناسخ میں عشق و عشق جلال اور متاخرین میں کامل لکنئو، شاق لکنئو، عجیب لکنئو اور مولوی علی حیدر صاحب نظم لکنئو کے دیوان اور ہمارے ہم عصر وین صنفی لکنئو، حشر لکنئو اور عزیز لکنئو کی غزلیں ملاحظہ طلب ہیں کہ ان سب کا کلام ناسخ و رشک کے خشک بے رنگ ناز سے بالکل چھوڑ کر آنکھ لیکہ ایسے سے کسی کی نسبت تقلید داغ کا شبہ تک نہیں ہو سکتا، پھر ہی صنفی زبان کے باب میں امیر مرحوم کی نسبت تقلید داغ

بٹاتا ہوا آسمان لیے کوچے سے یار کے آتا ہی جی بہر ادرو دیوار ویکسکر
 جی میں تھا اس سے پلے تو کیا کیا نہ کہہ پتر پر جب ملے تورہ گئے ناچار دیکھکر
 مصحفی

دیکھہ اس کو اک آہ ہنسنے کر لی حسرت سے نگاہ ہم نے کر لی
 جب اس نے چلائی تیغ ہم پر ہاتوں کی پشاہ ہم نے کر لی
 حسن اس کا اب سماں کچھ دور کھلنے لگا چاند سا پر سے وہ مکہ اٹھل آن لگا
 یا وہ عالم تھا کہ کوئی اس سے واقف ہی نہ تھا یا یہ عالم ہے کہ عالم اس پہ مہر جانے لگا
 تم مصحفی کو چوڑ کے بسمل چلے گئے رخصت جیسا نے اتنی ندی پہر کے دیکھنا
 ترے کوچے ہر بہانے مجھے دن رات نہا کہی اس بات کرنا کہی اس سے بات نہا
 بن دیکھ جسکے پل میں انگلیں ہر آیاں ل کیا قہر ہی جو اس سے برسوں جدا کیاں ل

خواجہ میر درد در ح

بہان پہ کیا ہوں میرا جگر دیکھنا جی نہ ہی بار ہے مجھ کو ادھر دیکھنا
 سو ہی نہ تو کوئی دم دیکھ نہ کاؤ فلک اور تو یاں کچھ نہ تھا ایک مگر دیکھنا
 بچی کو جو یار جلوہ فرماندیکھنا برا بر ہے دنیا کو دیکھنا نہ دیکھنا
 اذیت مصیبت ملامت بلائیں ترے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھنا
 ہر چند تجھے جہر بین در دیکھیں اتنا بھی نہ یلو کہ وہ بدنام کہیں ہو
 درد سہن حال سے تجھے آگاہ کیا کرک جو سانس ہی نہ لے سکے سوہم کیا کرکے

دل سے چکا ہوں اس بے فکر کا تھیں اب میرے حق میں دیکھئے اللہ کیا کرے

قائم

بید ماغی سے نہ اس تک دل بخور گیا
مرتبہ عشق کا یاں حسن سے ہی دو گیا
سر سہری جس کو خبر تیری صبا سے پہنچی
گل کی مانند وہ اس باغ سے مسرور کیا
ہم میں جنہوں نے نام چین بونہیں کیا
آئی صبا جدہ پر سے ادھر رو نہیں کیا
لے نزع پر قریب ہی شام شد برفراق
یہ مرحلہ تو اب تینیں دیکھو نہیں کیا
قائم آتا ہے مجھے رحم جوانی پر تری
مرچکے ہیں سی آزار کے بیمار بہت
قبول عذر تو واں ہو جہاں ملال ہی
بجائے پاک صفایاں جو کچھ خیال ہی
مہ جو وہ شعر او پس اگر یہ رنگ غن
دیکھنا ہو تو شاد و صفی عزیز و محترضامن و
وحشت نظم و ثاقب رمولف مکتوبات امیر کی
نویس کی نوایں ملاحظہ فرمائے کہ مذاق صحیح
نہیں ہوگوں کے م سے قائم ہے

عاشقانہ شاعری کی دوسری قسم وہ ہے جس میں پاک اور بے لوث عشق
کے بجائے ہوس پرستی کے جذبات کی صحیح تصویر کھینچی گئی ہو جس کے
نویس نے جرات نہیاں نظیر اور انشا کے کلام میں بہت ملے ہیں مثلاً

جزات

نیکاب چھوڑ دیا تے گھر سے نکل کر آنا
پاؤں اتو نکوسد ابیس بدل کر آنا
گایاں نیٹے لے نام ہمارے لے تم
کچھ مری چاہ کے کھل جاتے ہی کھل کیلے تم
سہہ نکلتے رہے سائل سے ہمہ اندوز
اور غبار اسکو کفنی میں بٹھا کرے کے

میلے جو اشاعے سے رکھا گیا کسی نہ
 چھینے غروں سے جو کل آپ نے مانگے
 جب یہ سنتے ہیں کہ ہمایوں آپ کی سوئے
 کل واقف راز اپنے سے کتا تاویہ بات
 کیا جائے کجخت نے کیا ہمایہ کیا سحر
 جو بات تہی ماننے کی مان گئے ہم

انشا

ابو اگلی سی طرح کانیں گہرا پردا رہ گیا آپ میں اور ہم میں اکرا پردا
 نزلے کا یہ پہنا اس پری نے تاش کا چوڑا کہ اڑلا گا فلک ہر طائر شا باش کا چوڑا
 کچھ اشارہ کیا ہم نے ملاقات کے وقت مال کر کہنے لگے دن ہی اسی کے وقت
 پہنچ لے کاش وہ پری اپنے مجھے لگائے تاکہ بلا سے پہنکدے پردہ کوہ قاف میں
 رے ایک شب کو اپنی مجھے زرد شال تو ہی مجھ کو سونگنے کی ہوس سونگال تو
 کنا یہ اور ڈھب کا اس میں مجلس میں کچھ اچی سب تار جائیں گے نہ ایسا وستم کہے
 دیکھ کر وہ پہلے گرد اس دہن کے دنگی اٹھ کڑے ہوئے ہیں اپنے تو بدلتی روئی
 ان دونوں قسموں کے سوا عاشقانہ شاعری کی اور کوئی قسم نہیں ہے اور
 صاف ظاہر ہے کہ داغ و امیر کی سخن سخی کو ہم نہ قسم اول میں شامل کر سکتے ہیں
 نہ قسم دوم میں

اس میں شک نہیں کہ داغ کے چاروں دیوانوں سے چند منتخب شعر ایسے
 ضرور نکل سکتے ہیں جن پر جرات یا انشا کی شاعری کا شبہ ہو سکتا ہو مثلاً

و ہم ان کو گزرتے جاتے ہیں سٹتے جاتے ہیں رتے جاتے ہیں
یہی تم جانتے ہو چند ملاقاتوں میں آزمایا ہی نہیں جینے کئی باتوں میں
ادھر جاؤں ادھر جاؤں کدھر جاؤں جانتی جسے دے پاس دیکھ پائا کہاں مجھے
دوسری دور سے اقرار ہوا کرتے ہیں روزانہ سے میرا دیوار ہوا کرتے ہیں
سوال وصل لے داغ دلی گئی دل میں کمانہ پیر کر ظالم نے ایسا نہیں سکتا
اسی طرح تلاش سے صحنہ عشق کو ہر انتخاب اور جو ہر انتخاب امیر کے
ہی چند شعر ایسے چنے جاسکتے ہیں جن کا انداز میر و مصحفی کے رنگ سے
ملتا جلتا ہو مثلاً

روکنا فرقت میں اشکوں کا نہیں چھا امیر چار دن کے ضبط میں کیہ تو کیا عالم
بت بن کے وقت نزع نہ باہن میر کی بیٹہ ہوتا ہی آج خاتمہ غمت و شنید کا
انصاف جو یار خدا سے طلب کیا کتنے ہی ملے امیر پر ہی غضب کیا
وہ سرمہ ہری انگلیں فتنہ میں کہ جاو میں کتنوں کو لگا کتنا کتنوں کو سزا رکھا
وہ ملے کپکپ کے تلوار سب کو شاو کیا امیر ج بہت جینے لگو یا دیکھا
مجھے کہ عوض حال کو سے گا ضرور امیر دہ بار اس کے آئے ہی ہر خاص و عکس
کرتے ہو سوال امیر اس سے ختم ہیں اور اس کی جواب نہ آیا تو پھر کہو
ی آج جو سرمہ گزشتہ اپنی گل اس کی کہانیاں نہیں کی یا
کچھ شرم نہیں خلق جو انکو مگراں ہی سمجھ جو سے ہیں تاب نظر انکو کہہ ہی
یہ وہ ہونہ اس مانت میں الفت کا حال کچھ اکدم تہی قدم سو مو توف ہو گئی
نہ لہا اسی قسم کی چند مثالوں پر نظر کر کے حضرت قاقب نے امیر و

اداع کے کلام کی نسبت ایک دوسرے مقام پر یہ اسے ظاہر کی ہو اعلیٰ
جذبات اور خیالات سے استاد امیر کا کلام بالامال ہو برخلوات اس کے
اداعی جذبات اور خیالات مرزا اداع کی شاعری کا سرمایہ ہیں اداع نے عشق سے
مراد ہو سنا کی اور نفس پرستی لی ہو اس لیے ان کی شاعری مہج جذبات
تعالیہ نہیں ہو جذبات عالیہ کا تعلق حسن و عشق سے ہو اور اداع کے اشعار
نواہشات نفسانی اور جذبات حیوانی سے لہر نہیں

لیکن امر واقعی یہ ہو کہ حیات و انشا کی طرح نہ اداع کی شاعری عیاشانہ
ہو نہ میر و درد کی مانند امیر کا کلام عارفانہ ہو یہ جو چند شعر اداع و امیر کے بطور
نمونہ نقل کئے گئے ہیں ان کو از قبیل مستثنیات سمجھنا چاہئے جنکی نہا پر دونوں
کی شاعری پر بحیثیت مجموعی کوئی اسے قائم کرنا خطا ہو سموز و گداز کی دولت
سے غموادوں کا کلام محروم ہو اور عاشقانہ شاعری کا اطلاق ان دونوں
میں سے کسی کی شاعری پر نہیں ہو سکتا

امیر کے اشعار میں مضمون کی بلندی خیال کی نزاکت بیان کی تدرست
اور زبان کی صحت غرضکہ تنگی کلام کے تمام لوازمات موجود ہوتے ہیں
لیکن شاعری کی جان یعنی تاثیر کی عدم موجودگی کے باعث اسے ان کی
حیثیت ایک حسین گلابی روح جس سے زیادہ نہیں قرار پاسکتی جس کو
اس باب میں کچھ شبہ ہو وہ مرآۃ الغیب اور امیر مرحوم کا نقیض دیوان
دیکھ لے کہ اس مجموعے بے لطف و بے رنگ میں دس برس شعر ہی اسے
نہ نکلیں گے جن سے اہل دل کے قلوب کو سرد و اورا رباب طر کی

انگوں کو نور حاصل ہو سکے

اسی طرح دانے کے اشعار میں زبان کی صفائی محاورہ اردو کی بے تکلفی بیان
کی شوخی اور الفاظ کی پسندیدہ تکرار یا الٹ پلٹ غرضکہ شعر کی ظاہری خوبی سجا
تمام سامان فراہم ہوتا ہے لیکن وہ بات جسے ہم عشق کے جذبات عالیہ کے لیے
سرمایہ شادمانی کہہ سکیں اس کا یہاں ہی نشان نہیں ملتا

جذبات روحانی تو درکنار ہم یہ کہتے ہیں کہ دلغے نے خواہشات نفسانی
کی بھی صحیح تصویر بہت کم کینچی ہے ہجرات و انشاکے پاں اس قسم کے خیالات میں
چونکہ صداقت کا رنگ موجود ہوتا ہے اس لیے ان کی غیر متین اور غیر مہذب
شاعری ہی حسن سے خالی نہیں ہوتی کیونکہ حسن و صداقت کا لازم ملزوم ہونا
مسلم ہی برخلاف اس کے دلغے کی معاملہ بندیوں اور عیاشانہ چوچلوں کو تصنیف
کا عیب ہر قدر تبدیل اور بد نما کر دیتا ہے کہ مذاق صحیح ان سے کسی طرح لذت یاب
نہیں ہو سکتا مثلاً

وہ ہر جانی اگر ہی دلغہ ہو تم ہی تو آؤرہ ۱۔ تیس کب صبری بیٹھے ہوئے تم ایک کیا تم
کسی کے جاتے ہی کہتیں توی وہ تار کی ۲۔ چہ راز میں نے جڑ سے جس لوح سار کو دل
تمہاری طرح ہی ہو گا نہ کوئی ہر جانی ۳۔ تمام رات کیس ہو کیس سوئے دن
وہ ہی دن یا میں یہ لکے مٹاتی تھی مجھے ۴۔ اور ہیں سے قربان کہاں جاتا ہے
غیر جاتا تو وہاں میں نے یہ لکھ روکا ۵۔ تجھ سے کچھ حار نہ پہچان کہاں جاتا ہے
بزم سے انکھ چرا کر جو چلا میں تو کہا ۶۔ نہ اوچھ بڑا وسان کہاں جاتا ہے
دلغے تھے تو بڑی رہو م سے تباری کی ۷۔ تجھ یہ عید کا ساں کہاں جاتا ہے

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ دوسرے اور چٹے شعر کے مقابلہ میں ساتواں شعر کہ شعر لطیف اور پندیدہ ہے سبب اس کا صرف یہ قدر ہے کہ ساتویں شعر کا مضمن حقیقت حال سے بہت قریب ہے در آنحالیکہ پہلے دو شعروں کا معاملہ صراحت سے بالکل خالی نظر آتا ہے

وہ مجھے قتل کر کے کہتے ہیں ۸ مانتا ہی تھا یہ کیا کہتے ہو ۹
شہر در شہر میں ترے عاشق ۹ کیس دس میں سوچا پس کیس
دماغ کو دیکھو وہ کہتے ہیں ۱۰ یہ مرے گا ہی بیجا کہ نہیں
ہمارے اس طول طویل بیان سے کوئی صاحب یہ نتیجہ نہ نکالیں کہ ہم
امیر و داغ کی کشادہ دہی کو کسی حیثیت سے پسند ہی نہیں کرتے یا ہم کو ان
دونوں کے استاد ہونے سے انکار ہائی دراصل ان دونوں میں سے کوئی
خیال صحیح نہ ہوگا ہم داغ و امیر دونوں کے استاد ہی کے قائل ہیں اور ان کی
شاعری کے دل سے قدر دان ہیں ہمارا دعویٰ صرف یہ ہے کہ سوز و گداز کے
لحاظ سے ان دونوں کا کلام بزرگ ہے اور عاشقانہ کلام کے مستحق نہیں
یہاں پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ یہ داغ کی شاعری کہ مقبول عوام اور امیر کی
سخن سنی کو مقبول خواص ہونے کی سند کس بنا پر چل ہوئی اس کا جواب
امیر کے متعلق حضرت ثاقب کے دینا ہے میں موجود ہے کہ جناب امیر کے
کلام میں اگرچہ سوز و گداز کم ہے..... مگر ان کی جامعیت اور اصناف
سخن پر قدرت ایک امر مسلم ہو اور ان کے کامل الفن ہونے میں کوئی
کلام نہیں ان کی شاعری ہمارے لئے دلیل براہ ہوگی اور ان کی تصانیف

سے ہم کو بہت کچھ امید نفع کی ہے اور یہی وجہ ہے ان کے خواص پسند ہونے کی
 رہی مرزا داغ ان کے کلام کی ہی یہی کیفیت ہے کہ اس کی خوبی و پسندیدگی
 کو اظہار جذبات اعلیٰ و ادنیٰ یا سوز گداز سے مطلق سروکار نہیں ہوتا ہمارا
 دعویٰ ہے کہ ان کے اچھے اشعار کی اگر ایک مکمل بیاض مرتب ہو تو صفا
 ظاہر ہو جائے کہ ان کے پسندیدہ عوام و خواص ہونے کا دار و مدار ہمیشہ
 مندرجہ ذیل چار خصوصیات میں سے کسی ایک پر ہوا کرتا ہے یعنی

ذاتی زبان کی صفائی

مثلاً
 دل کو اس عاجزی سے دیتا ہوں کوئی جانے سوال کرتا سے
 کس نے کہا کہ داغ وفادار مر گیا وہ ہاتھ مل کے کہتے ہیں کیا یا مر گیا
 کس ہیکسی سے داغ نے افسوس جانی بزرگ تر سے فراق کے اشعار مر گیا
 اسے دشنام تو وہ دل سے دعا ہے کہ بول کر نہ بوجھے آب ہوا دیتے ہیں
 آگے یا محبت میں ذرا سیر کر د لوگ کیا کہتے ہیں کیا یہ تیرے کیا تیرے ہیں

(۲) محاورہ اردو کی بے تکلفی

مثلاً
 غم سے کہیں نجات ملے نہیں ہم دل خون میں نہاے تو لگے نہا نہیں ہم
 کوئی تو محبت میں مجھے ہنر دلا ہے تیری پوشش وہی کہ میں ویش خدا سے
 خالی مشاعرہ توں سے یہ خطر چاہیں کیا جانے کوئی ان میں تو کیا کیا نہیں
 دیکھتے ہی مجھے شغل میں انہیں شغل خود کو نہ دیکھتے ہو نہ دیکھتے ہو نہ دیکھتے ہو

ہاجر کی یہ رات کسی رات ہے ایک ہیں ہوں یا خدا کی ذات ہے
(۳) بیان کی شوخی مثلاً

یہ کیا کہا کہ داغ کو پہنچاتے نہیں وہ ایک ہی تو شخص ہے تم جانتے نہیں
گر آج قیامت ہی تو میں داد طلبوں دہو کا تو مجھے روزِ جدائی نہیں دینا
یہ طور دل چرا کے ہوا اس بھگاہ کا جیسے قسم کے وقت ہو جوٹے گواہ کا
موسے پاس وفا کی کاش تم مقرر نہ آلو کہ اتنا مجھے ہو سکتا ہی اتنا ہو نہیں سکتا
یہ کیا کہا کہ میری بلا ہی نہ آئے گی کیا تم نہ آؤ گے تو تضا ہی نہ آئے گی

(۴) الفاظ کی تکرار اور الٹ پلٹ مثلاً

بیشمل کیا اس بت کا فرو خدا نے سمجھے کہ نہ سمجھے کوئی جانے کہ نہ جانے
ہم با وفا ہیں یہ کسی نادان سے کہو ایمان کی جو بات ہی ایمان سے کہو
شکایت و ست کر سکتے ہیں مری کہیں سکتو کہیں ایسا ہی ہو سکتا ہی ایسا ہو نہیں سکتا
چلے گی داؤد محشر کے آگے دوبہو کیا کیا کوئی جھکو میں کیا کیا کیگا جھکو تو کیا کیا
الہی عاشقی میں ہم بڑے تقدیر لے ہیں سنہ بن خورشید گلو کیا کیا چنے ہیں ہو گیا کیا
آخر میں ایک بات ہم کو اور کہنا یہ کہ حضرت ثاقب کی تحریر سے
کہیں صاف طور پر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ امیر داغ میں سے کج کیفیت مجموعی
وہ ترجیح کس کو دیتے ہیں لیکن خواہے کلام سے اتنا ضرور مترشح ہوتا ہی
کہ آپ کا رجحان امیر ہی کی جانب زیادہ ہی ہمارے خیال میں شاعری

کے لحاظ سے دونوں کا تہہ برا بھلا نہیں کہیں کا مل الفن ہونے کی خلیہ سے
ایئر لانج سے بد جہا فایق ہیں۔

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا وہ ویسا پڑ مکتوبات سے متعلق تھا
اصل کتاب کی نسبت ہم کو صرف اس قدر اور کہنا چاہئے کہ ان مکتوبات کو جمع
کر کے حضرت ثناقب نے اپنے واجب العظیم استاد کا حق شاگردی ادا کرنے
کے علاوہ اردو زبان کی بھی ایک نمایاں خدمت انجام دی ہے۔

اول اس لحاظ سے کہ بقول مولانا حالی "کسی مصنف کی وفات کے بعد اس کے مکتوبات کا فزائیم کرنا درحقیقت اس کی سوانح عمری کا ایک متمم بالمشافہہ قلبند کر دینا ہے" کیونکہ انسان کے اخلاق اور جذبات کا انکشاف جیسا اس کی بے تکلفانہ خط کتابت سے ہو سکتا ہے ایسا کسی اور چیز سے نہیں ہو سکتا اسی واسطے مکتوب کو نصف ملاقات قرار دیا گیا ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ جب اس کا وجود عنصری خاک میں پہنچاں ہو گیا اور اس سے ملنے کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہا اب اس کی ملاقات محض اس کی خط و کتابت پر منحصر ہے اور بس" دوسرے اس لیے کہ بقول حضرت ثناءقبہ "جو لوگ طالبان فن التا ہیں ان کے واسطے یہ خطوط استاد شفیق کا کام دیں گے زبان کی نصاحت و متانت معاملہ نگاری مختصر نویسی ہر بات کی تحقیق صحت و خطا کی احتیاط یہ تمام باتیں اور غور کرنے والوں ان سے بہت زیادہ فائدہ پریں تعلیم دینے ان امور کے علاوہ اجنب سے اخلاص تلامذہ کے ساتھ شفقت عزیزوں سے محبت تقویٰ صبر و رضا استقلال اور دوسری پاکیزہ

بسمہ قرار دیا گیا کہ یہ سب سے زیادہ مستحق ہے۔

صفات کا سبق ہی حاصل ہوگا۔

مثال کے طور پر ہم مکتوبات امیر سے چند فقرے اور عبارتیں نقل کر کے اس طویل تقریظ کو ختم کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:-

حکیم برہم کے نام میں اکثر اوقات دعاے صحت و نجات میں مصروف رہتا ہوں، عجیب الدعوات مستجاب فرمائے، ”تم سار سا آدمی اور اب تک اس باب میں حسن کارگزاری کا پتہ نہیں“، اب جو تم نے اپنی ملاقات سے مسرور کرنے کا وعدہ کیا ہے خدا تمہارے وعدہ کو پورا کرے جو تمہارا وعدہ ہی میری تمنا ہے اور اپنی تمنا کو پورا ہوتے میں نے بہت کم دیکھا ہے، اس لیے اس وعدے سے دل کو پوری خوشی نہیں ہو سکتی۔“

”مایلقر کا استعمال خط و کتابت کے ساتھ ہی جیسے کیس فلاں شخص کا خط مایلقر ہی خوشنویس نہیں اور کسی چیز کے ساتھ استعمال میں نے نہیں سنا، بحر نے جو ایک شعر میں ہے

اب مجھے الیتنام کی باتیں نہ کیجئے دل تم سے پہٹ گیا جگر افکار ہو گیا
مصرعہ اولیٰ میں کیجئے کے ساتھ خطاب کیا ہے اور دوسرے مصرعہ میں
تم سے یہ بحر موقوف نہیں بلکہ اس زمانے تک اکثر معاصرین بحر جن کا شمار اساتذہ میں ہے اس کے تارک نہ تھے ان کے بعد متاخرین نے اس اختلاف خطابات سے احتراز کیا ہے ہی انہیں تا کہین میں ہوں،

شاعرہ متحرک یہ پسندیدہ مثال ملاحظہ طلب کی ۶۲ حسرت

”میاں برہم اب خط لکھا ہی تو لکھتے رہو پھر ایسا غوطہ نہ لگنا کہ مینوں
 کی خبر نہ لو“ خدا کرے اس خط کے پہنچے تک تھاری طبیعت صاف
 ہو گئی ہو اور مردہ صحت دلخواہ جلد سامعہ نوازی کرتے خداوند تعالیٰ پر ہند
 آپ کو رسا اور کام و ارکے میں ہی حسن یاد آوری کا شکر گزار ہوں بارش
 یہاں ہی دسویں صفحہ سے جوشا جوش ہی صحنیہ عشق کو نظر ثانی سے پس
 مکمل و مہذب کر لیا ہے کچھ کسر باقی ہے..... یہ دیوان دیوان اول سے
 بدجہا اولیٰ تری باعتبار زبان اور مرے کے اور باعتبار بلاغت کے بھی
 حکیم عابد علی صاحب کوثر کے نام ”دفن بکسر فالغثہ“ صحیح پر موزوں کرکرو
 کون منع کرتا ہے اچانہ معلوم ہونہ کیئے میں نے ہی کہی نہیں کہا خدا شہید
 نے موزوں کیا تھا بہت چرچا رہا مگر جیت انہیں کی تھی کہ لفظ صحیح ہی چھٹرا
 معنی جنگ شمشیر غیاث میں، لفتح لام بی اور اردو میں بکسر لام انہوہ کے معنی
 میں ہی خانہ کعبہ کا ترجمہ کہے کا گہر با اہل استعمال نہیں اور نہایت برا معلوم
 ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ ترکیب اضافی نہیں ہے ترکیب توصیفی یا بدل بدل
 منہ ہے پر کہے کا گہر کیونکر درست ہو گا آپ کسی سے تو زبانی نہیں اور سمجھیں
 کہ غلط ہی ہاں معتبرین کے کلام میں نکلے تو خیر اگر کوئی آپ سے پوچھتا ہے
 تو سمجھا دیجئے کہ میسر تو یہ خیال ہی پھر وہ تاویلات کرے تو چپ ہو

رہے

”نہو نا“ اور گروہا دونوں صحیح ہیں مگر نہو نا شعر اس کے کلام میں نہیں پایا
 فصاحت سے لکھو گہر نا کو ترجیح دینا پسند آئے اس کے معنی میں اگلی

زبان ہوا اب میرے نزدیک ہی مستحق ترک ہے میں میں ہی کی جگہ بول چال
میں چاہیے آجاتا ہو مگر کسی معتبر کلام میں اب تک نظر سے نہیں گزرا، حکم اس
کو استعمال کا نہیں دیا جاسکتا حضرت امیر مروح کی نظر سے آپ کے
شعر میں نہیں معلوم کیونکر رہ گیا اور میں نے ہی اسے دیکھا ہی تو سوا اپنے سہو
نظر کے اور کیا کہا جائے انکڑیاں چشم معشوق کے لیے مخصوص ہی اور یہ
لفظ مجھ پسند ہی بدنام لفظ نہیں ہی بدنام ہی اور سرایت کرنے کے معنی میں
مستعمل ہی صبا

شور جس کا ہی وہ ہی عشق جنوں ادل میں + بدہ گیا ہی کہیں حسن کا سودا دل میں
حضرت زاہد سہارنپوری کے نام "تھین الانسان و انسان العین" پایے
زاہد حسین صائم اللہ عن کل شین ۵۔ ستمبر کی تحریر سعادت خیر نور افروز نظر
منظر ہوئی "و مل لفظ غری ہی دامیل اس کی جمع ہی ذہیل صحیح نہیں آپ کے
قلم سے کسی جگہ یونہی نکلا لندا اطلال لکھا گیا" اب بتانے کی بات رہی
کہ مشتری ستارہ مذکور ہی یا مونث واضح ہو کہ یہ ستارہ مونث ہی اور
جہاں کہیں ستاروں اور ستاروں نے استعمال تذکرہ کیا ہی وہاں ستارہ
مقصود نہیں ہی جس کو مشتری سے تشبیہ دی ہی جیسے نسخ کے اس مطلع پر
بلبل ہیں بوستاں جناب امیر کا روح القدس ہی نام میرے ہمنصر کا
ان کے شاگرد رشید مرزا محمد رضا برق نے جو مصرع لگائے ہیں
اس میں قمری کو جس کی تائید میں کسی کو اختلاف نہیں ہی تذکرہ استعمال
کیا ہی تو بات یہی ہے کہ وہاں قمری طائر مقصود نہیں ہی وہ تعین یہ ہی

پر وہ انہ ہوں ازل سے مہراج نیر کا قمری ہوں سرو مان علی کبیر کا
میں نغمہ سنج ہوں چہن بے نیلر کا بلبل ہوں ہستیاں انج
جہاں تانچ میں زہرہ کے ساتھ مشتری کا لفظ آئے گا وہاں مشتری سے
دولہا ہی مقصود ہو گا جیسے قمری سے برق کے شعر میں عاشق یا خود مشکل و
مصنف مراد ہو

جامع مکتوبات حضرت شاقب کے نام "اگر اردو زبان میں کچھ موزوں
کرنے کا اتفاق ہوتا ہو تو طرح دامن لگھیں میں طبع آزمائی ضرور فرمائی جائے
کہ اس کی رونق بڑھے اور ترتیب حروف بھی میں آپ کے تخلص سے
ثنا سے مشلہ کا گہرا آباد ہو کہ وہ ویران پڑا ہی "مذکرہ انتخاب یادگار جب
فرمائش سرکار مرتب ہو اور چپکڑ سرکار میں داخل ہو نہیں اپنی تالیفات کو
اس قابل نہیں جانتا کہ ہدیہ اجاب کروں علی الخصوص یہ تذکرہ جس میں
مجموعہ حالات نیکو اور انتخاب اشعار میں ایسی مداخلت ہی جیسے قلم کو دست
کاتب میں"

فیض الملک مرزا داغ کے ناظم میاں کہی کسی مزار پر انوار پر جسا نا
ہو تو ذرا اس سید کار کے حق میں ہی دعا سے حسن ختام کر لو ہر نفس نفس
و اسپین بزدلیکا چاہئے کیا معاملہ پیش آتا ہے "پہا سے داغ" افسوس کہ
میں نے حمید سے کوئی ساعت آپ کی خدائی طرف مشغولی کی نہ سنی
اے میرے اللہ مجھ ناصح بے معنی کو جو خود نصیحت ہی اور داغ کو نصیحت
کر رہا ہی محض اپنے فضل و کرم سے اپنے مرضیات میں کوشش کی تو قیاس

اور میرے سب عزیزوں دوستوں کی عروسیا خزانہ بھی اپنے انوار رحمت سے بہرے آئیں“

مولوی نور الحسن خلیفہ حضرت محسن کا کوری کے نام ”مسالہ معلوم“ ہوتا ہے کہ مصالحہ کا معنی جو عربی میں مصلحت کی جمع ہے اور فارس والے ہر چیز کی تیاری کے لوازم اور ضروریات کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور یہی محل استعمال ہندیوں کے یہاں بھی ہے جیسے عمارت کے لیے چونا، سرخی وغیرہ تالیف کے لیے وہ کتابیں وغیرہ جن سے اس تالیف میں مدد مل سکے پکڑوں کی رونق اور چمک دمک کے لیے گوشت، پٹھا، بنت، کناری، کمانے کے لئے لونگ، الائچی، دہینا، مرچ، بال، دھونے کا مسالہ، محرم کا مسالہ، مسالہ بولے، دلی، والے اہل کی طرف جاسے ہیں مگر چونکہ بال پر مصالحہ نہیں ہے یعنی کوئی بینہ لٹا کہ گوشت کا مصالحہ میں لیا گرم مصالحہ ہو گیا اگر تی میں مصالحہ کم پڑا۔ اب کے محرم کا مصالحہ ہو نہیں پالے میری رائے ہے کہ اردو میں ج بولیں ہی لکھیں اس طرح مسالہ بولے ہیں اس طرح لکھا ہی جائے اور یہی مشرب متوسطین متاخرین شعراے لکھنؤ کا ہی جیسا رشک نے لغت میں لکھا ہے مسالہ میہ مفتوح سین مملہ و لام بالف کشیدہ ضروریات ہر چیز باشد کہ بدن ضروریات رونق ولنت آں چیز شود ظاہر ایں لغت از مصالح باسند اور ہی کی تعلیم حلال نے ہی اپنے لغت گلشن فیض میں کی ہے نیز مرحوم نے ہی یہی مشرب اختیار کیا ہے نہک چیز کئے کو مانگے جراثیم دل پر جو دیکھے آپ کے مویات کا مسالہ اسانپ کا لاسانپ اور پالاسانپ زمین ہی ولہ سے

کسی کے سینہ سوزاں گئی نشہ میں اپنی بڑی کبا بیل کی کچھ کچھ بوی کرتی کو سنا
 لالے میں پیالے میں زمین ہڑ اور جان صاحب کے ایک شعر سے
 یہ ہی پتا چلتا ہے کہ محلات لکنو میں ہی بیل چال تھی سہ
 لے جان ایسا چاتی سے پٹنایا بیچ کر انگیا کا میری سارا مسالا مسل گیا
 حضرت ضیفہ بلگرامی سے تذکرہ جلوہ خضر میں امیر مرحوم کا حال اور
 عظیم آباد میں حضرت شاداب کے دو تنگد سے پران سے اپنی ملاقات کا ذکر
 بیچ کر کے ایک خط ہی نقل کیا ہے تم اس مکتوب کو ہی اس مضمون میں شامل
 کئے دیتے ہیں وہ ہوندا۔

حضرت ضیفہ بلگرامی کے نام

بہل شیراز و طوطی بہند کے ہر ضیفہ بندست۔
 سلام مسنون اخلاص پس مشون سفر سے پست کہ پورہ سا و پورہ کی پرستاپ
 نے جہ سے جی بہر کے اُن آسائشوں کا عوض لیا جو میں نے ملاقات اجا سے سفر میں
 پائی تھیں وہ سرگذشت لکھوں تو خط مرثیہ ہو جاوے کہتے ہی عزیز چل بسے خدا انصاف کا
 اس اجمالی اطلاع سے مقصود یہ ہے کہ آپ اپنے اخیر نام کے امیر کو یہ سمجھیں کہ وطن پیچکر
 آپ کی مہربانیوں اور قدر دانیوں کی نذر بہل گیا نہیں نہیں لے آیا دیں
 امیر اللغات کے اصول سے متعلق ایک کاپی بھیج کر آپ کے داک و ماغ سے جواب ملے و
 کی آرزو کی زیادہ حاجت تصدیق نہیں۔

امیر احمد عفی عنہ

۹ دسمبر ۱۸۸۷ء

[illegible]

MAULANA AZAD LIBRARY
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:—

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 100 per volume per day shall be charged for text-books and 10 Paise per volume per day for general books kept over - due.

